UNIVERSAL
LIBRARY
OU_232790
UNIVERSAL
LIBRARY

دیر گیر و سخت گیر د مر ترا

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر پنجم ششم

بابت جمادی الاولی و الثانیہ ۱۳۰۹ھ مطابق دسمبر و جنوری ۱۸۹۱ء

شرح مجلت و غیرہ امور متعلقہ رسالہ بجہت انتظام جدید

درجہ ممبری	تفصیل خریدار	رقم سالانہ
(۱) اعلیٰ درجہ	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس	کم از کم ۵۰
(۲) درجہ متوسط	گورنمنٹ انگریزی و معزز عہدہ داران گورنمنٹ و تعلقہ داران و اعیان و اہل پریس و سوسائٹی	کم سے کم ۲۵
(۳) ادنیٰ درجہ	متوسط اہل وسعت	۱۰
(۴) درجہ خیریہ	کم وسعت لوگ جو کہ آمدنی وسع پیدا ہوا ہی سے زیادہ نہیں رکھتے	۵
(۵) درجہ خیریہ	وہ وسعت جو وسع پیدا ہوا ہی کی آمدنی رکھتے ہیں مگر علمی خدمت کرتے ہیں اور اس رسالہ	ثواب آخرت

بقیہ شرح و شرط مراتب بمطابق تفصیل سابق۔ خط و کتابت و ارسال زر بنام مہتمم ہونے عنوان و نشان مندرجہ ذیل ہونا چاہیے۔

معذرت

ہو سماعت نہیں سال بھر کی قیمت پیشگی
عطا فرمائی ہیں انکی خدمت میں قسم
چلتا ادب سے معذرت رسان
ہے کہ اس مدت توقف رسالہ میں تین
وقفہ میں چھپا رہا۔ اور مسہل و غیر مسائل
طویلیں مصروف رہا۔ اسطے اول تو مضمون
رسالہ لکھا نہ گیا۔ پھر جب مضمون تیار ہوا

تو حضرات نا دہندگان جدید کے عدم توجہی
کے سبب کافی روپیہ مصارف طبع کے لئے
میسر نہ آیا۔ معاونین اس عذر کو معرض
قبول میں جگہ دیں اور اس قسم کی توقفات
سے جو غیر اختیاری سببوں سے پیدا
ہوتے ہیں۔ اشفقۃ خاطر نہوا کریں۔
و العذر عند کرام الناس مقبول۔

ابو سعید محمد حسین لاہوری مہتمم عالیہ اشاعۃ السنۃ مقام لاہور محلہ سید مٹھہ۔

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

ہین مذہب والا اپنے متبوع کے قابل اتباع ہونے کے اپنے ہی گروہ کی سند پر پیش کرتا ہے
بر دوسرا مذہب والا اپنے ہی گروہ کی سند پر اپنے متبوع کے واجب الاتباع ہونیکی لاتا ہے
خواہ وہ اس متبوع کی ذاتی عمدگی اور اعلی سے اعلی درجہ رکھنے سے متعلق ہون یا ذہانت سے
تعلق خاص ثابت کرنے سے علاقہ رکھتے ہون خواہ ظہور معجزات و خرق عادت اور اظہار عجائبات پر مبنی ہو
یہی سب سے بڑا مرحلہ ہے جو ہر ایک مذہب والو کو جو صرف اپنے ہی مذہب کے حق ہونیکا دعویدار ہی طی کرنا ہے
امام صاحب کو اس رسالہ مین صرف مذہب معین ہی کے فرق متعددہ سے بحث کرنی تھی اسلئے اونہون نے اس بحث کو
وسعت نہین دی۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ادیان مختلفہ سے مذہب حق کی تمیز کرنیکا طریقہ ظاہر کرین۔ اور
اسپر جو کچھ ہمنے لکھا اسکو لوگ نہین سمجھے اور سمجھے تو کفر و ارتداد اور بیحرمتی مذہب دیر یہ سمجھے۔

راقم کہتا ہی۔ امام غزالی نے فرقہ ہائے اسلام یا ہی منتسبہ مین سے ایک کو دوسرے کی تکفیر سے روکنے
کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ جس امام یا مجتہد کی تقلید سے ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے اسکو واجب
الاتباع و خاصکر حقانی ہونے پر وہ کوئی دلیل نہین رکھتا۔ پھر کسیکو مجرد اس خیال سے کہ وہ میرے متبوع
و امام (باقلانی یا اشعری) کا خلاف کرتا ہے کیون کافر بتاتا ہے اور اپنے تئین صرف اسوجہ سے کہ وہ
باقلانی یا اشعری کا متبع و مقلد ہے کیون حقانی قرار دیتا ہے۔

آپ نے اس وجہ کو منکرین نبیہ کے حق مین جاری کیا ہے اور اسکی دست آویز سے انکی تکفیر سے مسلمانو نکو
روکا ہے اور صاف فرمادیا ہے کہ ایک مسلمان کیون صرف اپنے مذہب کو حق پر اور اپنے ہی کو ناجی اور
سب مذہب کو باطل اور انکے پیرون کو کافر بتاتا ہے

اس کلام سے آپنے صاف جتا یا ہے کہ جیسے باقلانی یا اشعری کے واجب الاتباع اور حق پر ہونے پر کوئی دلیل
نہین ہے و بنا علیہ تکفیر مخالفین باقلانی و اشعری ناجائز ہے ایسا ہی محمد رسول اللہ صلعم کی واجب الاتباع اور
حق پر ہونے پر کوئی دلیل نہین ہے۔ لہذا مسلمانو نکو جائز نہین ہے کہ کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی کو
صرف اس خیال سے کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم کا منکر و مخالف ہے کافر کہین۔ اور اپنے تئین اس نظر سے کہ وہ
محمد رسول اللہ صلعم کو متبع و مقلدین ناجی و حق پر قرار دین۔

بلکہ یہہ محض مغالطہ ہے جسکا صدور کسی مسلمان سے ممکن نہین ہے - یہہ اسکے
جو آنحضرت صلعم کو نبی واجب الاتباع نہین جانتا - اور کفر و اسلام کو یکسان
مسلمانون کی طرف سے اسکا جواب یہہ ہے کہ ہمارا آنحضرت صلعم کو واجب الا
یا
اور آپکے منکرین و مخالفین کو کافر بتانا ایسا بے دلیل نہین ہے جیسا امتناعیہ یا بافلانیہ کا اشعری
و باقلانی کو واجب الاتباع کہنا - اور انکے مخالفین کو کافر بتانا بے دلیل ہے بلکہ آنحضرت صلعم کو واجب الاتباع
کہنا اور انکے منکرین کو کافر بتانا ان براہین ساطعہ و دلایل قاطعہ کی دست آویز سے ہی جنسے آنحضرت صلعم کا رسول
واجب الاتباع معصوم عن الخطاء ہونا ثابت ہوتا ہی - آپ معذور ہین آنحضرت صلعم کو کسی دلیل سے واجب الاتباع نہین جانتے
اسلئے منکرین رسالت محمدیہ کو اپنے مذہب پر باطنی و ناجی و حقانی سمجھتے ہین - مگر مسلمان آپکے اس مغالطہ مین کب پھنستے ہین
اور جو خاتمہ کلام مین آپنے فرمایا ہے کہ ہماری کوشش اس مین ہے کہ ادیان مختلفہ مین سے مذہب حق
کے تمیز کرنیکا طریق ظاہر کرین اور اسپر جو کچھہ ہمنے لکھا ہے اسکو لوگ نہین سمجھے اور سمجھے تو کفر و ارتداد
و نیچریت سے دیر یہ سمجھے - یہہ آپنے اس مغالطہ کو برقعہ پہنایا ہے - اور اسمین یہہ جتایا ہے
کہ کلام سابق مین ہمنے مسلمانونکو تکفیر مخالفین مذہب اسلام سے منع نہین کیا - بلکہ انکی تکفیر اور انہی مذہب
حق کی تمیز کا طریقہ بتایا ہے - مگر یہہ مغالطہ پر مغالطہ ہے - آپنے مذہب اسلام کے اور مذاہب سے
تمیز اور منکرین نبی اسلام کی تکفیر کا کوئی طریق نہین بتایا - بلکہ کفر و اسلام کو یکسان کردیا ہے
اور منکرین رسل و کتب احکام کو بلاشبہہ مسلمان و ناجی قرار دیا ہے -

اسپر یہہ دعوی کہ ہم مذاہب مختلفہ سے مذہب حق کی تمیز کا طریق بیان کرتے ہین کب زیبا ہے
اگر آپ کوئی ایسا طریق بیان فرماتے جس سے اسلام کو کفر سے تمیز ہوتی اور منکرین و مخالفین

+ ان دلایل و براہین کی تفصیل کا محل ہمارا مبحث اثبات نبوت ہے - جسکا نام پورا ختم
اس مبحث کے انشاء اللہ تعالے ہوگا - اس مقام اسکی تفصیل محض اجنبی ہے - ۱۲ حاشیہ -

++ دیکھو مضمون مذہب انسان کا امر طبعی ہی جسکا نقل و ابطال شاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲ وغیرہ مین گذرا ہی ۱۲ حاشیہ -

لی۔ ن بن سکتے ہین؟

آیت ۱۱ صب نے اسی دوست سے مخاطب ہوکر فرمایا ہے اگر تو اپنے اور اپنے مثل لوگون کے دل سے یہہ کا ۔ ج کا م نکالنا چاہے تو اپنے آپ سے اور اپنے مخاطب حاسد وطاعن سے کفر

فان اردت ان تنزع ہذہ الحیۃ عن صدرک وصدر من فی مثل حالک فخاطب نفسک۔ ومعاتبک وطالبہ بحد الکفر فان زعم ان حد الکفر ہو ما یخالف مذہب الاشعری او مذہب المعتزلی او الحنبلی او غیرہم فاعلم انہ غر بعیدۃ فقیدہ التقلید فہو اعمی من العمیان فلا تضیع باصلاحہ الزمان وما بیک حجۃ بالغۃ مقابلۃ دعوی بدعوی بخصوصہ اولا یجد بین نفسہ وبین سائر المقلدین المخالفین لہ فرقا وفصلا[1] ولعل صاحبک یمیل من بین سائر المذاہب الی الاشعری وزعم ان مخالفتہ فی کل ما وجد وصدر من الکفر الجلی فاسئلہ من این ثبت کون الحق وقفا علیہ حتی یکفر الباقلانی فی ان خالف فی صفۃ البقاء للہ تعالے وزعم انہ لیس وصفا زائدا علی الذات ولم صار الباقلانی اولی بالکفر بمخالفۃ الاشعری من الاشعری بمخالفۃ الباقلانی ولم صار الحق وقفا علی احدہما دون الثانی اذ لک

کی حقیقت دریافت کر۔ اگر وہ کہے کہ کفر وہی ہی جو مذہب اشعری یا مذہب معتزلی یا حنبلی کے مخالف ہے تو تو جان لے کہ وہ گمراہ ہی ہے وہ بیوقوف ہی بڑا ہی اور نابینا ہی ہے تقلید مین مبتلا ہوا ایسے شخص کی اصلاح وخطاب مین تو اوقات کو ضایع نکر ہے اگر تجھے اسکے ساتھ گفتگو کرنے کی کچھ ہی دعوی اسکے مخالف کی طرف سے پیش کرنا کافی ہی۔ کیونکہ وہ اپنے مین اور اپنے مخالف مقلدون مین کوئی فرق نہین نکال سکتا شاید وہ سب مذاہب سے مذہب اشعری کی طرف مائل ہو اور یہہ خیال رکھتا ہو کہ اشعری کا خلاف اون تمام باتون مین جو اس سے صادر ہوئی ہین کہنا کفر ہی۔ پس تو اس سے پوچھ کہ اسکو یہہ کہان سے ثابت ہوگیا ہی کہ حق اشعری پر آٹھہرا ہے جسکے سبب سے باقلانی کو کافر کہتا ہے کیونکہ وہ اشعری کا مسئلہ صفۃ بقاء مین مخالف ہی اور یہہ سمجھتا ہے کہ صفۃ بقا خدا تعالے کی ذات سے علاوہ کوئی چیز نہین ہے۔ اشعری کی اس مخالفت کے سبب باقلانی کیون لایق تکفیر ہوا اور اشعری اس بات مین باقلانی سے مخالف ہونے کے سبب کیون

[1] فصلا کا ترجمہ آیے تفصیلا سے کرتا ہے ۱۲

لسبق الزمان فقد سبق الاشعری غیرہ
من المعتزلۃ فلیکن الحق للسابق علیہ ام
لاجل التفاوت فی الفضل والعلم فبای میزان
و بکمیال قدر درجات الفضل حتی لاح لہ ان
لا افضل فی الوجود ممن تبوعہ و مقلدہ فان
رخص للباقلانی فی المخالفۃ فلم حجر علی غیرہ
و ما الفرق بین الباقلانی والکرابیسی
والقلانسی و بادر کل التخصیص بہذہ الرخصۃ

کافر نہوا۔ اُن مین ایک شخص بحق و باقون مبطل
سمجھا گیا ہو اگر یہہ سبقت زمانہ اشعری کی نظر سے
ہے تو اشعری سے پہلے معتزلہ گذر چکے ہین
پس چاہیے کہ یہہ تجویز حقانیت معتزلہ کو لئے ہوا ور
اگر یہہ علم و فضیلت مین تفاوت کے سبب سے ہو تو وہ
میزان بیان کرنی چاہیے جس سے معلوم ہوا ہے
کہ کسکے متبوع و امام سے کوئی افضل نہین ہے
یہہ سنکر اگر وہ باقلانی کو مخالفۃ اشعری کی رخصت
دے تو پھر اوروں کو اس مخالفت سے کیون منع کرے۔ باقلانی و کرابیسی و قلانسی مین کیا فرق ہے
اور اس رخصت خلاف کی اشعری سے خاص ہونے کی کیا وجہ ہے۔

پس فصل مین ابو حامد امام غزالی نے یہہ تصرف کیا ہے کہ جو امام غزالی نے اسلامی مذاہب باہمی
مختلف کے حق مین فرمایا ہے اور ایک کو دوسرے کی تکفیر سے باہمی خلاف کے سبب منع کیا
ہے اور اپنے مذہب کو دوسرے مذاہب اسلامی پر ترجیح دینی اور بالتخصیص حق پر جاننے سے
روکا ہے۔ اسمین ابو حامد صاحب نے فرقہ کے مخالفہ مذہب اسلام یہود و نصاری مجوس و محوس کو بھی
شامل کر دیا ہے اور اہل اسلام کو اُن فرقون کی تکفیر سے بھی منع کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہے یہہ تقریر
امام صاحب کی نہایت عمدہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے مگر انہون نے اسکو نہایت محدود خیال کیا ہے
یہہ تو ایک بڑا میدان ہے۔ صرف اشعری باقلانی اور معتزلے ہی پر محدود نہین ہے بلکہ ادیان
مختلفہ سے بھی متعلق ہے۔ یہودی عیسائی اور مسلمان و مجوس و برہمی سب کی نسبت یہی بحث ہے
ایک مسلمان کیون صرف اپنے مذہب کو حق اور اپنے ہی کو ناجی اور سب مذہب کو باطل اور انکی
پیرون کو کافر بتاتا ہے اسکا سبب بتا سکے اور کچھ نہین کہہ سکے اور اپنے متبوع پر اور اسکی کلام پر پورا
اعتقاد رکھتا ہے۔ مگر یہودی عیسائی مجوسی و برہمی بھی اسطرح اپنے متبوع پر اعتقاد رکھتا ہے

التفرقہ بین الاسلام والزندقہ

یعنے جھوٹی ارتداد اور اسلام میں تمیز

اس مضمون میں امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی نے ایک رسالہ تالیف کیا ہے جسکا یہی نام ہے جو ہمارے اس مضمون کا عنوان ہے اس رسالہ کا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ منکر و مکذب رسول مقبول صلعم کا کافر مخلد فی النار ہے۔ مگر جو اس انکار کا کسی تاویل کی آڑ میں مرتکب ہو وہ کافر نہیں ہو بلکہ وہ محل جسمیں وہ تاویل کا مرتکب ہو تاویل کی گنجائش رکھتا ہو۔ اور اوسکی تاویل میں قطعیات و ضروریات دین سے انکار نہ پایا جاتا ہو۔

و ازانجا کہ انکار نصوص و تکذیب رسول مقبول از اہل سید احمد خانصاحب بہادر کی مذہب کا اصول ہے اور جن تاویلوں کے آڑ میں وہ انکار و تکذیب کو مرتکب ہیں اون تاویلوں کی نصوص میں گنجائش نہیں ہو اور انمیں قطعیات و ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہو لہذا علیہ وہ رسالہ آپ پر فتوی تکفیر لگتا ہے اسلئے آپنے تہذیب الاخلاق ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۶ ہجری و محرم و صفر ۹۷ میں اس رسالہ پر ایک ریویو لکھا ہو جسمیں اس رسالہ کے اکثر مطالب کو رد کیا ہے۔ اور از انجملہ ایک ادہ بات کو بجذف تفصیل و شرائط مفید مدعا بنا کر لے لیا ہے۔

میں اس **ریویو پر ریویو** لکھنا چاہتا ہون جس سے میرا مقصود یہہ ہے کہ جن باتون کو آپنے مضر مطلب سمجھکر رد کر دیا ہے انکی صحت ثابت کرون۔ اور جس بات کو آپنے مدعا کے موافق بنا لیا ہے اسکا مخالف مدعا جناب ہونا ثابت کر دکھاؤن۔ اور اس رسالہ متبرکہ کو آپکے تصرفات و خدشات سے پاک کرون اور اسکے مصنف علام امام حجۃ الاسلام کی نصرت و حمایت عمل میں لاؤن +

پیدہ مبحث جملہ مباحث متعلقہ جناب سے اہم و مقدم ہے کیونکہ آپکی جملہ کارروائیون کا مدار یہی تاویلی انکار ہے اسی نظر سے مباحث سابقہ کو ناتمام چھوڑ کر اسکی طرف توجہ ضرور سمجھی گئی ہے۔ ناظرین بھی اسکے پیدا ہونے اور سمجھنے میں پوری توجہ مبذول فرماوین۔ و تا اختتام اس مبحث کی تمام مباحث سابقہ سے معاف رہیں

پس پہلے اقوال امام غزالی کو جو محل بحث ہین نقل کیا جاویگا پھر تعصبات و تصرفات جناب مخدوم کو قلم مین لایا جائیگا۔ پھر انکا جواب پیش کیا ہوگا ۔ وما توفیقی الا باللہ ۔ یہ اصل و اقوال ماقبل ہے واضح ہو کہ اس رسالہ کے دیباچہ مین یہہ بیان ہے کہ یہہ رسالہ امام صاحب نے ان حاسدونکے جواب مین (جو انکی کتب اسرار و معاملات دین پر معترض ہوے اور یہہ خیال کی تھی کہ ہمین مذہب متقدمین اشاعرہ کا خلاف ہے۔ اور استحریکا خلاف بالسنت ہے کیون نہو کفر ہے) تالیف کیا ہے۔ اور ہمین اپنے بعض احباب کو یہہ ارشاد کیا ہے کہ ان حاسدونکے اعتراضات سے دل مین تنگی نہ لاویں اور انکی کچھہ پرواہ نہ کریں۔

قال الغزالی بعد الحمد والصلوٰۃ - اما بعد فانی ✗
رایتک ایتہا الاخ المشفق والصدیق المتعصب ✗
موغر الصدر متقسم الفکر لما قرع سمعک من طعن طائفۃ ✗
من الجہلۃ علی بعض کتبنا المصنفۃ فی اسرار معاملات ✗
الدین وزعمہ ان فیہا ما یخالف مذہب الاصحاب المتقدمین ✗
والمشائخ المتکلمین وان العدول عن مذہب الاشعری
ولو قید شبرا کفر فہون ایہا المشفق علی نفسک

اس قول مین انرایبل صاحب نے اتنا تصرف کیا ہے کہ اشارۃ اپنے خلافیات کو بھی خلافیات امام غزالی مین داخل کیا ہے اور اپنے احباب کو اسی بے پرواہی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ پرچہ محرم ۱۳۲۷ھ مین فرمایا ہے ہاہ یہہ ایسے شخص کے احباب کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ایسے شخص کی (ذات شریف کو مراد رکھتے ہین) مخلصین کو ضرور ہے کہ وہ معاندین کی باتون پر صبر کرین اور یقین کرین۔ کہ الحق یعلو ولا یعلی اور سبوقت کے آنے کے منتظر رہین۔

راقم کہتا ہے یہہ تو آپنے بجا فرمایا مگر یہہ نہ سوچ لیا کہ ہمارے خلافیات کو امام غزالی کے خلافیات سے کیا نسبت ہے۔ غزالی نے خلاف کیا ہے تو صرف اشعری یا باقلانی کا خلاف کیا ہے جو واقعی لائق پرواہ نہین ہمنے تو خدا اور رسول کا خلاف کیا ہے۔ اور توریت و انجیل و زبور و فرقان سبکو طاق مین رکھدیا ہے۔ ہم اس خلاف پر کیونکر بے ڈر و بے پرواہ ہو سکتے ہین؟ اور کسطرح

† انرایبل صاحب بہادر نے نقل مطلب رسالہ مین معاملات کا ترجمہ علامات کیا ہے ۱۲

اشیاء وکتب واحکام کی تجویز تکفیر پائی جاتی تو یہہ دعوی آپ کو زیب دیتا۔ کفر و اسلام کو یکسان و یک جائے کرکے تو یہہ دعوی کسی صورت سے مناسب نہین ہے اور یہہ اختلاف وخلاف بہائی رفتار مرد مہذبین کے شان کے لائق نہین ہے۔

نصیحۃ عرض کرتا ہون کہ جب آپ کوئی ایسی بات فرمانے لگین تو اس سے پہلے ایکدفعہ تہذیب الاخلاق وغیرہ تصانیف سامی کو دیکھہ لیا کرین بلا مراجعت کلام سابق کوئی بات زبان یا قلم سے نہ نکالا کرین۔

سبکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے شاید تیری یہہ خواہش ہو کہ تو کفر کی تعریف پہنچانے اون تعریفات

فصل لعلک تشتہی ان تعرف حد الکفر بعد ان تناقض عندک حدود اصناف المقلدین فاعلم ان شرح ذلک طویل و مدارکہ غامضۃ ولکنی اعطیک علامۃ مطردۃ منعکسۃ لتتخذہ مطمح نظرک وترعوی بسببہا عن تکفیر الفریق وتطویل اللسان فی اہل الاسلام وان اختلفت طرقہم ما دامو یقولون لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صادقین غیر متناقضین لہا فاقول الکفر ہو تکذیب الرسول صلعم فی شیء مما جاء بہ والایمان تصدیقہ فی جمیع ما جاء بہ فالیہودی والنصرانی کافران لتکذیبہما الرسول والبہمی کافر بطریق الاولی لانہ انکر مع رسولنا سائر الرسل والدہری کافر بطریق الاولی لانہ انکر الرسل مع المرسل وہذا لان الکفر حکم شرعی کالرق والحریۃ مثلاً اذ معناہ اباحۃ الدم

متناقضہ کے سوائے جو تجھے مقلدین سے پہنچے ہین
پس تو جان لے کہ اسکی شرح طویل ہے اور اسکے
جاننے کے موقع پوشیدہ ہین لیکن میں تجھے
ایک صحیح علامت کفر جو افراد غیر کفر کو مانع
اور افراد کفر کو جامع ہو بتاتا ہون کہ تو اسکو
بنیش چشم رکھے اور اسکے سبب اہل اسلام کو
(گو وہ مختلف مذہب رکھتے ہون) کافر کہنے اور
انکی نسبت زبان درازی کرنے سے رکا رہے جب تک
کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سچے دل سے
کہتے رہین۔ اور کوئی قول یا فعل اسکے برخلاف
نکہین اور نہ کرین۔ پس میں کہتا ہون کہ کفر کی
تعریف یہہ ہے کہ رسول کی کسی بات میں جو وہ
لیکر آئے تکذیب کرین۔ اور ایمان یہہ
ہے کہ رسول کی سبھی باتون کو مان لین
بناء علیہ یہودی و نصرانی دونون فریق کافر

والحکم بالخلود فی النار وندرکہ شرعی فیدرک اما بنص او بقیاس وقد وردت النصوص فی الیہود والنصاری والحق بہم بطریق الاولی البراہمۃ والمثنویہ والزنادقۃ والدہریہ وکلہم مشترکون فی انہم مکذبون للرسول فکل کافر فہو مکذب وکل مکذب فہو کافر فہذہ ہی العلامۃ المطردۃ المنعکسۃ۔

ہین کیونکہ وہ ہمارے رسول کو نہین مانتے۔ اور ہر بھی اسسے بڑھکر کافر ہین کیونکہ وہ کسی رسول کو نہین مانتے۔ اور دہریہ اسسے بھی بڑھکر کافر ہین کیونکہ وہ انکار رسولون کے ساتھہ وجود خدا سے بھی انکار رکھتے ہین ان سب کو ہمنے اسلئے کافر کہا ہے کہ کفر ایک شرعی حکم ہے جسکا مطلب حکم خلود فی النار (یعنے ہمیشہ کے لئے آگ مین رہنا) ہے اور وہ شرع ہی سے معلوم ہو سکتا ہے نص سے یا قیاس سے۔ (یہان قیاس سے مراد امام غزالی کی قیاس بالاولی ہے جسکو دلالۃ النص کہا جاتا ہے اور اسکی حجت ہونے مین منکرین قیاس علۃ کو بھی کلام نہین ہے) سو یہود و نصاری کے کافر ہونے مین تو نصوص وارد ہین اور براہمہ و مثنویہ و زنادقہ و دہریہ بحکم قیاس بالاولی انکے ساتھہ ملحق ہین اور یہہ سب تکذیب رسول مقبول مین شریک ہین پس جو کافر ہے وہ رسول کا مکذب ہی اور جو مکذب رسول ہی سو کافر ہی یہی ایک علامت ہے جو تعریف کفر مین مانع اور جامع ہے۔

یہہ قول امام غزالی کا ہے دم سپاس مذہب جناب مخاطب تہا اور بنظر اس تکذیب رسول کے جو شب و روز ہر تحریر و تقریر مین آپ سے سرزد ہو رہی ہے صاف طور پر آپ کے تکفیر کرتا تہا اسلئے **آپنے** اسکو صاف رد کر دیا ہے چنانچہ **فرمایا** ہے اس مقام پر امام صاحب نے بات کو خلط ملط کر دیا ہے یہہ ٹھیک ہے کہ کفر ایک شرعی حکم ہے اور منکر یا مکذب رسول کا کافر ہے۔ مگر شرعی کافر۔ پس ایک موحد جو پورا پورا ٹھیک طور پر کامل موحد ہے مگر وہ نفس رسالت ہی کا منکر ہے اور اسلئے کسی رسول کو نہین مانتا اسکا کفر بھی کفر شرعی ہے مگر اسپر خلود فی النار کا حکم دینا جیسا کہ اس مقام پر امام صاحب نے بیان کیا ہے صحیح نہین۔ موحد

+ یہہ بات آپکو اب سوجھی ہے جب شاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲ مین آپ پر سخت لے دے ہوئی۔ پر چہ وقیعہ ۹۶ شہ تہذیب الاخلاق مین تو آپنے صاف فرمایا تہا کہ جو کسی نبی کو نہ مانے وہ کافر نہین ہے۔

کے کفر پر کوئی نص وارد نہین ہے ۔ بلکہ برخلاف اسکے نص آئی ہے قیاس جو نص پر مبنی ہو بلکہ مطلق قیاس ہی موجود نہین ہے ۔ انبیاء صرف † خدا کی وحدانیت پر یقین دلانیکو اور اس کی عبادت کی ہدایت کرنیکو مبعوث ہوئے ہین اور موحد اسپر کامل یقین رکھتا ہے پھر اسکے کفر مطلق پر قیاس ہی موجود نہین ہے ۔ کفر شرعی اور کفر مطلق دو علیحدہ علیحدہ چیزین ہین جنمین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے ۔ اور خلود فی النار صرف کفر مطلق کا نتیجہ ہے ۔ اور وہ کفر صرف ترک حقیقی سے خواہ ذات مین ہو خواہ صفات مین خواہ عبادت مین متحقق ہوتا ہے نہ کسی دوسری چیز سے لانہ یعفر مادون ذلک ‡"

راقم کہتا ہے ۔ اس کلام مخاطب والا مقام مین جو تناقض و تہافت ہے وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۳ مین بصفحہ ۱۴۱ بیان ہو چکا ہے یہان صرف اسبات اثبات مطلوب ہے کہ رسول کا مکذب مخلد فی النار ہے ۔ سو بہت سے آیات واحادیث مین پایا جاتا ہے ۔

واضح ہو کہ منکر و مکذب نبی کا کافر ہونا تو اس مقام پر آپ بھی مان چکے ہین گو بریچہ ذیقعدہ ۹۶ھ مین اس سے انکاری تھے ۔ اور جو کوئی اب بھی اسکو نمانے وہ اسکا ثبوت اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ مین دیکھلے پس جسقدر آیات عموماً کفار کے لئے خلود فی النار کے مثبت ہین وہ سب کے سب منکرین و مکذبین رسول کے لئے خلود

† لفظ صرف اگر لفظ خدا کی قید ہو ۔ یہ مطلب ہے کہ نبی خدا ہی کی وحدانیت پر یقین دلانے کو آئے ہین نہ کسی دوسرے کی وحدانیت پر تو اس سے یہہ ثابت نہین ہوتا کہ سوائے یقین دلانے وحدانیت خدا کے دوسرے مطلب کو نہین آئے تاکہ اسکا انکار کفر ہو اور اگر یہہ قید فقط یقین دلانے اور ہدایت کرنے کی ہے اور یہہ مطلب ہے کہ انبیاء صرف خدا کا یقین دلانے اور توحید کی ہدایت کرنیکو آئے ہین سوائے اس یقین وہدایت توحید کے دوسری بات بتانے کو نہین آئے تو یہہ دعوی محض مغالطہ ہے ۔ انبیاء جیسے خدا کی وحدانیت پر یقین دلانے و توحید سکھانے کو آئے ہین ویسے ہی خدا کے اوامر احکام واخبار پہنچانیکو آئے ہین پس جسنے انبیاء کی ایک بات کو نمانا اسنے مقصود الٰہی کی خلاف کیا ۔ و بالجملہ کافر ہوا ۱۲ حاشیہ

‡ یہہ محض مغالطہ ہے کفر شرعی اور کفر مطلق مین عموم وخصوص مطلق ہے جیسا کہ اسکا بیان نمبر ۲ جلد ۳ مین ہو چکا ہے ۱۲

کے اثبات مین ظاہر الدلالۃ ہین جیسے آیۃ سورہ مائدہ جسمین یہہ ارشاد ہے - جنہون نے کفر کیا اگر انکو جو کچھہ کہ زمین مین ہی اور ویسا ہی ساتھہ اسکے ملجاوے تاکہ وہ اسکو عذاب روز قیامت کے بدلے دین تو اسے قبول نکیا جاویگا اور انکو دکھہ کا عذاب ہوگا وہ دوزخ سے نکلنا چاہینگے مگر نکلنا نہ پاوینگے اور انکو دائمی عذاب رہیگا -

ان الذین کفروا لوان لہم ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیمۃ ما تقبل منہم ولہم عذاب الیم - یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین منہا ولہم عذاب مقیم - (مائدہ ۴)

اسی قسم کی اور بہت سی آیات ہین جنمین خاصکر خدا کے منکر یا کسی مشرک کے خلود کا ذکر نہین بلکہ عموماً سبھی کفار کے لئے خلود کا اثبات ہی - مگر شاید آپ اون آیات کی ظاہر و عموم کو بے اعتبار ٹہراوین اور بلا وجہ اسکو کفار مشرکین سے مخصوص کرین اسلئے اس مقام مین ایسی آیات کو ذکر کیا جاتا ہی جنمین خاصکر اون کافرونکی لئے خلود نار کا اثبات ہی جنہون نے رسول کو نہ مانا اور جو آیات رسول پر نازل ہوئین انکو جہوٹا جانا - سورہ اعراف مین بانکار آیات رسول کی تکذیب کرنیوالون کے لئے خلود تجویز کیا ہی اور انکو دخول جنت سے مایوس کر دیا ہی چنانچہ فرمایا ہی جو لوگ ہماری آیتونکو جہٹلاتے ہین اور انکے اتباع سے تکبر کرتے ہین انکے لئے آسمان کے دروازے کہولے نجاوینگے اور وہ بہشت مین داخل نہونگے جب تک کہ سوئی کے ناکے مین اونٹ نہ گہس جاوے - مجرمونکو ہم ایسی سزا دیتے ہین انکے لئے دوزخ ہی بچھونا ہے اور اسکا اوڑہنا - ظالمونکو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہین اور جو لوگ ایمان لائے اور انہون نے اچھے کام کئے (ہم کسیکو اوسکی طاقت سے خارج کام نہین بتاتے) وہی بہشت والے ہین وہی اسمین رہینگے -

ان الذین کفروا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط وکذلک نجزی المجرمین لہم من جہنم مہاد ومن فوقہم غواش وکذلک نجزی الظالمین والذین آمنوا وعملوا الصالحات لا نکلف نفسا الا وسعہا اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون - (اعراف ۴)

اور سورہ رعد مین بانکار حشر جسمانی رسول کی تکذیب کرنیوالے کو خلود نار کا ڈر سنایا ہی اور صاف فرمادیا کہ اگر تو انکی جہٹلانی سے تعجب کرے تو انکا یہہ کہنا

وان تعجب فعجب قولہم اذا کنا ترابا ءانا لفی خلق جدید

اولئک الذین کفروا بربہم واولئک الاغلال
فی اعناقہم واولئک اصحاب النار ہم فیہا
خالدون - (رعد ع ۱)
(وان تعجب فعجب قولہم ءاذا کنا ترابا ءانا لفی خلق جدید)

کہ جب ہم مٹی ہو جاوینگے تو کیا نئی سرے سے
پیدا ہونگے تعجب کے لائق ہے - یہ لوگ (تجھے سبب
ہین جھٹلانے کے) خدا سے منکر ہوئے انکی
گردنون مین طوق ہین اور یہ آگ والے ہین اسمین ہمیشہ رہینگے -

اور سورہ احزاب مین رسول کی اطاعت نکرنیوالونکو کفر و لعنت کا خلعت دیا اور خلود نار کا مژدہ
سنایا اور انر ایبل صاحب کے خیال کو پورے اور صاف طور پر باطل کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے خدا نے

ان اللہ لعن الکافرین واعد لہم سعیرا خالدین
فیہا ابدا لا یجدون ولیا ولا نصیرا یوم
تقلب وجوہہم فی النار یقولون یا لیتنا اطعنا
اللہ واطعنا الرسولا وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا
وکبرائنا فاضلونا السبیلا ربنا آتہم ضعفین
من العذاب والعنہم لعنا کبیرا - احزاب ع ۸

کافرونکو پھٹکارا ہے اور انکے لئے آگ کو تیار کر
رکھا ہے ہمیشہ اسمین رہینگے اور اسمین کوئی کارساز
و مددگار نپاوینگے جسدن آگ مین انکی منہ پلٹائی
جاوینگے اور وہ کہینگے کاش اللہ اور رسول کی اطاعت
کرتے اور کہینگے ہی ہمارے رب ہمنے اپنے سرداروں اور بڑونکی اطاعت کی
اونہونے ہمکو رستہ بہلا دیا اے ہمارے پروردگار انکو (ہمسے) دوگنا عذاب

اور سورہ جاثیہ مین خبر قیامت مین رسول کو جھٹلانیوالے اور آیات کو ہنسی ہین اڑانیوالونکو ہمیشہ آگ مین رہنے کا
ڈر سنا دیا اور صاف طور پر فرمادیا ہے جو لوگ کافر ہین انکو (قیامت کے دن) کہا جاویگا کیا تم پر میری آیتین

واما الذین کفروا افلم تکن آیاتی تتلی علیکم
فاستکبرتم وکنتم قوما مجرمین واذا قیل ان
وعد اللہ حق والساعۃ لا ریب فیہا قلتم ما ندری
ما الساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین
وبدا لہم سیئات ما عملوا وحاق بہم ما کانوا بہ یستہزءون
وقیل الیوم ننساکم کما نسیتم لقاء یومکم ہذا
ومأوکم النار وما لکم من ناصرین ذلکم بانکم

پڑہی نہ جاتی تہین اور تم تکبر کرتے اور مجرم رہے - اور
جب کہا جاتا خدا کا وعدہ حق ہے اور قیامت مین
شک نہین تم کہتے ہم نہین جانتے قیامت کیا چیز ہے
ہم تو اٹکل کرتے ہین ہمکو یقین نہین ہے - انکو انکے
برے کام ظاہر ہو گئے - اور جس عذاب سے ہنسی کرتے
وہ نازل ہو گیا انکو کہا جاویگا تمہین آج ہم بھول
جاوینگے یعنے تمہارے خبر نہ لینگے جیسے تم اپنے کا ملنا

اتخذتم آیات اللہ ہزوا وغرتکم الحیوۃ الدنیا فالیوم لا یخرجون منہا ولا ہم یستعتبون

بھول گئے۔ اور تمہارا ٹھکانا آگ ہی تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ یہہ اسلئے ہوا ہے کہ تمنے خدا کی آیتوں سے ہنسی کی۔ اور تمکو دنیا نے دھوکہ مین ڈالدیا۔ اسدن تم اس سے نہ نکلوگے اور نہ دنیا کی طرف پھیرائے جاؤگے۔

اسی قسم کی آیات قرآن مین بہت ہین اور جو اسباب مین احادیث وارد ہین وہ بیشمار ہین از انجملہ ایک دو حدیثین نقل کیجاتی ہین۔ صحیح بخاری مین صفحہ ۱۰۸ حدیث ہے کہ جملوگونکو دعوت اسلام کی

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قیل ومن یابی قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی۔ رواہ البخاری

خواہ نصاری مشرک ہون یا موحد) مینے دعوت اسلام کی ہے وہ سب بہشت مین جاوینگے بجز اس شخص کے جو انکاری ہو کہ کسنے یہ چہا انکاری کون ہوا اپنے فرمایا جسنے میری اطاعت کی وہ بہشت مین داخل ہوگا اور جسنے نافرمانی کی وہ انکاری ٹہرا۔ اسبات کو ابو ہریرۃ حدیث مین ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی اسکے

وعن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال والذی نفسی بیدہ لا یسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار رواہ مسلم صفحہ ۸۶۔

کہ میرا ذکر یا دعوت اسلام سنی پہر جو مین نہ لایا ہو اسید ایمان نہ لائے اور مرجائے بجز اسکے کہ وہ جہنمی ہو

یہہ آیات واحادیث منکر و مکذب رسول کے مخلد فی النار ہونے مین نصوص صریحہ ہین جسے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خلود فی النار صرف منکر (جسکو خطاب نے کفر مطلق سے تعبیر کیا ہے) کا نتیجہ نہین ہے بلکہ انکار رسول و آیات کی یہی سزا ہے اور اسکے خلاف مین جو کچھ مخاطب نے کہا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے۔ اور جو خاتمہ کلام مین آپ نے ارشاد کیا ہے کہ منکر و مکذب رسول کا کفر وعدہ مغفرت مین داخل ہے اور آیۃ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک کا مصداق ہے یہہ مغالطہ پر مغالطہ ہے۔ ومعذلک اسکے کچھ معنے بن نہین سکتے اگر مغفرت سے یہہ مراد ہے کہ منکر رسول کفر کی سزا بھگت کر نجات کا مستحق ہے تو یہہ معنے مغفرت کے نہین ہین مغفرت بدون

† اسکا بیان نمبر ۱۱ جلد ۲ مین ہی ہو چکا ہے

مواخذہ معافی کا نام ہے اسی نظر سے آپنے بریچہ ذیقعدہ ۹۶ھ مین اس مغفرت کے متحقیقین منکرین و مکذبین کو بشارت لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون کا مورد ٹھہرایا ہوا ہے اور اگر مغفرت سے بلا مس عذاب دخول جنت مراد ہے تو پھر کفر مطلق و کفر نوعی کا تفرقہ حکم خلود مین عبث ہے اور مغالطہ ہے۔ جب منکر و مکذب رسول کے لئے بلا مس عذاب دخول جنت کے تجویز کیا ہے تو عذاب بلا خلود کس شخص کے لئے ہے۔

بالجملہ جو کچھ صواب مین آپنے کہا ہے غلط و مغالطہ ہے اور امام غزالی کا یہہ کہنا کہ رسول کا مکذب کافر خالد مخلد فی النار ہے نہایت درست و صحیح ہے اور یہی تکذیب کفر کی صحیح علامت ہے جو افراد غیر مانع اور کفر افراد کو جامع ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے کہ یہہ جو ہمنے تعریف و حد کفر مین بیان کیا ہے باوجود اسکے ظاہر ہونیکی اسمین زیادتی کی گنجائش ہے اسلئے کہ اہل عالم کی دست آویز سے ہر ایک فرقہ اپنے مخالف کو رسول کا مکذب کہہ سکتا ہے۔ مثلاً حنبلی اشعری کو کافر کہہ سکتا ہے یہہ سمجھکر کہ وہ خدا کے لئے جہتہ فوق اور استوا علی العرش ثابت نکرنے مین رسول کا مکذب ہے اور اشعری حنبلی کو کافر کہہ سکتا ہے یہہ سمجھکر کہ اسنے خدا کو مخلوق کی مثل کہا اور رسول کو یہہ مین کہ (خدا کی مثل کوئی چیز نہین) جھوٹا سمجھا۔ اور اشعری معتزلی کو کافر کہتا ہے یہہ جانکر کہ وہ خدا کے دیدار تجویز نکرنے سے رسول کی تکذیب کرتا ہے ایسا خدا کی صفت علم قدرت وغیرہ صفات کی ثابت

واعلم ان ہذا الذی ذکرناہ مع ظہورہ تحتہ غلو بل تحتہ کل الغلو لان کل فرقۃ تکفر مخالفتہا فتنسبہا الی تکذیب الرسول فالحنبلی یکفر الاشعری زاعماً انہ کذب الرسول فی عدم اثبات الفوق للہ تعالی و فی الاستواء علی العرش والاشعری یکفر المعتزلی زاعماً انہ کذب الرسول فی عدم جواز رویۃ اللہ تعالی و فی عدم اثبات صفۃ العلم والقدرۃ وغیرہما من الصفات والمعتزلی

† اسبات کو اشاعرہ کیطرف سے امام صاحب نے بطور الزام نقل کیا ہے اور خلد در حقیقت خدا کی فوقیت و استوا علی العرش ثابت کرنے مین تشبیہ و مماثلہ مخلوق کے معتقد نہین ہین چنانچہ انکے اعتقاد کا بیان بذیل مثال دوم وجود عقلی کے آویگا۔

یکفر الاشعری زاعماً ان اثبات الصفات تکثیر للقدماء وتکذیب الرسول فی التوحید فلا یخیک من ہذہ الورطۃ الا ان تعرف حدا للتکذیب والتصدیق وحققتہا حتی ینکشف لک غلو ہذہ الفرق واسرافہا فی تکفیر بعضہا بعضاً × × × × ×

ثابت نکرنے سے اور معتزلی اشعری کو کافر کہتا ہے یہہ خیال کرکے کہ خدا کے لئے صفات کا ثابت کرنا کئی خداؤن کا تجویز کرنا ہے۔ اور یہہ رسولؐ خدا کی توحید مین تکذیب ہے۔ پس اس گرداب سے تجھے بجز اسکے نجات نہوگی کہ تو تصدیق وتکذیب کی حقیقت پہچانے تاکہ تجھے ہر ایک فرقہ کو ایک دوسرے کی تکفیر مین زیادتی معلوم ہوجاے

اس قول کو جناب مخاطب نے اپنے موافق سمجھکر بڑی خوشی سے قبول کیا ہے اور اسکی مدح مین فرمایا ہے کہ جو کچھ امام صاحب نے لکھا ہے درحقیقت الہام ربانی معلوم ہوتا ہے اور تحقیق کا ایک دریاے عمیق شفاف دکھائی دیتا ہے۔ اور اپنے خیال مین اس سے یہہ نتیجہ قائم کیا ہے کہ اسی قول کے رو سے نیچریہ کی تکفیر بھی زیادتی مین داخل ہے۔ مگر حیف آپنے یہہ نہ سوچا کہ جن باتون مین حنابلہ واشاعرہ ومعتزلہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین۔ اور امام غزالی اسکو زیادتی فرماتے ہین وہ اس قسم کی باتین ہین جنمین امام غزالی کے نزدیک تاویل کا مساغ ہے۔ اور انکی تاویل یا انکار مین ضروریات دین کا انکار نہین پایا جاتا۔ بخلاف اون باتون کے جنمین آپکے اور آپکے فلاسفہ اسلاف کے لوگ تکفیر کرتے ہین کہ وہ محل تاویل واجتہاد نہین ہین اور انمین تاویل وتحریف کرنے سے ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہے لہذا یہہ اس قسم کی باتین نہین ہین جنہین ایک کو دوسرے کی تکفیر زیادتی مین داخل ہے۔ اور امام غزالی کو اس سے روکنا مقصود ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے حقیقت تصدیق کو بیان کیا اور فرمایا کہ تصدیق خبر کی طرف راجع ہوتی ہے اور اسکی حقیقت یہہ ہے کہ جس چیز کی رسولؐ نے خبر دی ہے اسکا وجود مان لیا جاے مگر وجود کی کئی مراتب ہین انسے بے خبر ہونے کے سبب ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو رسول کا مکذب ٹہراتا ہے۔ وہ مراتب

فالقول التصدیق انما یتطرق الی الخبر دون حقیقۃ الاعتراف بوجود ما اخبر الرسول صلعم عن وجودہ الا ان للوجود خمس مراتب لاجل الغفلۃ عنہا نسبت کل فرقۃ صاحبہا الی التکذیب فان الوجود

ذاتی (۱) وحسی (۲) وخیالی (۳) وعقلی (۴) وشبہی (۵)۔

فمن اعترف بوجود ما اخبر الرسول عن وجودہ من ہذہ الوجوہ الخمسۃ فلیس ہو بکاذب علی الاطلاق۔

ولنذکر مثالہا فی التاویلات اما الوجود الحسی فہو الوجود الحقیقی الثابت خارج الحس والعقل ولاکن یاخذ الحس والعقل منہ صورۃ فیسمی اخذہ ادراکا وہذا کوجود السماء والارض والحیوان والنبات وہو ظاہر بل ہو المعروف الذی لا یعرف الاکثرون للوجود معنی سواہ

واما الوجود الحسی فہو ما تمثل فی القوۃ الباصرۃ من العین مما لا وجود لہا فی الخارج من العین فیکون موجودا فی الحس ویختص بالحاسۃ ولا یشترک غیر ذلک کما یشاہدہ النائم بل کما یشاہدہ المریض المستیقظ اذ قد تتمثل لہ صور لا وجود لہا خارج حس یشاہدہ کما یشاہدہ سائر الموجودات الخارجیۃ بل قد یتمثل للانبیاء والاولیاء فی الیقظۃ والصحۃ صور جمیلۃ محاکیۃ لجواہر الملائکۃ۔

پانچ ہین وجود ذاتی حسی خیالی عقلی وشبہی۔

پس جس شخص نے وجود ان اشیاء کا جنکو وجود سے آنحضرت صلعم نے خبر دی ہے ان مراتب خمسہ سے کسی مرتبہ مان لیا وہ آنحضرت کا مکذب نہوا۔

اسکی تفصیل مع تمثیل بیان کیجاتی ہے۔ **وجود ذاتی** اشیاء کا وہ وجود حقیقی ہے جو عقل اور رویت سے خارج پایا جاتا ہے۔ عقل اور حس اسی وجود سے صورۃ علمیہ حاصل کرتی ہے جسکو ادراک کہتے ہین اسکی مثال وجود آسمان وزمین وحیوان ودرخت اور یہہ ایسا ظاہر اور معروف ہے کہ اسکے سوائے وجود کے معنے اکثر لوگ نہین جانتے۔

وجود حسی وہ ہے جو صرف آنکھہ سے دکہائی دیتا ہے آنکھہ سے خارج اسکا وجود نہین ہوتا۔ اسکو صرف آنکھہ ہی ادراک کر سکتی ہے جیسے سونے والا نفس صورتین دیکھتا ہے بلکہ جاگتا مریض بہی ایسی صورتین دیکھتا ہے جسکا خارج از حس وجود نہین ہوتا بلکہ انبیاء واولیاء بہی حالت بیداری وصحت مین ایسی عمدہ صورتین دیکھتے ہین جو ملائکہ کی اصل صورتون کا نقشہ دکہاتے ہین۔

ملائکہ کی حسی صورۃ کی امام غزالی کی تمثیل ذکر کی مین سمجھا نکو زیادہ سمجھکر نقل نہین کیا۔ اس لئے کہ ہر شخص جسکی نظر صحیح ہے وہ تصدیق کر رہا ہے کہ جیسے انبیاء وملائکہ کی اصل ذاتی صورتین منتہا کرتی ہین ویسے کبہی کبہی حسی صورتین بہی دیکھتے ہین

اس سے یہہ غرض نہین ہے کہ جو صورتین ملائکہ کی انبیاء کو نظر آتی ہین وہ صرف خیالی ہوتی ہین خارج از حس ملائکہ کا وجود نہین ہے جیسا کہ جناب مخاطب کا اعتقاد ہے اور اسی اعتقاد کی تائید کے خیال سے انہی تمثیلات کو بہ تفصیل نقل کیا ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے **وجود خیالی** وہ ہے جو محسوس موجودون کی نظر سے غایب ہوجانے کے بعد خیال مین رہتا ہے تو اسپر تا دیر کہ ناتہی اور گھوڑے کی صورت اپنے خیال مین بنالے اگرچہ آنکھ بند کرکے وہ ناتہی اور گھوڑا پوری صورت سے تیرے دماغ مین موجود ہوتا ہے اور خارج مین تیرے سامنے کچھ بھی نہین ہوتا۔

اما الوجود الخیالی فہو وجود صورۃ غایبۃ المحسوسات اذا غابت عن حسک فانک تقدر علی ان تختزعہا فی خیالک صورۃ فیل وفرس وان کنت مغمضا عینک حتی کانک تشاہدہ وہو موجود بکمالہ صورۃ فی دماغک لا فی خارج۔

وجود عقلی کسی چیز کی روح وحقیقت کا نام ہے عقل صرف اس چیز کے ماہیت کا ادراک کرتی ہے اسکو کسی صورت خیالی یا حسی خارج مین ثابت نہین کرتے جیسے ناتہی ہے کہ اسکی صورت حسی وخیالی بھی ہے اور اسکے ایک معنے بھی ہین جو اسکی حقیقت (عقلی) ہے۔ وہ پکڑنے کی قوت ہے اور پکڑنے کی قوت عقلی ناتہی ہے (ایسا ہے) قلم کی صورت وحقیقت یہہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے علوم نقش کئے جاوین۔

واما الوجود العقلی فہو ان یکون المعنی روح وحقیقۃ ومعنی بہ فیتلقی العقل مجردہ دون ان یثبت صورۃ فی خیال او حس او خارج کالید مثلا فان لہ صورۃ محسوسۃ ومتخیلۃ ومعنی وہو حقیقتہ وہی القدرۃ علی البطش والقدرۃ علی البطش ہو الید العقلی وللقلم صورۃ وحقیقۃ ولاکن حقیقتہ ما یتنقش بہ العلوم وبذا یتلقاہ العقل من غیر ان یکون مقرونا بصورۃ خشب وقصب من الصور الخیالیۃ والحسیۃ۔

اسکو عقل سے اس امر کے کہ کوئی لکڑی یا نیزہ کی صورت خیالی یا حسی اسکی نہالی سمجھ سکتی ہے۔ وجود شبہی یہہ ہے کہ خود وہ چیز موجود نہو نہ بصورت نہ بحقیقت

واما الوجود الشبہی فہو ان لا یکون نفس الشی موجودا الا بصورتہ ولا بحقیقتہ۔

لا فی الخارج ولا فی الحس ولا فی خیال ولا فی عقل ولکن یکون الموجود شیئاً اخر تشبهه فی خاصة من خواصه وصفة من صفاته وستفهم هذا اذا ذکرت مثاله فی الاقوال والتاویلات فهذه مراتب وجود الاشیاء اسمع الآن امثلة هذه الدرجات فی التاویلات اما الوجود الذاتی فلا یحتاج الی المثال وهو الذی یجری علی الظاهر ولا یؤول وهو الموجود المطلق الحقیقی وذلک کما حدثنا الرسول صلعم عن العرش والکرسی والسموات السبع انه یجری علی ظاهره وهذه اجسام موجودة فی انفسها ادرکت بالحس والخیال او لم تدرک۔

نہ خارج مین نہ حس مین نہ خیال مین نہ عقل مین لیکن کوئی دوسری چیز کسی خاصہ یا صفت مین اسکے مشابہ موجود ہو۔ اسکو تو مثال سے سمجھیگا جب ہم تاویلوں کی مثالین ذکر کرینگے یہہ وجود اشیاء کی مرتبہ ہین آپ انکی مثالین سُن لو۔ وجود ذاتی تو محتاج مثال نہین ہے وجود ذاتی وہی ظاہری وجود ہی جسمین تاویل نہین ہوتی اور یہی حقیقۃً موجود مطلق ہے اس کی مثالین یہہ ہین جو آنحضرت صلعم نے عرش و کرسی و سات آسمان کی خبر دی ہے ان چیزون کو ظاہری معنی وجود مراد ہین کیونکہ یہہ چیزین بذات خود موجود حقیقی موجود ہین حس و خیال سے کوئی انکو پاسکے خواہ نپاسکے۔

اس تمثیل امام صاحب پر محاطب نے یہہ اعتراض کیا ہی کہ یہہ اخیر فقرہ امام صاحب کا وجہ تمثیل کی امام صاحب نے اس مقام پر دی ہے یہہ وہی تعلیمی و تربیتی بندش ہے جو ٹوٹ نہین سکی۔ تعلیم نے جو ابتدا سے انکے دل پر استحکام کے جسم کا ایسا ہی یقین بٹھلا دیا تھا۔ جیسیکہ زمین کا اسلئے اونہون نے یہہ مثالین دیدی ہین آسمان و زمین مین کچھہ امتیاز نہین کیا۔ یونانیون کی ہیئت نے انکے سات عدد ہونے کا اور آٹھوین فلک ثوابت اور نوین فلک اطلس کا ایسا یقین دلا رکھا تھا کہ انکی تعداد کا بھی ایسا ہی یقین تھا جیسا کہ زمین کا اور جو کہ یہہ غلط یقین کی ہوئی چیزین نہ انکو دکھائی دیتے تھین نہ محسوس ہوتی تھین اسلئے کہدیا "او لم تدرک بالحس والخیال او لم تدرک"۔ اور یہہ نہ سمجھی کہ جو چیز نہ ظاہراً دکھائی دیتی ہو نہ حس و خیال سے معلوم ہو سکتی ہو تو اسکا وجود ذاتی مع التشخص کیونکر مانا جا سکتا ہے اور وہ شے کیونکر وجود ذاتی کی ان معنون مین جو اونہون نے بیان کیا ہے مثال ہو سکتی ہے۔ وجود ذاتی کی نسبت زمین کی مثال بالکل صحیح ہے۔ سمرت کے نقطہ سے اگر یہی نیلا نیلا گنبد جو ہمکو دکھائی دیتا ہے مراد ہو گو اسکی ماہیت کچھہ ہی ہو تو یہی وجود ذاتی کی مثال دینے

ہین خندان مقام تامل نہین ہے - لیکن اگر اس سے آگے بڑھو اور آسمان کا جسم یا جرم الیا مانو جیسا کہ حکمار یونان نے مانا ہے اور علمار اسلام نے بھی اسکو تسلیم کر کر غلطی سے وہی مطلب قرآن کا بھی قرار دیا ہے تو اسمین کلام ہو اور پھر سطح سمت وجود ذاتی کی مثال نہین ہو سکتی - اور انکی سنا نہ عدد کہ بھی وجود ذاتی کی مثال مین داخل کرنا تعجب پر تعجب ہوتا ہے - عرش و کرسی کی تعریف یا انکے جسم کی حالت یا انکے ماہیت خدا نے نہین بتائی اور کوئی وجہ نہین کہ اُنکے وجود کو وجود عقلی سے خارج کر کر کے وجود ذاتی کی مثال مین داخل کیا جاوے - پس یہہ وہی گندا پانی ہے جو اس شفاف دریا مین مل گیا ہے"۔

راقم کہتا ہے یہہ اعتراض جناب مخاطب کا نہایت محل تعجب ہے اور انکو کمال انصاف و بے تعصبی سے خبر دیتا ہے - جس حالت مین مطلق جسمیت وجود آسمان کو جناب مخاطب مولوی محمد علی صاحب غیرہ کو مقابلہ سے عاجز آکر خود مان گئے ہین چنانچہ تہذیب الاخلاق نمبر ۵ جلد ۵ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ مین بصفحہ ۲۷۷ جہان آیات کو جسمین آسمان کا گریٹا پیٹی جانا پھٹ جانا اسمین دروازون اور برجون کا ہونا پایا جانا ہے ذکر کر کے فرماتے ہین - ایک ہمارے شفیق نے نہایت خوبی سے ہمکو الزام دیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ وجود للسمار جسمانیا اور اگر یہی سقف مصداق آیات ہو تو اس کا بھی تو جسم ہو پس خود تمہارے اقرار سے تمہارا قول غلط ثابت ہوا - بلاشبہہ یہہ الزام ہم پر بہت بڑا الزام ہے جسکو ہم تسلیم کرتے ہین مگر جناب آسمانون کی ایسی جسمانیت ماننے مین ہمکو کچھہ عذر نہین ہے ہم تو اس جسمانیت کے منکر ہین جسکو حکمار یونان نے قرار دیا ہے -

جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ مین جو ہم گمراہون کے ہدایت کے لئے لکھا ہے ارقام فرمایا ہے کہ ہمارا (یعنے مولوی محمد علی صاحب کا) اعتقاد نسبت آسمان کے یہہ ہے کہ وہ ایسی چیزین ہین کہ خدا نے انکو بنایا ہے - اور ہمارے اوپر ہین اور خلقت انکی ہماری خلقت سے محکم تر - اور مشدد اور بے ستون محض قدرت کاملہ سے مرفوع اور شمس و قمر و نجوم کے مقابر ہین اور شمس و قمر و نجوم انمین ہین اور قابل انشقاق و انفطار ہین - پھر وہ (یعنے مولوی محمد علی صاحب) لکھتے ہین کہ ہم اس اعتقاد کے منکر کو منکر آیات قرآن سمجھتے ہین - جو کچھہ مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا ہے اگرچہ وہ کسیقدر ترمیم کے لائق ہے مگر ہمکو اس سے انکار ہی نہین پھر جناب مخاطب نے اسمین ترمیم ہی کی مگر آسمان کے جسم و مخلوق ہونے سے انکار نہین کیا -

فمن قام عندہ البرہان علی ان الاجسام
لا تتداخل وان الصغیر لا یتسع الکبیر حمل ذلک
علی ان نفس النجۃ لم ینتقل الی الحائط لکن
تمثل للحس صورتہا فی الحائط حتی کانہ رأی ہذہ
ولا یستحیل ان یشاہد مثال کبیر فی خرم صغیر کما
یشاہد السمار فی مرآۃ صغیرۃ۔

اما الوجود الخیالی فمثالہ قولہ صلعم کانی انظر الی
اخی یونس بن متی علیہ الصلوٰۃ والسلام علیہ عباءتان
قطوانیتان یلبی ویجیبہ الجبال والله تعالی وتبارک
یقول لبیک یا یونس۔

فالظاہر ان ہذا اخبار عن تمثل ہذہ الصورۃ
فی خیالہ اذ کان وجودہ الحالۃ سابقا
علی وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد انعدمت
فلم تکن موجودۃ فی الحال۔ ولا یبعد ان
یقال ایضا تمثل ہذا فی حسہ حتی صار مشاہدا۔

واما الوجود العقلی فامثلتہ کثیرۃ فاقتنع فیہ
بمثالین احدہما قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اخر
من یخرج من النار یعطی من النجۃ عشرا مثال
الدنیا۔ فان ظاہر ہذا تشبیہ الی ان عشرۃ
امثالہ فی الطول والعرض والمساحۃ وہو
التفاوت الحسی والخیالی ثم قد یئول بہ فیقال

اس دیوار کی جانب میں میرے سامنے پیش ہوئی
پس جسکے نزدیک اجسام کی متداخل ہونے اور بڑی چیز کے
چھوٹی شے میں سمانے پر دلیل قائم ہے وہ اس حدیث کو
اسپر حمل کریگا کہ جنت بذات خود اس دیوار میں نہیں آگئی
ہو، لیکن اسکی صورت دیوار میں دکھائی دی تھی اور یہ بات
مشکل نہیں دیکھو چھوٹے شیشے میں آسمان کی صورت نظر آجاتی ہے

وجود خیالی کی مثال آنحضرت صلعم کا یہ قول
ہے میں گویا اپنے بھائی یونس بن متی (نبی) کو دیکھ
رہا ہوں اسپر دو قطوانی عبائیں ہیں اور وہ لبیک
پکار رہی ہیں اور پہاڑ جواب دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ بھی فرماتا
اے یونس میں تیرے پاس ہوں۔ سو ظاہر ہے کہ یہ
صورت خیالی کی حکایت ہے کیونکہ اس حالت کا اصلی وجود
تو آنحضرت صلعم سے پہلے ہو چکا تھا آنحضرت کے وقت میں اسکا وجود نہ تھا
اور یہ بھی بعید نہیں کہ یہ وجود یونس آنحضرت کو ذیکھا ہو حتی ہو
آنحضرت کے حس میں انکی صورت متمثل ہو گئی ہو۔

وجود عقلی کی بہت سی مثالیں ہیں انمیں سے ہی
دو مثالوں پر قناعت کرلے۔ ایک یہ جو آنحضرت نے
فرمایا ہے کہ جو آخر دوزخ میں سے نکلیگا وہ دنیا سے
دس گنا بہشت دیا جاویگا۔ اسکے ظاہر الفاظ
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طول و عرض و پیمائش میں
دس گنا ہے اور وہ حسی و خیالی تفاوت ہے

الجنۃ فی السماء کما دلت علیہ ظواہر الاخبار فکیف یتسع السماء لعشرۃ امثال الدنیا وقد یسمی السماء ایضا من الدنیا وقد یقطع المؤول ہذا التعجب فیقول المراد تفاوت معنوی عقلی لا حسی خیالی کما یقال متلا ہذہ الجوہرۃ عشرۃ امثال ہذا الفرس فی المالیۃ ومعناہ المدرک عقلا دون مساحۃ المدرکۃ الحس التخییل۔

پھر اس سے تعجب آتا ہے کہ جنت تو آسمان پر ہے چنانچہ ظواہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور آسمان بھی منجملہ دنیا ہے پس اس آسمان میں دنیا سے دس گنا چیز کا سمانا کیونکر ممکن ہے۔ پھر اس تعجب کو مؤول قطع کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ دس گنا سے تفاوت معنوی وعقلی مراد ہے حسی وخیالی مراد نہیں جیسے کہتے ہیں کہ یہ موتی اس گٹھڑی سے دس گنا ہے یعنی قیمت ومالیت (جو عقل سے سمجھ جاتی ہے) میں دس گنا ہے نہ پیمائش میں جو حس خیال میں آتی ہے۔

اس مثال پر جناب مخاطب نے عجیب اعتراض کیا ہے جسمیں اپنی بیخبریت کا خوب اظہار کیا وتکذیب رسول وانکار نصوص کو پورا کر دکھایا چنانچہ فرمایا ہے۔ اُس مثال میں امام صاحب نے صرف ملا پر ہے ابھوں نے بلا تنقیح اس بات کے کہ فوق کے اور آسمان کے اور جنت کے اور دوزخ کے وجود سے منجملہ اقسام وجود کے جو انہوں نے بیان کئے ہیں کونسا وجود متحقق ہے اس حدیث کو مثال میں پیش کر دیا ہے اور اسی تعلیمی وتربیتی بندش سے بہشت اور دوزخ کو منوا مالی کے باغ اور کلو لوہار کے بیٹھے کی مانند تسلیم کر لیا ہے فلیتعجب کل العجب۔

اس کلام سے آپکا مقصود یہ ہے کہ بہشت ودوزخ کا وجود ذاتی نہیں ہے صرف تشبیہی ہے۔ چنانچہ اس کلام کے بعد آپنے کہا ہے کہ جو لوگ بہشت یا دوزخ کا وجود صرف تشبیہی قرار دیتے ہیں وہ کیون کافر ہیں۔ اور اپنی تفسیر سراپا تحریف وتزویر میں اس سے بڑھکر فرمایا ہے اور نعیم الدارین جنت کو نفسی میں اڑا دیا ہے چنانچہ اس کے صفحہ ۳۶ میں فرمایا ہے جنت یا بہشت کی ماہیت جو خود خدا تعالے نے بتلائی ہے وہ تو یہ ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کیا کچھ آنکھوں کی تبرید (یعنے راحت) جو پوشیدہ رکھی گئی ہے کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔

پیغمبر خدا صلعم نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی جیسے کہ بخاری ومسلم نے ابوہریرہ کی سند پر بیان کیا ہے

وہ یہہ ہے قال اللہ تعالے اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر یعنے اللہ تعالے نے فرمایا کہ طیار کی ہے مینے اپنے نیک بندون کے لئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل مین اسکا خیال گذرا ہے ۔

پس اگر حقیقت بہشت کے یہی باغ اور نہرین اور موتی اور چاندی سونے کی اینٹون کے مکان اور دودہ شہد اور شراب کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتین اور لونڈی ہون تو یہہ تو قرآن کی آیت اور خدا کے فرمودہ کے بالکل مخالف ہے ۔ کیونکہ ان چیزون کو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ ایسی عمدہ چیزین نہ آنکھون نے دیکھین اور نہ کانون نے سنین تو بھی ولا خطر علے قلب بشر سے خارج نہین ہوسکتی عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جب کہ ان سب چیزون کا نمونہ دنیا مین موجود ہے تو اسکی صفت اضافی کو جہانتک کہ ترقی دیتی جاؤ ۔ انسان کے دل مین اسکا خیال گذر سکتا ہے حالانکہ بہشت کی ایسی حقیقت بیان ہوئی ہے کہ لاخطر علے قلب بشر ۔ پس بہشت کی جو یہہ تمام چیزین بیان ہوئی ہین درحقیقت بہشت مین جو قرۃ اعین ہوگا اسکو سمجھانے کو بقدر طاقت بشر تمثیلین ہین نہ بہشت کی حقیقتین ۔

انسان اپنے موافق فطرت کے انہی چیزون کو سمجھ سکتا ہے اور انہی کا خیال اسکے دل مین آسکتا ہے جو اسنے دیکھی یا چھوئی یا چکھی یا سونگھی یا قوت سامعہ سے محسوس کی ہون اور بہشت کے جو قرۃ اعین یعنے راحت یا لذت ہی اسکو نہ انسان نے دیکھا ہے نہ چھوا ہے نہ چکھا ہے نہ سونگھا ہے نہ قوۃ سامعہ نے اسکا حس کیا ہے ۔ پس فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اسکا سمجھانا ناممکن ہے اسکے سوا ایک اور مشکل درپیش ہے کہ جو کچھہ انسان کو بتایا جاتا ہے وہ ان الفاظ سے تعبیر ہوتا ہے جو انسان کے بول چال مین ہین اور جو چیز کہ انسان نے نہ دیکھی نہ چھوئی نہ چکھی نہ سونگھی نہ قوت سامعہ سے حس کی اسکے لئے کوئی لفظ

† اس مطلب کی صحیح تعبیر یہہ ہے کہ داخل نہین ہوسکتی کیونکہ لاخطر سے خارج ہونا لاخطر مین داخل ہونا ہے اور یہہ آنکہ مدعا کی مخالف ہے اس سے آپکا اپنی کلام کی مطلب کو نہ سمجھنا اور اپنی مافی الضمیر کو صحیح الفاظ سے تعبیر نکر سکنا ثابت ہوتا ہے اسپر نیچریون کا یہہ دعوی کہ ہم بڑے فصیح ہین اور اردو لٹریچر مین بڑے ماہر کمال تعجب کا محل ہے ۔ ۱۲

انسان کی زبان مین نہین ہوتا - اور اسلیئے اس کا تعبیر کرنا گو کہ خدا ہے تعبیر کرنا چاہے محالات سے ہو اسکے سوائے ایک اور سخت مشکل یہ ہے کہ کوئی انسان اُن کیفیات کو بھی جو اس دنیا مین ہین تعبیر نہین کرسکتا کوئی شخص کھٹاس مٹھاس سرد و گرم رنج و راحت کی کچھ بھی کیفیت نہین بتا سکتا یا اسکے لیے دوسرا لفظ بدل دیتا ہے یا کوئی مشابہت اور نظیر اُسکی لاتا ہے جو وہ بھی مثل پہلے کے محتاج بیان ہوتی ہے پس بہشت کی کیفیت یا لذت کا جسکو قرۃ اعین سے تعبیر کیا ہے بیان کرنا گو خدا ہی اُسکا بیان کرنا چاہے محال سے بھی بڑکر محال ہے مگر جبکہ انسان کو ایک بات کے کرنے کو اور ایک بات کے نکرنے کو کہا جاوے تو بالطبع انسان اُسکی منفعت اور مضرت کے جاننے کا خواہان ہوتا ہے اور بغیر جاننے اُسکے کرنے یا نکرنے پر راغب یا متنفر نہین ہوتا اس واسطے ہر ایک پیغمبر کو بلکہ ہر ایک رفارمر یعنے مصلح کو اس منفعت و مضرت کا کسی تمثیل و تشبیہ سے بتانا پڑتا ہے -

قرۃ اعین کی ماہیت یا حقیقت یا کیفیت یا اصلیت کا بتانا تو محالات سے ہے اسلیئے انبیا نے اُن راحتون اور لذتون یا رنج اور تکلیفون کو جو انسان کے خیال مین ایسی ہین جو اُن سے زیادہ نہین ہوسکتین بطور جزا و سزا اُن افعال کے بیان کیا ہے اور غرض اس سے بعینہٖ وہی اشیا نہین ہین بلکہ جو رنج و راحت لذت و کلفت اُن سے حاصل ہوتی ہے اس کیفیت قرۃ اعین سے تشبیہاً بیان کرنا مقصود ہوتا ہے گو وہ تشبیہ کیسی ہی ادنی اور ناچیز ہو -

موسیٰ نے اُس قرۃ اعین کو اولاد پیدا ہونے منیہ برسنے رزق کے فراہم ہونے دشمنون پر غلبہ پانے اور اس کلفت کو اولاد کے مرنے قحط پڑنے وبا پھیلنے شکست کھانے کی کیفیت کی تشبیہ مین بیان کیا یہہ تشبیہین اگرچہ بنی اسرائیل کے دل پر بہت مؤثر تھین مگر درحقیقت ایسی نہ تھین کہ جو تمام انسانون کی طبیعت پر حاوی ہون محمد مصطفےٰ نے اُسکو ایسی تشبیہون مین بیان کیا ہے کہ تمام انسانون کی طبیعتون پر حاوی ہین اور کل انسانون کی خلقت اور جبلت کی نہایت ہی مناسب ہین تمام انسانون کی خواہ وہ سرد ملک کے رہنے والے ہون خواہ گرم ملک کے مکان کی آراستگی مکان خوبی باغ کی خوشنمائی بہتے پانی کی دلربائی سیون کی نرد نازکی سب کے دل پر ایک عجیب کیفیت

† اصل تفسیر مین ایسا ہے فراغ غین سے ہے - شاید صحیح لفظ فسراخ حاء سے ہو - ۱۲

پیدا کرتی ہے اسکو سوائے حسن یعنے خوبصورتی سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی ہے خصوصاً جبکہ وہ انسان مین ہو اور اس سے بھی زیادہ جبکہ وہ عورت مین ہو۔ پس بہشت کی قرۃ العین کو ان فطرتی راحتون کی کیفیات کی تشبیہ مین اور دوزخ کے مصایب کو آگ مین جلنے اور لہو پیپ پلائی جانے اور رتھور کھلائی جانے کی تمثیل مین بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دل مین یہہ خیال پیدا ہو کہ بڑی سے بڑی راحت و لذت یا سخت سے سخت عذاب وہان موجود ہے اور درحقیقت جو لذت و راحت یا رنج و کلفت وہان ہے انکو اس سے کچھہ بھی مناسبت نہین ہے یہہ تو صرف ایک اعلی راحت و احتظاظ یا رنج و کلفت کا خیال پیدا کرنیکو اس پیرایہ مین جسمین انسان اعلی سے اعلی احتظاظ و رنج کو خیال کرسکتا تھا بیان کیا ہے۔ یہہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اسمین سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہین باغ مین مناداب و سرسبز درخت ہین دودھ و شراب و شہد کی ندیان بہہ رہی ہین ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی و ساقنین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہان گہوسنین پہنتے ہین شراب پلا رہی ہین ایک جنتی ایک حور کے گلے مین ہاتھہ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے۔ کوئی کسی کو نہ مین کچھہ کر رہا ہے۔ کوئی کسی کو نہ مین کچھہ ایسا بیہودہ پن ہے جسپر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہین"۔ اور تہذیب الاخلاق ۱۰ عدد کی ۱۱ نمبر مین بضمن مضمون دافع البہتان آپنے فرمایا ہے "جناب سید الحاج کے نزدیک اگر حور کی یہی حقیقت ہے جیسکہ ایک خوبصورت رنڈی اور غلمان کی یہہ حقیقت ہے جیسکہ ایک خوبصورت لونڈا تو بلاشبہ مین کہتا ہون کہ اس حقیقت پر وہ محمول نہین"۔

راقم کہتا ہے جو کچھہ امام صاحب نے بہشت کی نسبت فرمایا ہے۔ اور جن نعیم و لذات کو جناب خاطب نے ہنسی مین اوڑایا ہے وہ سب کے سب بلکہ چند در چند بڑھکر کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین موجود ہین جنکے ماننے اور اعتقاد کرنے مین بجز خدا اور رسول کے کسیکی تعدیم کو دخل نہین ہے

از انجملہ چند نعیم و لذات کو بطور بہشت نمونہ خروارے کے از ہزار نقل کیا جاتا ہے۔ **الف**

تعالے نے بہشت کی مخلوق اور وسیع ہونے کی نسبت فرمایا ہے دوڑو خدا کی مغفرت

سنا بقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض اعدت للذین امنو باللہ ورسلہ حدید ۳

اور بہشت کیطرف جسکی فراخی آسمان کیسی ہے جو خدا اور رسول پر ایمان لانے والون کے لیو تیار ہے۔

یہان نفس فراخی مین تشبیہ ہے نہ مقدار فراخی مین اسلئے کہ مقدار بہشت بہ نسبت آسمان بدرجہا بڑھکر ہے چنانچہ نصوص آیندہ سے معلوم ہوتا ہے اور جو نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت آسمانون پر ہے اس سے صرف جہت اور مکان بہشت کا بیان مقصود ہے نہ یہہ کہ بہشت آسمان مین محدود ہے اور آسمان اسپر محیط ہے آنحضرت صلعم سے ابوہریرہ نے پوچھا کہ بہشت کس چیز سے

عن ابی ہریرۃ قال یا رسول اللہ صلعم ما خلق الخلق قال من الماء قلت الجنۃ ما بنائہا قال لبنۃ من فضۃ ولبنۃ من ذہب وملاطہا المسک الاذفر وحصبائہا اللؤلو والیاقوت وترابہا الزعفران من یدخلہا ینعم ولا یبأس ویخلد ولا یموت ولا یبلی ثیابہم ولا یفنی شبابہم۔ رواہ الترمذی۔

بنی ہوئی ہے آپ نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ایک سونے کی اور اسکا گارا کستوری ہے خوشبودار اور اوسکے کنکر موتی و یاقوت ہین اور مٹی زعفران ہے جو اسمین داخل ہوگا خوش رہیگا غمناک نہوگا ہمیشہ رہیگا مریگا نہیگا نہ انکے کپڑے پرانے ہونگے نہ جوانی فنا رہوگی۔

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے بہشت مین سو درجے ہین ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک

ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ بین کل درجۃ مثل الہبیز السماء والارض رواہ الترمذی۔

اسقدر فاصلہ ہے جیسے زمین و آسمان مین فاصلہ ہے۔

اور اللہ تعالے نے بہشت کے آسمانون پر ہونے کے بیان مین فرمایا ہے کہ محمد رسول

ولقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی عندہا جنۃ المأوی۔ سورہ نجم ع (۱)

صلعم نے جبرائیل علیہ السلام کو اور دفعہ بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہی کے پاس جنۃ المأوی ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث معراج مین (جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہے) سدرۃ

المنتہی کا ٹھکانا ساتوین آسمان کے اوپر بتایا ہے اور اسکے بعد بہشت مین جانا بیان فرمایا۔

اور اللہ تعالی نے بہشت کے دروازون کی نسبت فرمایا ہے کہ جب پر ہیزگار

حتی اذا جاؤھا وفتحت ابوابہا۔ زمر ۸۶

جماعتین بنکر بہشت کو آوینگے اور دروازے کھولی جاوینگی

جنات عدن مفتحۃ لہم الابواب سورہ ص ۴۴

اور فرمایا کہ انکی رہنے کی بہشت تنکے دروازہ انکو لئے کھلی ہوگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے دروازے کی دو جانبون مین اسی وسعت ہوگی

قال رسول اللہ صلعم ان مابین مصراعین من مصاریع الجنۃ کما بین مکۃ وہجر۔ رواہ الشیخان

جیسے مکہ اور ہجر مین۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول من یحرک حلقۃ الجنۃ رواہ الترمذی وفی روایۃ فاخذ بحلقۃ باب الجنۃ فاقعقعہا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازونکی حلقہ (کڑا یا کنڈی) ہونے کا بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ سب سے پہلے حلقہ دروازہ بہشت کو مین ہلاؤنگا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب باب منہا لیسلی الریان لا یدخلہا الا الصائمون رواہ الشیخان۔

اور آنحضرت صلعم نے ان دروازونکا عدد بھی بتایا ہے ایک حدیث مین آیا ہے کہ بہشت کی آٹھ دروازہ ہین ازانجملہ ایک دروازہ ہی ایسی ہے جس مین سے روزہ دارونکے سوا کوئی داخل نہوگا

لکن الذین اتقوا ربہم لہم غرف من فوقہا غرف مبنیۃ۔ سورہ زمر ۴۴۔

اور اللہ تعالے نے بہشت کے بالاخانونکی نسبت فرمایا ہے۔

پر ہیزگارون کے لئے بالاخانے ہین انکے اوپر بالاخانے بنے ہوئے۔

عن ابی سعید ان اہل الجنۃ یتراؤن اہل الغرف من فوقہم کما تتراؤن الکوکب الدری الغابر فی الافق رواہ الشیخان۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اہل بہشت (یعنی جو کم درجہ ہین) انجو اوپر بالاخانہ والون کو ایسا دیکھینگے جیسے افق آسمان مین ستارونکو دیکھتے ہین۔

ان فی الجنۃ لغرفا یرے ظہورہا من بطونہا وبطونہا من ظہورہا۔

اور ایک حدیث فرمایا بہشت مین ایسے بالاخانے ہین جنکا اندر سے باہر نظر آتا ہے اور باہر سے اندر۔

ان للمومن فی الجنۃ لخیمۃ من لولوۃ مجوفۃ طولہا ستون میلا للمومن فیہا اہلون یطوف علیہم المومن فلا یری بعضہم بعضا - رواہ الشیخان

اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ مومن کے لئے ایک موتی کا خیمہ ہوگا جسکا طول ساٹھ میل ہوگا اسمین مومن کے اہل بیت ہونگی جو ایک دوسرے کو نہ دیکھینگے

اور اللہ تعالے نے بہشت کی درختون اور سایون اور میون کی نسبت فرمایا کہ

واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین فی سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب وفاکہۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ - سورہ واقعہ ۲۶

فیہما فاکہۃ ونخل ورمان - سورہ رحمان ۶۴

ودانیۃ علیہم ظلالہا وذللت قطوفہا تذلیلا - سورہ دہر ۱۶

فیہما من کل فاکہۃ زوجان - رحمن ۶۴

ولہم فیہا من کل الثمرات سورہ محمد ع ۲

کہ وہان بیڑہ کی کتاب والے نی خار بیری کا اور توبہ کیلے اور دراز سایہ اور گرتے ہوئے پانی اور بہت میون مین ہونگی کہ جو نہ تمام ہونگی اور نہ روکی جاوینگی - انکے لئے اُن باغون مین میوے - اور کھجورین اور انار ہونگے - اور فرمایا اُنمین میوہ دار درختون کی شاخین جھکی ہونگی -

اور فرمایا ان باغون مین ہر میوہ سے دو قسم ہونگی - انکے لئے ہر قسم کے میوہ ہونگے -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہشت مین ایسا درخت ہے جسکے سایہ مین سو برس تک سوار چلتا رہے تو اسکو تمام نکرے - چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو وظل ممدود -

عن ابی ہریرۃ ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب فی ظلہا مائۃ عام لا یقطعہا واقرءوا ان شئتم وظل ممدود - رواہ الشیخان -

اللہ تعالی نے بہشت کی چشمی اور نہرون کی نسبت فرمایا ہے بہشتیون کی

حیات عدن تجری من تحتہا الانہار - بقرہ ۳۶

مثل الجنۃ التی وعد المتقون فیہا انہار من ماء غیر آسن وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ وانہار من خمر لذۃ للشاربین وانہار من عسل مصفی - ولہم فیہا من کل الثمرات ومغفرۃ من ربہم - سورہ محمد -

نہرین بہتی جاری ہونگی - اور فرمایا اہل بہشت کو جسکا پرہیزگارون کو وعدہ دیا گیا ہے صفت اور حال یہ ہے کہ اسمین کئی نہرین پانی کی ہین جو کبھی نہ سڑے اور کئی نہرین دودہ کی ہین جسکا ذائقہ نہ بدلے - اور کئی نہرین شراب کی ہین

جو پینے والوں کو لذت دین اور کئی نہرین شہد خالص کی ہین اور اُنکو ان باغون مین ہر قسم کے میوے اور خدا کیطرف سے بخشش ہے۔

انا اعطیناک الکوثر۔ سورہ کوثر۔	اور فرمایا ہمنے تجھے کوثر عطا فرمایا۔
عن انس رض قال سئل رسول اللہ صلعم ما الکوثر قال ذلک نہر اعطانیہ اللہ یعنی فی الجنۃ اشد بیاضا من اللبن واحلی من العسل رواہ الترمذی وفی روایۃ البخاری بینا انا اسیر فی الجنۃ اذا انا بنہر حافتاہ قباب الدر المجوف قلت ما ہذا یا جبرئیل قال ہذا الکوثر الذی اعطاک ربک فاذا طینہ مسک اذفر	آنحضرت صلعم نے کوثر کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ وہ نہر ہے جسکا خدا نے مجھہ سے وعدہ کیا ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھی۔ اور فرمایا اسکے دونون کنارے موتیون کے ہین اور اسکا کیچڑ کستوری۔

اور اللہ تعالی نے بہشتیون کو کھانے پینے فرش لباس زیور خادمون وغلامون کی نسبت فرمایا ہے دینے والے تہ کی کتاب والے

فہو فی عیشۃ راضیۃ فی جنۃ عالیۃ قطوفہا دانیۃ کلوا واشربوا ہنیئا۔ سورہ مرسلات ع ۱۴	اچھی عیش مین ہونگے۔ اونچے باغون مین جنکے خوشے جھکے ہوئے ہونگے انکو کہا جاویگا کہاؤ اور پیو خوش آؤ۔

اور فرمایا سابقین ومقربین (سونے سے) بنے ہوئے تختون پر تکیہ لگاکر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے

علی سرر موضونۃ متکئین علیہا متقابلین یطوف علیہم ولدان مخلدون باکواب وابارین وکاس من معین لا یصدعون عنہا ولا ینزفون وفاکہۃ مما یتخیرون ولحم طیر مما یشتہون۔ الواقعہ ع ۱	انکے ارگرد لڑکے ہمیشہ رہنے والے پھرینگے انجوے اور کوزہ لیکر شراب جاری سے جس سے نہ انکے سر درد کرینگے نہ وہ بیہوش ہونگے اور میوے جو وہ پسند کرینگے۔ اور جانورونکے گوشت جو چاہینگے لینگے جنمین نہ بیہودگی ہوگی نہ گناہ کی بات انکے آگے بیچھے سے غلام پھرینگے کہ وہ گویا موتی ہین چھپاکر رکھے ہوئے۔
ینزعون فیہا کاسا لا لغو فیہا ولا تاثیم ویطوف علیہم غلمان لہم کانہم لؤلؤ مکنون طور ع ۱	

یطوف علیہم ولدان مخلدون اذا رایتہم حسبتہم لؤلؤ منثورا۔ دہر ۱۹

ویطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب وفیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین۔ زخرف ۷۱

اور فرمایا انہیں لڑکے ہمیشہ رہنے والے پھریں گے انکو تو دیکھے تو بکھرے ہوئے موتی خیال کرے۔

اور فرمایا انہیں سونے کے طباق اور آبخورہ لیے پھریں گے اور ہمیں جو چاہیں اور جس سے آنکھیں لذت پاویں

اور فرمایا انہیں چاندی کے برتن اور آبخورے لیے پھریں گے (جو صفائی میں) شیشے ہونگے چاندی کے شیشے اسی مقدار و اندازہ کے کہ وہ پی سکیں۔

ویطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریرا قواریرا من فضۃ قدروہا تقدیرا۔ دہر ۱۶

ان اہل الجنۃ یاکلون ویشربون ولا یتغلون ولا یمتخطون ولا یبولون ولا یتغوطون ولا یتمخطون قالوا فما بال الطعام قال جشاء ورشح کرشح المسک رواہ مسلم۔

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اہل جنت کھائینگے اور پینگے اور وہ بول براز اور تھوک ریٹھ کے محتاج نہونگے کسیکے دل میں یہ سوال اللہ کہانا کا کیا حال ہے اسکا فضلہ کیونکر خارج ہوگا۔ آپنے فرمایا آروغ سے اور عرق سے جسکی خوشبو کستوری کی سی ہوگی۔

اور اللہ تعالے نے فرمایا انہیں کپڑے ہونگے باریک ریشم سبز کے اور گہاڑے ریشم کے اور وہ کنگن چاندی کے پہنائی جائینگی۔

علیہم ثیاب سندس من خضر واستبرق۔ وحلوا اساور من فضۃ۔ دہر ۲۱

یحلون فیہا من اساور من ذہب ویلبسون ثیابا خضرا من سندس واستبرق متکئین فیہا علی الارائک (کہف ۳۱)

متکئین علی فرش بطائنہا من استبرق۔ رحمن

متکئین علی رفرف خضر وعبقری حسان۔ رحمن۔

نمارق مصفوفۃ وزرابی مبثوثۃ۔ غاشیہ۔

اور فرمایا وہ سونے کے بھی کنگن پہنائی جاویگی

اور لباس سبز ریشم پتلے اور گاڑھے کا پہنینگے تکیہ لگائی ہوئی۔ اور فرمایا وہ ایسے فرشوں پر تکیہ لگائی ہوئی بیٹھینگے جنکا استر گاڑھا ریشم ہوگا۔

اور فرمایا کہ وہ سبز قالینوں اور عمدہ بساطوں پر تکیہ کئی ہونگے۔ اور فرمایا کہ اون باغوں میں تکیہ بچھی ہوئی ہونگے اور فرش بکھرے ہوئے۔

اور اللہ تعالے نے اہل جنت کی بیویون اور حورون کے بیان مین فرمایا ہے کہ انکے لئے وہان پاک بیویان ہونگی - اور فرمایا ہمنے بڑی بڑی آنکھون والی حورون سے انکی نکاح کردی ہین

ولہم فیہا ازواج مطہرۃ وہم فیہا خالدون بقرہ ۳۴
وزوجناہم بحور عین - دخان ۳۴

اور فرمایا اُن باغون مین ایسی عورتین ہین جو اپنے خاوند کے سوائے کہین نہ دیکھینگی - انکے خاوندون سے پہلے نہ کسی انسان نے انسے صحبت کی ہوگی نہ کسی جن نے

فیہن قاصرات الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان رحمن
کانہن الیاقوت والمرجان - رحمن ۳۴

وہ ایسی خوبصورت ہونگی جیسی یاقوت و مونگے

وانشانا ہن انشاء فجعلناہن ابکارا عربا
اترابا لاصحاب الیمین - (واقعہ ۱۶)

اور فرمایا ہے وہ کواریان اور خاوندونکو پیاریان اور ہم عمر بنائین ہین -

ان للمتقین مفازا حدائق واعنابا وکواعب
اترابا - (النبا ۱۶)

اور فرمایا ہے پرہیزگارون کے لئے مراد کو پانا ہے باغ اور انگور اور ہم سن عورتین اُبھری چھاتیان والی -

قال رسول اللہ صلعم ولو ان امرۃ من نساء اہل
الجنۃ اطلعت علی الارض لاضاءت ما بینہما ولملات
ما بینہما ریحا ولنصیفہا یعنی الخمار خیر من الدنیا
وما فیہا - رواہ البخاری -

انحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر اہل جنت کی کوئی عورت دنیا کیطرف نگاہ کرے تو آسمان و زمین کو روشن کردے اور خوشبو سے بھردے اور اوڑھنی تمام دنیا سے بہتر ہے -

اور ایک حدیث مین ارشاد ہوا ہے کہ پہلے جماعت جو بہشت مین داخل ہوگی چاندکی صورت ہوگی

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول صلعم اول زمرۃ
تلج الجنۃ صورہم علی صورۃ القمر لیلۃ البدر
لا یبصقون ولا یتمخطون ولا یتغوطون آنیتہم
من الذہب والفضۃ ومجامرہم الالوۃ ورشحہم
المسک لکل واحد منہم زوجتان یری مخ
سوقہما من وراء اللحم رواہ الشیخان -

تھوکینگی نہ پاخانہ جائینگے انکے برتن سونے اور چاندی کے ہونگے اور کنگھیان سونے چاندی کی اور جلانے کی انگیٹھیان عود کی اور انکا پسینا کستوری ہر ایک کے لئے دو بیویان ہونگی جنکے پنڈلے کا ہیجا گوشت کے باہر سے نظر آویگا -

نمبر ششم **جلد سوم**

وفی روایۃ للترمذی اکلل جل منہم روجتان من الحور العین وان ادنی منہم لمن لہ مائۃ خادم وسبعون زوجۃ سبعون حلۃ یرے مخ سوقہا من وراءہا۔ قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔

ایک حدیث مین ہے کہ اُن پر شتر چلے ہونگے اونکے نیچے سے اونکے پنڈلیون کا بھیجا نظر آئیگا۔

اسی مضمون کی بیسیون آیتین۔ اور صدہا حدیثین اور ہین جنمین بہشت کے نعیم ولذات ہی تشریح وتفصیل سے وارد ہین جنکے مسلمان معتقد ہین اور بالبداہت جہاں تفصیل کے ورود سے سکوت ہے **اب رہی یہہ بات** کہ ان چیزون کے وجود سے وجود خارجی وذاتی مراد ہے جیسا کہ امام غزالی اور روسے زمین کے مسلمان زمانہ رسالت سے لیکر اب تک اعتقاد کیے ہین۔ یا وجود تشبیہی مراد ہے جیسا کہ آپ بتقلید کفار فلاسفہ قرار دیتے ہین سو جواب مین ہم اپنا فیصلہ تو ظاہر کرینگے جہان آپنے امام کی بحث تکفیر وقائلون تاویل پر تکفیر کی ہے۔ اس مقام مین اسقدر کہا جاتا ہے کہ ان اشیاء کی خارجی وذاتی وجود ہونے پر دو دلیلین قائم ہین۔ ایک یہہ کہ وجود ذاتی وجود اشیاء کا پہلا مرتبہ ہے اور اشیاء کا مدار اسی پر ہے وہی وجود ذاتی ہے پس جب تک کہ کوئی دلیل قطعی اس وجود کے محال ومنتفی ہونے پر قائم ہو جب تک اس وجود ذاتی سے انکار وانحراف اور دوسرے وجود تشبیہی یا عقلی کی تجویز جائز نہین ہے۔ یہہ ایسا قانون ہے کہ آپکے **ثانی اثنین** مصداق **لحمک لحمی** جناب مولوی **مہدی علی** صاحب نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے۔ اور آپ نے اسکو **تہذیب الاخلاق** شہ ہجری کے سالوین نمبر صہ۳۵ مین شائع کیا ہے اور پھر آٹھوین نمبر مین خود اسکو تصدیق کیا۔ چنانچہ اصل قول مولوی مہدی علی صاحب اور جواب کا اس پورے فیصلہ کے ذیل مین نقل کیا جائیگا۔

بنا بر علیہ کہا جاتا ہے کہ ان اشیاء کے وجود ذاتی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہین ہے۔ بلکہ اسکا ممکن ہونا۔ اور خدا کی قدرت مین داخل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ اسکا ثبوت بھی عنقریب آتا ہے لہذا اسی وجود ذاتی پر ان اشیاء کا حمل کرنا واجب ہے اور یہی حق پر اور تحقیق ہے۔

دلیل دوم یہہ کہ الفاظ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کے وہی معنے لینے ضرور ہین جو عموماً عرب عرباء اور خصوصاً مخاطبین قرآن نے وقت نزول قرآن سمجھے ہین - اسبات کو آپ نے **تہذیب الاخلاق** کے **پانچوین نمبر** مین تسلیم کیا ہے اور اس سے بزعم خود آسمان کا اون معنے کر جسمانی ہونا جو فلاسفہ یونان نے قرار دیا ہے باطل کیا ہے - چنانچہ اس پرچہ کے صہ۷ مین آپ نے فرمایا ہے دوسری یہہ کہ الفاظ قرآن مجید کے وہی معنے لینگے جو ان پڑھ اہل عرب انکے معنے حقیقی یا مجازی موافق اپنے بول چال کے سمجھتے تھے نہ وہ کہ کسی علم کے عالمون نے بموجب اپنے اصطلاح کے قرار دی ہین کیونکہ خود خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہٖ - پھر اسکے بعد صہ۷۲ مین فرماتے ہین "قاموس مین ہے السماء معروف یعنے آسمان وہ ہے جسکو سب جانتے ہین پس ب ہم پوچھتے ہین کہ وہ کیا چیز ہے جسکو سب آسمان جانتے تھے یا جانتے ہین کیا اس نیلی یا سبز چیز کے جو ہمکو دکہلائی دیتی ہے اور کسی چیز کو کوئی شخص (بشرطیکہ وہ مولوی نہو) نہ آسمان جانتا تہا اور نہ آسمان جانتا ہے یہی نیلی یا سبز چیز جو ہمکو دکہائی دیتی ہے سما کا مسمی سمجھا جاتا ہے"۔

اور عرب عرباء نے (جو قرآن مجید وحدیث شریف کے اول مخاطب تھے) ان الفاظ کے جو نعیم جنت مین وارد ہین وہی معنے سمجھے ہین جو ان الفاظ کے معنے حقیقی ہین اور خارج مین بذات خود موجود ہین وہی وہ چیزین ہین جو دنیا مین کیلے سے یہی کیلا جو کہاتے ہین گہوڑے سے یہی گہوڑا جسپر سوار ہوتے ہین وعلی ہذا القیاس

وعن بریدۃ رضہ قال سال رجل رسول اللہ صلعم فقال ہل فی الجنۃ خیل قال ان اللہ ادخلک الجنۃ فلا تشاء ان تحمل فیہا علی فرس من یاقوتۃ حمراء تطیر بک فی الجنۃ حیث شئت الا کان فقال آخر ہل فی الجنۃ من ابل قال ان یدخلک الجنۃ یکن لک فیہا ما اشتہت نفسک ولذت عینک۔

ایک اعرابی کو گہوڑے کا شوق تہا اسنے (اسی سمجھ اور خیال مین کہ بہشت مین دنیا کی چیزین بوجود ذاتی موجود ہوتی ہین) آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ بہشت مین گہوڑا ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر بہشت مین بہشت مین سرخ یاقوت کا گہوڑا ہوگا جہان تو چاہیگا تجھے اوڑا کر لیجائیگا۔

پھر ایک اور اعرابی نے اسی خیال پر پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں اونٹ بھی ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا جسے خدا تعالے نے بہشت داخل کیا تو جو کچھ چاہیگا پاویگا۔

وعن ابی ہریرۃ ان النبی صلعم کان یتحدث وعندہ رجل من اہل البادیۃ ان رجلا من اہل الجنۃ استاذن ربہ فی الزرع فقال لہ الست فیما شئت قال بلی ولکنی احب ان ازرع فبذر فبادر الطرف نباتہ واستواءہ واستحصادہ فکان امثال الجبال فیقول اللہ تعالے دونک یا ابن آدم فانہ لا یشبعک شیء فقال الاعرابی واللہ لا تجدہ الا قرشیا او انصاریا فانہم اصحاب زرع واما نحن فلسنا باصحاب زرع فضحک رسول اللہ صلعم

ایک اور اعرابی کے پاس تو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہشتی کے کھیتی کی درخواست کرنے کا ذکر کیا تو اس نے کہا ہے کے وہی مجھے جو دنیا میں ہے جاتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ یا رسول اللہ یہ شخص بہشت میں کھیتی کی درخواست کرنے والا کوئی قریشی یا انصاری ہوگا جو کھیتی کرتے ہیں ہم تو کھیتی کرنے والے نہیں ہیں۔

اور کسی عربی یا اعرابی نے (جنکے سامنے قرآن مجید نازل ہوا) ان الفاظ سے بجز انکے معانی حقیقی اور وجود ذاتی کے اور معنے عقلی یا شبہی کو مراد نہیں سمجھا ہے۔ تو انہی لوگوں نے سمجھا ہے جو اسلام میں داخل ہوکر کفریات فلاسفہ کے معتقد ہیں اور انہی اعتقادات کفریہ کے بنا پر حقیقت حشر و نشر حساب کتاب و ثواب و عذاب سے منکر ہیں وہی لوگ فلسفی مولویت کے اقتضاء سے ان اشیاء کے وجود ذاتی کو محال سمجھے ہیں۔ اور بناء علیہ انکے وجود شبہی تجویز کرتے ہیں۔ اگرچہ مخاطب یا انکے حوار یین کو انکے خلاف کا دعوی ہے تو کسی عربی یا اعرابی سے (بشرطیکہ وہ فلسفی مولوی نہو) بنقل صحیح ثابت کریں کہ اسنے ان الفاظ سے معانی مجازی کو مراد سمجھا ہے۔ اور انکے وجود کو وجود شبہی قرار دیا ہے اور اگر ایسا ثابت پر قادر نہو تو بنا بر فہم عرب عربا ان اشیاء کے وجود ذاتی کو مان لیں اور اپنے ہی اصول کے رد سے اپنی بات کو غلط جان لیں۔

پھر لیں ان اشیاء کے وجود ذاتی کا فی الجملہ **اثبات** ہے **اب** انکے **خلاف** (صرف وجود شبہی

کی تجویز) کا ابطال کیا جاتا ہے۔

جناب مخاطب نے وجود ذاتی کی نفی اور وجود شبہی کے اثبات پر دو دلیلین قایم کی ہین

ایک دلیل نقلی جسکا حاصل یہہ ہے کہ خدا اور رسولؐ نے صاف فرمادیا ہے کہ بہشت کی نعمتین ایسی ہین جنکو کوئی شخص نہین جانتا نہ کسی آنکھ نے انکو دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ کسیکے دل پر انکا خیال گذرا اور یہہ کہنا صرف کیفیت رحمت کی نسبت صحیح ہے جو نہ حواس مین آسکتی ہے نہ کسی لفظ سے بتائی جاسکتے ہے اگرچہ خود خدا تعالے بتانا چاہے۔ ان ظاہری اشیاء دودہ شہد پانی وغیرہ کی نسبت یہہ کہنا ہرگز صحیح نہین ہے اسلیئے کہ ان چیزون کو سب کوئی جانتا ہے اور دیکھا ہے اور سنا ہے اگر کہو کہ بہشت کی نعمتین ایسی عمدہ ہین جو کسی نے نہین دیکھی اور نہ سنین تو کہا جاویگا کہ فرض کیا وہ نعمتین دیکھی سنی نہین ہین مگر وہ خیال مین آسکتی ہین جہانتک انکو ترقی دیجاوے دل مین انکا خیال گذر سکتا ہے مگر بہشت کے نعمتون کی نسبت تو کہا گیا ہے کہ وہ کسی دل پر بھی نہین گذری ہین۔

دوسری دلیل عقلی جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ بہشت مین عورتون کا ہونا اور مردون کا انسے مباشرت کرنا خرابی (یعنے شہوانیہ ویسی حیوانی) ہے۔ پس اگر یہہ باتین وہان ہین تو ہماری خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہین۔

اور یہہ **دونون** دلیلین سراسر **باطل ہین** اور مغالطہ مفحکہ پر مبنی ہے۔

ابطال دلیل اول یہہ ہے کہ نعمات جنت کو کسیکا نہ جاننا اور نہ دیکھنا اور نہ سننا اس معنے کر ہے کہ نعمات جنت نعمات دنیا کی نسبت اعلی درجہ پر ہین جو انکا نام اور صورت مین اشتراک ہے مگر پوری حقیقت اور کیفیت مین نہایت فرق ہے بہشت کا دودہ ایسا ہے دودہ ہے جو دنیا مین پیتے ہین اور ایسا ہی کلام دیتا ہے جو دنیا کا دودہ کام دیتا ہے مگر اسکی لذت اور کیفیت مین نہایت فرق ہے بہشت کی شراب ایسی ہے کچھ ہی جیسی دنیا مین پی جاتی ہے مگر اسکی کیفیات مین نہایت فرق ہے۔

اس شراب دنیاوی مین نشہ ہے اُس اُخروی مین نہین ہے۔ اسکے پینے سے سر درد ہوتا ہے۔ انکے پینے

سے نہیں ہوتا - اس سے بیہوشی ہو جاتی ہے اور بکواس مُنہ سے نکلتی ہے وعلے ہذا القیاس -
اسی نظر سے ارشاد ہوا ہے کہ وہ وہ - ستہد - حور قصور وغیرہ نعمتیں جو تمنے دیکھی یا سنی یا خیال میں جما
رکھی ہیں بہشت میں ایسی نعمتیں نہیں ہیں بلکہ اُنسے بدرجہا بڑھکر ہیں جو تمہارے دیکھنے سننے میں کبھی
نہیں آئی - اور نہ کبھی خیال میں گذری ہیں -

اور جو اسپر آپنے **اعتراض** کیا ہے کہ عدمی صفت کو جہانتک ترقی دیتی جاؤ انسان کے دل میں اسکا
خیال گذر سکتا ہے پھر کیون کہا کہ وہ کسیکے دل پر نہیں گذریں - اسکا **جواب** یہ ہے کہ ان
نعمتون کی خیال میں گذر سکنے کی تو قرآن وحدیث میں **بتنی** ہے - **لیکن** اُنکے خیال میں گذرنے
کی نفی کی ہے سو اسکی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کو انسان خود دیکھہ نہیں لیتا یا اسکی پوری کیفیت وصورت
سُن نہیں لیتا اسکا پورا نقشہ بقیاس مشابون اور نظیرون کے اپنے خیال میں نہیں جما لیتا -
مثلاً ایک شخص نے شہر لنڈن نہیں دیکھا اور اسکے نظائر ہزارون شہر وعمارتیں دیکھی ہیں
وہ شخص خواہ کتنا ہی خیال دوڑاوے اور لنڈن کے عمارت ومکانات کو کلکتہ یا بمبئی کے انگریزی
عمارات ومکانات پر قیاس کرے تو بھی اسکا اصلی اور پورا نقشہ اسکے دل پر نہیں جمتا -
بنا علیہ اسکو کہا جا سکتا ہے کہ لنڈن ایسا شہر ہے کہ تیرے خیال میں کبھی نہیں گذرا - اس سے یہ کوئی
نہیں سمجھہ سکتا کہ لنڈن کا وجود ذاتی نہیں یا اُسکا ایسا وجود ہے جو خیال میں نہیں آسکتا -
ایسا ہی نعیم جنت کی نسبت اسبات کے کہنے سے ثابت نہیں ہوتا کہ نعیم جنت کا وجود ذاتی نہیں
بادہ ایسا وجود ہے جو کسیکے خیال میں آ ہی نہیں سکتا -

ابطال دلیل دوم - یہہ دلیل آپنے یہود ونصاری وغیرہ کفارسے اقتباس کی ہے اگر وہ لوگ
مسلمانون کو ایسی باتیں کہا کرتے کہ بہشت میں ایک مرد کے لئے متعدد عورتیں ہیں تو چاہیے
کہ ایک عورت کے لئے بھی کئی مرد ہون - اب آپ اُنکے نائب بنے ہیں اور وہی باتیں کرنے لگے ہیں
کہ بہشت میں عورتون کا ہونا اور مردون کا اُنسے مباشرت کرنا خرابی وعیب ہے
اسکے جواب میں مختصر آگذارش ہے کہ اگر مردون کی دنیوی عورتون سے مصاحبت ومباشرت کو تم

خرابا تی و بے حیائی قرار دیتے ہین تو اس قسم کی خرابا تی کے بہشت مین موجود ہونے کے مسلمان قائل نہین ہین بلکہ اون عورتون سے مردون کی معاشرت کے مسلمان قائل و معتقد ہین جو انکے ازواج ہونگے دنیا کی منکوحہ ہون خواہ بہشت کی حورین چنانچہ قرآن و حدیث مین متعدد نصوص مین ان عورتون کی نسبت لفظ ازواج آچکا ہے جیسے ہم وازواجہم فی ظلال علی الارائک متکئون - ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم - وزوجنا ہم بحور عین وامثال ذلک -

اور اگر آپنی ازواج سے معاشرت کو بھی آپ خرابا تی و بے حیائی مین داخل کرتے ہین تو اسمیز نیچر اور شریعت دونون کے مخالف ہین نیچر اور شریعت دونون نے اس معاشرت کو جائز و مباح بلکہ واجب کر دیا ہے اور قیام سلسلہ نیچر بنے آدم اکثر حیوانات اسی پر موقوف ٹھہرایا ہے اگر یہ خرابا تی (بزعم جناب) عمل مین نہ آتی تو کوئی چیز دنیا کی (جیکا توالد و تناسل اسی خرابا تی سے ہے) وجود مین نہ آتی - نہ کوئی مہذب پیدا ہوتا نہ کوئی روفارمر نہ کوئی فلاسفر نیچر کا ناظر - پس ایسی چیز کو جو اصل بقا سلسلہ نبی آدم وغیرہ حیوانات ہے خرابا تی مین داخل کرنا اور بہشت مین اسکی تجویز کو بے حیائے قرار دینا اون لوگون سے کب زیبا ہے جنکا وجود اسی سے ہے -

جو لوگ بہشت کو رنڈیون کا چکلہ بتاتے ہین وہ اسبات مین غور فرماوین اور خوب سوچ کر بتاوین کہ وہ بہشت کو کن معنے کر چکلہ کہتے ہین - اگر وہ کسی سے یہہ بات سنکر جسنے کہا ہے کہ بہشت مین اجنبی عورتون سے مصاحبت و معاشرت کے مسلمان قائل ہین اور یہہ سنکر وہ بہشت کو چکلہ کہنے لگے ہین تو وہ اسبات کو اقرار بمجہین اور اس طعن سے باز آوین اسبات کا کوئی مسلمان قائل نہین اور نہ اسلام مین اسکا ذکر ہے اور اگر ازواج سے معاشرت کو بھی وہ چکلے والون کا فعل ثابت کرتے ہین تو اسمین وہ اپنی ہی گریبان مین منہہ ڈال کر دیکھین پھر اگر وہ اپنے ہی باپ مین یہہ امر پاوین اور نیچر کو بھی اسکے موافق دیکھین تو اسکو چکلے والون کا فعل کہنے سے شرماوین -

انزا ایبل صاحب بہادر اور انکے ہم خیال و ہم مذہب اسبات کو بھی خیال مین لاوین کہ نیچر کے مطابق ہونا تو انکے نزدیک حق کی شرط یا علامت ہے - انکا قول ہے کہ جو اعتقاد یا مذہب نیچر کے مطابق نہین ہے وہ خدا کی طرف سے نہین ہے یہہ بھی انکا قول ہے کہ مذہب خدا کا قول ہے اور نیچر اسکا فعل اور خدا واحد کے قول کا اسکے فعل سے مخالف ہونا جایز نہین ہے - اور جس حالت مین معاشرت ازواج نیچر کے عین مطابق ہے تو پھر اسکا بہشت مین ہونا کیون محل اعتراض و انکار ہے - **اگر وہ** یہہ کہین کہ جواز معاشرت ازواج بحکم نیچر اسی عالم دنیوی سے مخصوص ہے اوس عالم آخروی مین اسکے وجود یا ضرورت پر نیچر کی شہادت یا دلالت نہین ہے **تو کہا جاویگا** کہ اُس عالم اُخروی مین اسکے وجود یا ضرورت پر نیچر کی شہادت یا دلالت نہین ہے تو اسکے عدم یا محال ہونے پر کب اسکی شہادت پائی جاتی ہے - نیچر سے ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ معاشرت ازواج یا اور جسمانی لذات کا عالم اخروی مین ہونا ناممکن و محال ہے پھر پیروان نیچر کس دلیل سے اسکی نفی کرتے ہین اور کیون اسکو محال یا معدوم جانتے ہین - اگر حضرات نیچریہ حشر اجسام کے منکر ہین اور اس عالم اخروی کو محض روحانی بلا تعلق جسمانی خیال کرتے ہین و بنا علیہ لذات جسمانی کو روحانیت کے مخالف سمجھتے ہین تو اس انکار مین بھی وہ کوئی مستند نہین رکھتے - نہ نیچر حشر اجسام کی نفی کرتا ہے نہ عقل اسکو محال جانتی ہے اسباب مین منکرین کا مستند بجز استبعاد اور کچھہ نہین ہے چنانچہ اللہ تعالے نے منکرین قدیم سے یہہ استبعاد نقل کیا ہے اور پھر اسکو خود ہی بدلائل رد کیا ہے اور اسی نیچر کی شہادت سے منکرون کو ملزم کیا ہے جیسا فرمایا ہے کیا انسان (منکر حشر) نے جانا کہ ہمنے اسکو ایک قطرہ سے پیدا کیا اب وہ ہمسے صاف جھگڑتا ہے اور اپنے پہلی پیدایش کو بھول گیا ہے اور یہہ بات بناتا ہے کہ خدا ہمیں

اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین - وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وہی رمیم - قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون	

اولیس الذی خلق السموت والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم - سورہ یس ع ۴

ہڈیون کو کیونکر زندہ کریگا - تو کہدے انکو وہ زندہ کریگا جسنے پہلی بار پیدا کیا ہے - اور وہ سب پیدائش کو جانتا ہے - وہ جو سبز درخت سے آگ نکالتا ہے جس سے تم آگ سُلگا لیتے ہو - کیا جس نے آسمان و زمین پیدا کئے وہ اسپر قادر نہین کہ ویسے پھر پیدا کرے کیون نہین وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے اور خوب جاننے والا - اور فرمایا ہے تم سب کا پیدا کرنا اور اوٹھانا ہمپر ایسا آسان ہے

ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ - لقمان ع ۳

جیسا ایک جان کا پیدا کرنا -

اور فرمایا کیا یہہ لوگ اپنے اوپر آسمان کو نہین دیکھتے ہمنے اسکو کیونکر بنایا اور مزین کیا اسمین کہیں شگاف نہین اور زمین کو پھیلایا اور اسمین پہاڑون کو رکھدیا اور اسمین ہر قسم کی بارونق سبزیان اگائی - سوجہانے اور یاد دلانے کو ان سب بندون کے جو اسکی طرف رجوع رکھتے ہین اور آسمان سے پانی برسایا برکت والا پھر اس سے اگائی باغ اور دانے کٹی کھیتون کی اور لمبے لمبے درخت خرما جنکا گابھا تہ بر تہ ہوتا ہے اپنے بندون کو

اولم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنیناھا وزینھا وما لھا من فروج والارض مددناھا والقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج - تبصرۃ وذکری لکل عبد منیب - ونزلنا من السماء ماء مبارکا فانبتنا بہ جنت وحب الحصید والنخل باسقت لھا طلع نضید رزقا للعباد واحیینا بہ بلدۃ میتا کذالک الخروج - سورہ ق ع ۱ -

کھلانے کے لئے اور اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کیا ایسا ہی تمہارا قبرون سے نکلنا ہے -

اور فرمایا وہ زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو اور زمین کو اسکے مردہ (یعنے خشک) ہوجانے کے بعد جلاتا ہے (یعنے سبز کردیتا ہے) اسیطرح تم سب نکالے جاؤگے -

یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا وکذلک تخرجون - سورہ روم ع ۲

اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے چنانچہ حدیث قدسی مین آیا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا ہے اور یہہ اسکو لایق نہ تھا اسکا جھٹلانا یہہ ہے جو وہ کہتا ہے خدا مجھ دوبارہ نہین اوٹھائیگا جیسے پہلے

قال رسول اللہ صلعم قال اللہ تعالے کذبنی ابن آدم ولم یکن لہ ذلک وشتمنی ولم یکن لہ ذلک

انا نکذبہ ایانی فقول لن یعیدنی کما بدئنی ولیس
اول الخلق بأهون علیّ من اعادتہ۔ رواہ البخاری

پیدا کیا۔ حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا
کرنے سے مجھے سہل نہ تھا۔

کو
اسی مضمون کی اور بہت آیات و احادیث ہیں جنہیں خدا اور رسول نے منکرین حشر اجسام کے تعجب کو
رد کر دیا ہے اور اسی عالم کے حالات سے (جنکو حضرات نیچریہ نیچر سے تعبیر کرتے ہیں) اسکا امکان ثابت کیا ہے
ان آیات اور نیچر میں غور کرنے کے بعد حضرات نیچریہ کا حشر اجسام سے انکار باقی نہ رہیگا اور جب
حشر اجسام کو تسلیم کرلینگے تو نعیم جسمانی بہشت کو بھی ماننا پڑیگا۔ اور اس عالم اخروی کا اور
اس عالم دنیوی کے حالات کو یکساں تسلیم کرنا ضروری ہوگا جب جسم ہوا تو لوازم جسم کھانا
پینا اور لوازم سے معاشرت کرنا اور اسکے اسباب و ذرایع وہ وہ شراب طہور حور قصور
کا وجود ضرور ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ پہلے کافر فلاسفر ان نعمتوں و لذتوں جسمانی کے وہی لوگ منکر رہے ہیں جو حشر
اجسام کے منکر رہتے اور جو حشر اجسام کے قایل ہیں انہوں میں سے ان نعمائے جسمانی کا کوئی منکر
و مکذب نہیں ہے چنانچہ امام غزالی نے رسالہ مضنون بہ علی غیر اہلہ میں فرمایا ہے ان لذت بہشت کے
(جیسے نکاح کرنا پینا لباس خوشبو) اس عالم میں مشاہدہ میں آنے سے وہی منکرین جو حشر اجسام

قال الغزالی فی رسالۃ المضنون بہ علی غیر اہلہ
واللذات الجسمیۃ الموجودۃ فی الجنۃ من
ماکول ومنکوح وملبوس ومشموم یجب التصدیق بہا
لامکانہا۔ الی ان قال ان ہذا انما ینکرہ من
ینکر حشر الاجساد ویحیل رد النفس الی الجسد
ولم یقم علی استحالۃ برہان حقیقی بل الاستبعاد الخ
یوضع بعض الاجسام لیحل النفس بعد الموت ولا
استحالۃ فی ذلک لا فی القبر ولا فی القیمۃ۔

کے منکر ہیں اور روح کا جسم کثیف بہرآنا محال
جانتے ہیں اور اسکے محال ہونے پر کوئی دلیل تام
نہیں ہے بلکہ بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ نعیم جسمانی
بنادے جسکے بعد موت روح کا تعلق ہو اسمیں کوئی
استحالہ نہیں نہ قبر میں اور نہ قیامت میں جسقدر
دلایل فلسفیون نے اسکے محال ہونے پر قائم کیے
ہیں وہ محقق دلایل نہیں ہیں اور شرع میں حشر
اجسام وارد ہو چکا ہے لہذا اسکی تصدیق واجب ہے

وکلما ذکرنا دلائل من الدلائل علی احالۃ لبس بحق والشرع قد ورد بہ فیجب تصدیق الی الفصلہ وہہنا ننقل کلام الشیخ ابی علی بن سینا۔

پھر امام غزالی نے اون دلائل کا ضعیف ہونا بہ تفصیل بیان کیا ہے۔ اور شیخ بو علی سینا کی کلام سے اسپر استشہاد کیا۔

بالجملہ حشر اجسام حق ہے تو اس عالم دنیوی اور اس اخروی کا حال یکسان ہے معاشرت ازواج یہاں موجود ویکنم نیچر و شریعت جائز ہے تو وہان بھی اسکا موجود ہ جائز ہونا ضروری ہے۔ اور اگر منکرین نعیم جسمانی کو حشر اجسام سے انکار ہے تو بدون اثبات استحالہ حشر اجسام کے انکار نعیم جسمانی عبث و بے کار ہے۔ بحکم تحت العرش ثم القنطر پہلے وہ حشر اجسام کا محال ہونا ثابت کریں اور جو خدا تعالے نے امکان حشر اجسام پر نیچر سے دلائل قائم کئے ہین انکو بدلائل قطعیہ منکرین پر نعیم جسمانی کے انکار سے لب ہلاوین۔

اگر ابن صاحب بہادر کو بھی اگر حشر اجسام سے انکار ہے تو پہلے اس انکار کو مدلل فرماوین پھر انکار نعیم جسمانی کو زبان پر لاوین بقبل البطال حشر اجساد انکار نعیم جسمانی سزبان کو بند کیجیے **پھر** تو حضرت کی دلیل دوم کا جواب ہے اب اُن منکرین (یہود و نصاری) کے اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے جنسے آپ نے اس دلیل کو اقتباس کیا ہے۔

انکا یہ کہنا کہ اگر بہشت مین ایک مرد کے لئے متعدد عورتین ہونگی تو چاہئے کہ ایک عورت کے لئے بھی متعدد مرد ہون۔ **بحکم عقل و نیچر باطل ہے۔ نیچر کے** رو سے انسانون بلکہ اکثر حیوانون مین یہی قاعدہ مقرر ہے کہ جانب اناث مین بہ نسبت جانب ذکور تکثر و تعدد پایا جاتا ہے۔ اور ایک نر سے کئی مادہ کی حاجت رد ائی کا کام لیا جاتا ہے۔ اور اگر کہین اسکے برخلاف عمل پایا جاتا ہے خصوصاً نوع انسان مین تو اسکو خلاف قانون قدرت سمجھا جاتا ہے۔ پس اس خلاف کی تجویز بہشت مین نیچر کب روا رکھتی ہے۔

عقل کے رو سے عورت بمنزلہ فرش و مملوک ہوتی ہے اور مرد اسکا مالک و متصرف اکثر امور مین عورتین مردون کی محتاج ہوتی ہین اور اُنکے آگے متبذل اور مردان کی حاجت روا ہوتی ہین

اور انکے ہمائے معزز۔ پس مردونکی خاطر جانب اناث مین تعدد تجویز کرنے مین مردون کا اعزاز متصور ہے جیسے ایک شخص کے لئے غلام اور کئے خادم اور کئے مرکب اور کئے مکان اور کئے فراش تجویز کردینے مین اُسکی عزت ہے۔ اور عورتون کی خاطر جانب مذکور مین تعدد تجویز کرنے مین اُنکی ذلت متصور ہے۔ جیسے ایک غلام کے لئے کئی مالک اور ایک مرکب کے لئے کئی سوار اور ایک مکان یا فراش کو کئی استعمال کرنے والے مقرر کردینے مین اس غلام اور مرکب اور لباس و فراش کا مبتذل ہونا متصور ہے۔

غلام کے لئے یہی عزت ہے کہ اکیلا ایک کے لئے ہو۔ گھوڑے کی اسمین عزت ہی کہ وہ خاص ایک شخص کا مرکب ہو۔ کپڑا یا فرش وہی نفیس یا عزیز سمجھا جاتا ہے جو بجز ایک شخص کے کسکے استعمال مین نہ آتا ہو۔ اور چونکہ تمام بہشت مین اعزاز و اکرام اہل جنت مدنظر ہے اسلئے مردون کے لئے تعدد ازواج تجویز کیا گیا ہے۔ جسمین انکی عزت متصور ہے۔ اور عورتون کے لئے وحدت ازواج جسمین انکی عزت متصور ہے۔ اس سر کو خدا تعالے نے قرآن مجید مین ان مختصر الفاظ سے بیان فرمایا ہے جہان ارشاد کیا ہے مرد عورتون پر منصب تسلط رکھتے ہین ایک تو اسلئے کہ خدا نے

الرجال قوامون علے النساء بما فضل اللہ بعضہم علے بعض و بما انفقوا۔ سورہ نساء رکوع ۵ ۔	عقل و تمیز و قوای وغیرہ فطرتی اسباب مین ایک فریق کو دوسرے پر ترجیح دی ہے ہی دوسرے اسلئے کہ وہ مال خرچ کرتے ہین۔
ولقد ضربنا للناس فی ہذا القرآن من کل مثل لعلہم یتذکرون قرانا عربیا غیر ذی عوج لعلہم یتقون۔ ضرب اللہ مثلا رجلا فیہ شرکاء متشاکسون و رجلا سلما لرجل ہل یستویان مثلا الحمد للہ بل اکثرہم لا یعلمون سورہ زمر رکوع ۳ ۔	اور نیز ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے قرآن مین ہر طرح کی مثالین بیان کی ہین تاکہ وہ لوگ سمجھین۔ وہ قرآن عربی ہے جسمین کوئی کجی نہین تاکہ وہ لوگ پرہیزگار بنین یا عربی زبان جان سکین ہین افکار سے بچین۔ اور ایک مثال خدا نے یہہ بیان کی ہے۔ کہ ایک آدمی کئی شریکون کے ملک ہے

جو سب آپسمین جھگڑنے والے ہین اور ایک خالص ایک شخص کا کیا یہہ دونون برابر ہین (بہر گز نہین) خدا التعریف کے لائق ہے جسنے ایسی مثال پوری دی پر اکثر لوگ نہین جانتے۔

اللہ تعالے نے سچ فرمایا کہ اکثر لوگ ان مثالون کے اسرار و مقاصد سے بے خبر ہین وہی لوگ اسلام کے احکام و اخبار پر اس قسم کے اعتراض کرتے ہین۔ کسیے سچ کہا ہے من جہل شیئاً عاداہ یعنے جو کسی چیز کا جاہل ہوتا ہے اسکا دشمن ہو جاتا ہے۔ مجھکو ہندؤن اور عیسائیون پر اس قسم کے اعتراض کرنے کا اسقدر افسوس نہین جسقدر حضرات نیچریہ پر افسوس ہے یہہ زبانی اسلام کا دعوی کرتے ہین پہر اسی قسم کی باتین جو منکر اسلام کہتے ہین بر ملا کرتے ہین۔

چند روز کا عرصہ ہوا ہے کہ ایک نوجوان نیچری جو مدرسۃ العلوم علیگڈھ مین تعلیم پاتا ہے لاہور مین آیا اور مجھسے ملاقی ہوا اور یہی بات جسکا جواب دیا گیا ہے زبان پر لایا اور علاوہ بر آن اسپر یہہ بھی حاشیہ چڑھا دیا کہ اگر ایک ایک موسن کے لئے بعوض ایک دفعہ پانی پلانے کے اس قدر حوریں ملتی ہین تو پہر بہشت مین اور رنڈیون کے چکلہ مین کیا فرق ہے۔ اسکی آزادی دیکھکر مینے اسکو کوئی جواب سے مخاطب نہ کیا پر اس خیال سے کہ اب یہہ لوگ ان باتون کو عام مسلمانون مین پھیلانے لگے ہین اسکا جواب اس مقام مین مناسب سمجھا اور اوسکو بھی یہی کہدیا کہ اسبات کا جواب اشاعۃ السنہ مین تحریر کرینگے۔

یہان سے اہل اسلام **تاثیر تعلیم مدرسۃ العلوم علیگڈھ کا اندازہ** کرلین اور جو جو ابطال و انکار اصول اسلام اس سے متقرع ہونے والا ہے اسکا نمونہ بھی ایک بات دیکھہ لین۔

حامیان مدرسۃ العلوم کہتے ہین کہ مدرسۃ العلوم کی تعلیم مین سید احمد خانصاحب کی خیالات و اعتقادات کو کیا دخل ہے۔ وہان مذہبی تعلیم اہل سنت کو تو کتب اہلسنت سے ہوتی ہے اور شیعہ کو کتب اہل تشیع سے مگر یہہ بات انکی سراسر دہوکہ ہے۔ مانا کہ وہان دس پندرہ منٹ کے لئے بداہہ یا بترایع کا شغل کرایا جاتا ہے مگر اس شغل کے بعد تو تمام روز وہی اشتغال و خیال و بینش رہتے ہین جو دین و ایمان کے مخرب ہین کہین تہذیب الاخلاق مطالعہ مین آتی ہے

کہین تفسیر معرا یا تحریف یا کسی اور دہریہ یورپ کی تالیف پڑہی جاتی ہے - کہین از ابل سید احمد خانصاحب بہادر کلکتہ یا شملہ سے آتے یا جاتے کوئی لکچر مبطل اصول اسلام دے رہے ہین - کہین آپکے حواریین آپکی تائید مین سپیچ فرما رہے ہین - غرض رات دن یہی دہن طالب علمون کے کان مین پڑتی ہے - پھر وہان دس پندرہ منٹ کے شغل شرح و فائیہ یا شرایع کی کیا چلتی ہے -

دیکھو مشن کے بعضے سکولون مین قرآن بہی پڑہا جاتا ہے مگر جب ساتھ اسکے انجیل کا سبق ہوتا ہے تو وہ قرآن کا پڑہانا کس کام آتا ہے -

نہین نہین مینی غلطی کی مدرسۃ العلوم علیگڈہ مشن کے سکولون کے برابر نہین - بلکہ **اسسے** بدرجہا بدتر ہے اور اہل اسلام کے لڑکون کے لئے نہایت مضر - اسلئے اگرچہ مشن مین پادری انجیل پڑہاتے ہین مگر مسلمانون کے اکثر لڑکے اونسے کچہہ ضرر نہین پاتے وہ مذہب عیسائی کو باطل سمجہکر جو کچہہ زبان سے پڑہتے رہتے ہین دلسے سمجہکر جہوٹ جانتے ہین اور اسکے سبب اپنے اعتقاد کو جہوٹ نہین دیتے **بخلاف** خیالات سید احمد خانصاحب کے کہ قرآن و حدیث کے لباس مین ظاہر کئے جاتے ہین اسکو مسلمانون کے ناواقف لڑکے قرآن و حدیث کے مطابق سمجہکر قبول کر لیتے ہین اور اسلام کو ہاتہہ سے دے بیٹہتے ہین - وہی نوجوان مدرسہ علیگڈہ بن جانے سے بیشتر خاصہ پکا مسلمان تہا مگر جب علیگڈہ سے ہو کر آیا تو کچہہ کا کچہہ بن گیا - صورت و سیرت و لباس و قول و عمل و اعتقاد سے اسلام کا معارض نظر آیا - یہہ ذکر مدرسۃ العلوم بذیل اعتراض اس نوجوان کی تبدیل اتفاقا ہو گیا ہے مستقل طور پر اسکا ذکر جمیل پھر کسی موقع پر ہوگا اس مقام پر صرف اتنا بیان کرنا مقصود تہا کہ جو اعتراض اسلام پر ہنود و عیسائی کرتے ہین وہ اب نیچری کرنے لگے ہین - اور اس اعتراض مین وہ ہندو اور عیسائون کی نسبت زیادہ افسوس کا محل ہے -

الحاصل دونون دلیلین جناب مجدد طب امام غزالی کے مقابلہ مین باطل و ناتمام اور امام غزالی کے دعوی کو اوٹہا نہین سکتے ہین -

اس بیان مین گو کسیقدر تطویل ہو گئی ہے مگر اس تطویل سے یہہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ جو کچہہ

امام غزالی یا تمام مسلمان بہشت اور نعماء بہشت کی نسبت خیال رکھتے ہیں وہ صحیح وحق وعقل ونقل کے مطابق ہیں اور جو جناب مخاطب نے اُسپر نکتہ چینی کی ہے وہ سنہرہ اور نیچر کے برخلاف ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے دوسری مثال وجود عقلی کی آنحضرت صلعم کا یہہ قول ہے

المثال الثانی قولہ صلعم ان اللہ خمر آدم بیدہ اربعین صباحا فقد اثبت للہ تعالے یداً ومن قام عندہ البرہان علے استحالۃ الید للہ تعالے التی ہی جارحۃ محسوسۃ او متخیلۃ فیثبت للہ تعالے یداً روحانیاً وعقلیاً اعنی انہ یثبت معنے الید وحقیقتہ وروحہ دون صورتہ اذ روح الید ومعناہ بطشہ بہا وفعل وبسط ومنع واللہ تعالے یمنع ویبسط الملائکۃ۔ ××××××

کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کی مٹی کو چالیس دن تک اپنے ہاتھہ سے گوندھا ہے اس سے خدا کے لیے ہاتھہ ثابت ہوتا ہے اور جسکے لئے نزدیک خدا کے لیے ہاتھہ (جو ایک نظر آتا یا خیال کیا جاتا عضو ہے) کا ہونا محال ہے وہ خدا کے لئے روحانی اور عقلی ہاتھہ ثابت کرتا ہے یعنے ہاتھہ کی صفت اور حقیقت اور اُسکی روح نہ اسکی صورت ہاتھہ کی روح اور حقیقت یہہ ہے کہ اس سے پکڑا جاوے اور لیا دیا جاوے اور اللہ تعالے فرشتوں کے واسطہ سے دیتا ہے اور روکتا ہے یعنے اس ہاتھہ سے فرشتہ مراد ہے۔

اما الوجود الشبہی فمثالہ الغضب والشوق والفرح والصبر وغیر ذلک مما ورد فی حق اللہ تعالے فان الغضب مثلاً حقیقتہ اذ غلیان دم القلب لارادۃ التشفی۔

وہذا ینفک عن نقصان والم فمن قام عندہ البرہان علے استحالۃ ثبوت نفس الغضب ثبوتاً ذاتیاً وحسیاً وخیالیاً وعقلیاً تنزلہ علے ثبوت صفۃ اخرے یصدر منہا ما یصدر

وجود شبہی کی مثال غصہ۔ شوق۔ خوشی صبر وغیرہ صفات ہیں جو خدا کے حق میں وارد ہوئے غصہ کی حقیقت یہہ ہے کہ خون دل جوش میں آوے تاکہ اس سے دل کا ارمان نکل جاوے اور یہہ امر نقصان اور رنج سے خالی نہیں ہے اور جس شخص کے نزدیک خدا کے لئے وجود ذاتی وحسی وخیالی وعقلی غصہ کے محال ہونے پر دلیل قائم ہے وہ اس غصہ کو اور صفت پر محمول کرتا ہے

من الغضب کارادۃ العقاب والارادۃ لاتناسب الغضب فی حقیقۃ ذاتیۃ لاکن بخاصفۃ من الصفات تقارنہا اواثر من الاثار یصدر عنہا وہو الا یلام۔

جس سے وہی اثر ظاہر ہو صادر ہوتا ہے جو غصہ سے صادر ہوتا ہے جیسے ارادہ انتقام ہی ارادہ کو غصہ سے حقیقت ذاتی مین مناسبت نہین ہے بلکہ صفت مین جو اس حقیقت کے قریب

قریب ہو یا اثر مین جو اس سے صادر ہو وہ لیا ہے ۶ کسیکو دکھ پہنچانا یا تکلیف دینا۔

راقم کہتا ہے جن لوگون سے امام صاحب نے مسائل دوم وجہ وعقلی اور مسائل وجوہ شبہی کی تاویل نقل کی ہے وہ فلسفی مسلمان ہین جو ایک دفعہ دریا فلسفہ مین ڈوبے ہین تو پھر باوجود ارادہ باہر نکلنے کی اس سے نکل نہین ہوسکی اُنکی کسی نہ کسی بلا مین مبتلا ہین پھر اُسکو ابتلا نہین سمجھتے۔ اور بعض تو انہین ایسے ہین کہ اب تک اسکے قعر مین مستغرق ہین اور بحر ثلیت اسی دریا فلسفہ کو سمجھتے ہین۔ جناب مخاطب اور اُنکے ہم مذہب ان ہی لوگون کے مقلد ہین اور انکی تقلید سے صفات باریمین یہی اعتقاد رکھتے ہین چنانچہ مولوی مہدی علیصاحب نے مضمون نمبر ۱۰ تہذیب ۸ مین خدا تعالے کی ذات کو بھی وجود عقلی سے تاویل کیا ہے اور جناب مخاطب نے مضمون نمبر ۲ مین اسکو تصدیق فرمایا اور سوائے اسکے اور بہت جگہہ ایسا ہی فرمایا ہے۔ **ولیکن** سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ فقہا و محدثین انکے مخالف ہین۔ وہ جملہ صفات باری یدہ وجہہ استواء وغیرہ کو نہ ظاہری معنے پر جو جسم کے مناسب ہین محمول کرتے ہین اور نہ اُنکی تاویل وجوہ عقلی یا شبہی سے جائز سمجھتے ہین۔ بلکہ حقیقت ان صفات کو خدا کے سپرد کرتے ہین اور اُنکے وجود پر جس معنے کر کہ خدا نے ارادہ کیا ہے اور اُسکی ذات کو لائق ہے ایمان رکھتے ہین۔

وہ کہتے ہین کہ خدا تعالے کا ہاتھہ ہے نہ ایسا جیسا ہمارا یا کسی اور مخلوق کا اور نہ ان معنے کر کہ اسکے کوئی قوت یا قدرت مراد ہے بلکہ اس معنے کر جو خدا کی ذات کو لائق ہے اور خدا کے نزدیک وہ مراد ہے اسکی حقیقت کا ہمکو علم نہین پر اسکے لوازم و آثار و افعال کا علم حاصل ہے۔ لہذا دینا بنانا گرفتار وغیرہ افعال اسکے لوازم و آثار ہین۔ وعلے ہذا القیاس وہ بقیہ صفات کو خیال کرتے ہین۔

حنابلہ کا صفات باری مین یہی اعتقاد ہے جسکو متعصب نا واقف لوگ تجسیم و تشبیہ سے تعبیر کرتے ہین اور اس اعتقاد کے معتقدین کا مجسم اور مشبہ نام رکھتے ہین -

امام الحنابلہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مسئلہ استواء کی باب مین فرمایا ہے کہ اسمین وہی قول

القول فی الاستواء والنزول کالقول فی سائر الصفات التی وصف اللہ بہ نفسہ فی کتابہ وعلی لسان رسولہ صلعم فان اللہ تعالی سمی نفسہ بالسمع والبصر ووصف نفسہ بالیدین فالقول فی بعض ہذہ الصفات کالقول فی بعض وہذا مذہب سلف الامۃ وائمتہا ان نصف اللہ تعالی بما وصف بہ نفسہ وبما وصفہ بہ رسولہ صلعم من غیر تحریف ولا تعطیل ولا تکییف ولا تمثیل فلا یجوز ان صفات اللہ تعالی التی وصف بہا نفسہ کشیء من صفات المخلوقین بل ہو سبحانہ لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر لیس کمثلہ شیء لا فی ذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی افعالہ - مذہب السلف مذہب بین مذہبین وہدی بین الضلالتین اثبات الصفات ونفی مماثلۃ المخلوقات فقولہ تعالی لیس کمثلہ شیء رد علی اہل التشبیہ والتمثیل وقولہ وہو السمیع البصیر رد علی اہل النفی والتعطیل فما مثل اعضاء اللہ المعطل لعلم

(مقبول) ہے جو تمام صفات باری مین ہے جن صفات سے خدا نے اپنے آپکو موصوف فرمایا ہے ان مین سے ایک صفت ہین وہی قول ہے جو دوسرے مین ہے مذہب سلف ائمہ اور ائمہ کا اس مین یہہ ہے کہ ہم خدا کو اس صفت سے موصوف کرین جس سے خدا نے اپنے آپکو اور اسکو رسول نے خدا کو موصوف کیا ہے نہ اسکو تحریف (یعنے تاویل کرکے بے معنی و بے کار کردین اور نہ اسکی کوئی مثال و کیفیت بیان کرین نہ کسی صفت کی نفی کرین نہ کسی صفت کو صفات مخلوقات سے تشبیہ دین وہ خدا تعالی ایسا ہے کہ اسکی مثل کوئی چیز نہین اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے کوئی چیز نہ اسکی ذات کی مثل ہے نہ اسکی صفات کی نہ اسکے افعال کی - مذہب سلف اسمیں دو مذہبون کے بیچا بیچ مین ہے دو گمراہیون کے بیچ مین وہ ہدایت ہے یہہ کہ خدا کی صفات کو ثابت کرین اور مشابہ مخلوق کو مٹاوین - پس خدا کا یہہ قول کہ اسکی مثل کوئی چیز نہین ہے

والممثل یعبد صنماً والمعطل یعبد عدماً	خدا کی صفت کو مخلوق سے تشبیہ و تمثیل دینے والون پر رد ہے اور خدا کا یہہ قول کہ وہ سنتا اور دیکھنے والا ہے۔ اسکی صفات کو سٹانے والے اور اسکو صفات سے بیکار کرنے والون پر رد ہے۔ صفات خدا کی مثال بنانے والا نیم کو ہے اور خدا کو صفات سے معطل کرنے والا اندھے ہے۔ تشبیہ دینے والا بت کی پرستش کرتا ہے اسکو صفات سے معطل کرنیوالا محض عدم کو پوجتا ہے۔

یہی اعتقاد اکابر ائمہ حدیث نے سلف سے نقل کیا ہے اور اسکے خلاف کو ضلالت سے تعبیر کیا ہے

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی کتاب جامع میں (بذیل اس حدیث کے) کہ

وقد قال غیر واحد من اہل العلم فی ہذا الحدیث	خدا تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے
ومایشبہ ہذا من الروایات من الصفات	قبول کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بہت سے اہل علم نے اس
ونزول الرب تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء	حدیث میں اور جو اسکی مثل صفات باری میں
الدنیا قالوا قد تثبت الروایات فی ہذا ونؤمن	وارد ہوئی ہیں فرمایا ہے کہ اصحاب ہمارے جو کچھ یہ روایتیں
بہا ولا یتوہم ولا یقال کیف ہکذا روی	اسپر ہم ایمان لاتے ہیں اور اسمیں وہم نہیں
عن مالک بن انس وسفیان بن عیینۃ وعبد اللہ	دوڑاتے اور یہہ نہیں کہتے کہ وہ کیونکر ہیں۔
بن المبارک انہم قالوا فی ہذہ الاحادیث	امام مالک و سفیان و عبد اللہ بن المبارک
امروہا بلا کیف وہکذا قول اہل العلم من اہل	سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ ان احادیث کو جیسے
السنۃ والجماعۃ واما الجہمیۃ فانکرت ہذہ الاشیاء	یہہ آئی ہیں ویسے ہی جاری کرو اور انکی کیفیت
وقالوا ہذا تشبیہ وقد ذکر اللہ تبارک وتعالی	تعرض نکرو یہی اعتقاد اہل سنت وجماعت کا ہے
فی غیر موضع من کتابہ الید والسمع والبصر	فرقہ جہمیہ اسکے منکر ہیں اور اس اعتقاد اہل سنت کو
فتاولت الجہمیۃ ہذہ الآیات وفسروہا علی غیر	تشبیہ کہتے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ نے بہت جگہہ اپنی
ما فسر اہل العلم وقالوان اللہ لم یخلق آدم	کتاب میں اپنے لئے ہاتھہ سننے دیکھنے کو ذکر فرمایا ہے
بیدہ وقالوا انما الید القوۃ وقال اسحاق	تو اسکی جہمیہ بخلاف اہل علم کے یہہ تاویل کرتے ہیں کہ ہاتھہ

ابن ابراهيم انما يكون التشبيه اذا قال يد كيد
او مثل يد او سمع كسمع او مثل سمع فاذا قال
سمع كسمع او مثل سمع فهذا تشبيه واما اذا قال
كما قال الله تعالى يد وسمع وبصر ولا يقول
كيف ولا يقول مثل سمع ولا كسمع فهذا لا
يكون تشبيها وهو كما قال الله تبارك وتعالى
في كتابه ليس كمثله شئ وهو السميع البصير

سے قدرت مراد ہے اسحاق بن ابراہیم انکو
رد میں کہتے ہیں کہ خدا کے لئے ہاتھ ثابت
کرنے میں تشبیہ تب ہو جبکہ اسکے ہاتھ کو کسیکے
ہاتھ کی مثل کہا جاوے اور اسکے سننے کو کسیکے
سننے کی مثل۔ اور اگر صرف اتنا ہی کہیں جتنا
خدا نے کہا ہے کہ خدا کے لئے ہاتھ ہے اور
اور سنتا ہے اور دیکھتا ہے اور یہ نہ کہیں

کہ کیسا ہے اور نہ یہ کہیں کہ کسی مخلوق جیسا ہے تو یہ تشبیہ نہیں ہے چنانچہ خدا تعالے خود
فرماتا ہے لیس کمثلہ شئ وہو السمیع البصیر یعنے اسکی مانند کوئی چیز نہیں۔ اور وہ سننے دیکھنے والا ہے
اور **ملخص طبقات** ذہبی میں بذیل ترجمہ خطیب بغدادی مرقوم ہے کہ خطیب کی کلام سے
یہہ بھی ہے کہ صفات باری میں کلام اور جو اسمیں کتب سنن و صحاح میں مذہب سلف مروی

من كلام الخطيب واما الكلام في الصفات وان
ما روي فيها في السنن والصحاح مذهب
السلف اجراؤها على ظواهرها ونفي الكيفية والتشبيه
عنها وقد نفاها قوم فابطلوا ما اثبته الله تعالى
وحققها قوم من المثبتين فخرجوا في ذلك الى ضرب
من التشبيه والتكييف والقصد انما هو سلوك الطريق
المتوسط بين الامرين ودين الله تعالى بين الغالي
فيه والمقصر عنه والاصل في هذا ان الكلام
في الصفات فرع الكلام في الذات ويحتذى
في ذلك حذوه ومثاله فاذا كان معلوم

ہی یہہ ہے کہ انکو ظاہری معنوں پر (جو مناسب
ذات جلالت ہیں) جاری کیا جاوے اور کیفیت
و تشبیہ کو اسسے دور کیا جاوے۔ ان صفات کو
ایک قوم (یعنے جہمیہ مقلدین فلاسفہ) نے تو صاف
مٹایا ہے اور جو خدا تعالے نے ثابت کیا ہے اسکو
انہوں نے باطل کیا اور ایک قوم (یعنے فرقہ مجسمہ)
نے ایسا ثابت کیا ہے کہ اس اثبات میں تشبیہ و بیان
کیفیت کا رستہ اختیار کیا ہے۔ میانہ روی ہمیں ہے
کہ دونوں مذہبکے بیچ سے راہ چلیں اور افراط
اہل اثبات اور تفریط اہل نفی کے مابین دین

ان اثبات رب العالمین انما ہو اثبات وجود
لا اثبات کیفیۃ فکذلک اثبات صفاتہ انما ہو اثبات
وجود لا اثبات تحدید وتکییف فاذا قلنا ید
وسمع وبصر فانما ہی صفات اثبتہا اللہ تعالے
لنفسہ ولا نقول ان معنی الید القدرۃ ولا ان
معنی السمع والبصر العلم ولا نقول انہا جوارح
ولا نشبہہا بالایدی والاسماع والابصار التی
ہی جوارح وادوات الفعل ونقول انما وجب اثباتہا
لان التوقیف ورد بہا ووجب نفی التشبیہ
عنہا بقولہ تعالے لیس کمثلہ شئ ولم یکن لہ کفوا احد

اختیار کریں - اصل اسمین یہہ ہے کہ خدا کی صفات
میں کلام کرنا اسکی ذات مین کلام کرنے کی فرع ہی
اور یہہ اسکے قائم مقام اور اسکی مثال ہے اور
ظاہر ہے کہ خدا کی ذات کا اثبات اسی حد تک
ہوا ہے کہ اسکا وجود ہے نہ یہہ کہ اسکی ذات
کسطرح کی ہے اور اسکی کیفیت کیا ہے - اسیطرح
اسکی صفات کا اثبات اسیقدر ہوسکتا ہے
کہ ان صفات کا وجود ہے نہ یہہ کہ انکی کیا حقیقت
ہے پس جب ہمنے کہا کہ خدا کے لئے ہاتھہ ہے یا سننے
کی قوت ہے یہی مراد ہے کہ یہہ خدا کی صفتین ہین
جنکو خدا نے اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے - اسمین ہم یہہ نہین کہتے کہ ہاتھہ سے مراد قدرت ہے
اور سمع اور بصر سے مراد علم ہی - اور نہ یہہ کہتے ہین کہ وہ ہمارے جیسے جوارح و آلات جسمانی ہین - ہم
تو یہی کہینگے کہ ان صفات کی وجود سے خدا نے ہمکو واقف کیا ہے اسلئے ہم پر انکا ماننا واجب ہے
اور اُنکی مخلوق سے تشبیہ دینی کی نفی ہی واجب خدا نے خود فرمایا ہے اسکی مثل کوئی چیز نہیں ہے -
اور اسکا کوئی ہمتا نہیں ہے -

اور تفسیر **معالم التنزیل** مین بذیل آیۃ ثم استوی علی العرش فرمایا ہی کہ معتزلہ اس استوا کی استیلا سے

واولت المعتزلۃ الاستوار باستیلار فاما اہل
السنۃ فیقولون الاستوار علے العرش صفۃ
للہ تعالے بلا کیف یجب علی الرجل الایمان بہ ویکل
العلم فیہ الی اللہ عزوجل وسال رجل مالک بن انس
عن قولہ الرحمن علی العرش استوی کیف استوی

تاویل کرتے ہین مگر اہل سنت کہتے ہین کہ استوار
علے العرش خدا کی ایک صفت ہی جسکی کیفیت نامعلوم
ہی انسان پر واجب ہی کہ ایمان لاوے اور اسکی
(حقیقت کا) علم خدا کے سپرد کرے -
ایک شخص نے امام مالک سے آیۃ الرحمن علی العرش

فطرق رأسه ملیا وعلاه الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجهول والکیف غیر معقول والایمان به واجب والسؤال عنه بدعة وما اظنک الا ضالا ثم امر به فاخرج وروی عن سفین الثوری والاوزاعی واللیث بن سعد وسفین بن عیینة وعبد الله بن المبارک وغیرهم من علماء السنة فی هذه الآیات التی جاءت فی الصفات المتشابهات امروها کما جاءت بلا کیف۔

استوی کا مطلب پوچھا اور کہا کہ خدا کا استواء عرش پر کیونکر ہے تو آپنے دیر تک سر کو نیچے کر کیا اور انکو پسینہ آگیا پھر فرمایا کہ خدا کا عرش پر ہونا معلوم ہے اور اسکی کیفیت مجہول اور اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال بدعت ہے میرے خیال مین تو کوئی گمراہ معلوم ہوتا ہے پھر آپنے حکم دیا تو وہ شخص نکالا گیا۔ اوسفیان ثوری اور اوزاعی اور لیث ابن سعد وسفیان بن عیینہ وعبد اللہ بن مبارک وغیرہ علماء اہل سنت سے یہی مروی ہے کہ ان آیات کو جو صفات متشابہات مین وارد ہین جیسی ہیں وارد ہین ویسے انکو جاری کرو اور انکی کیفیت سے تعرض نکرو۔ اسباب مین کے رسائل مستقل سلف وخلف نے تالیف کئے اور وہ خدا تعالی کی عنایت سے چھپکر شایع بھی ہوے ہین از انجملہ دو رسالہ نہایت عجیب ہین التحف فی ارشاد ال مذہب السلف تالیف امام محمد بن علی شوکانی۔ وجواب سوال از شیخ محمد بن ناصر حازمی۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ سلف صالحین صفات باری مین نہ تاویل وتسلیم کے قایل ہین نہ انکو صفات مخلوق کی مانند سمجھتے ہین نہ انہین تاویل کو پسند کرتے ہین۔ تاویل تعطیل اہل بدعت وضلالت (فلاسفہ یا معتقدین فلاسفہ کا) مذہب ہے جو جناب مخاطب اور انکے ہم مذہبون نے اختیار کیا ہے۔ **ولیکن** اس تفصیل کو جناب مخاطب کب سنتے ہین اور ترمذی یا ذہبی یا امام مالک یا عبد اللہ بن المبارک کی کب مانتے ہین اور کسی محدث یا مفسر یا صحابی یا تابعی کو وہ کیا جانتے ہین۔

† یہہ رسالے لاہور مین حافظ بہاء الدین ٹبکیہ دار سالکن کوچہ کندیگران۔ اور شیخ محی الدین تاجر کتب سالکن بازار کشمیری سے بقیمت ۳ روپیہ محصول ڈاک مل سکتے ہین ایسا ہی اور رسائل توحید وصفات۔

پھر وہ سلف صالحین کی متابعت سے تفویض کو کیونکر قبول کرتے ہین اور اپنے فلسفی مذہب تاویل کو کسطرح بدعت سمجھہ سکتے ہین اسلئے مناسب ہے کہ انکا افہام اُنکے افہام عقلی تقریر سے عمل مین آوے - اور کسی نیچری کی کلام کو ہمین بطور سند پیش کیا جاوے - سو جناب خود بدولت ہی ہین جو صفات باری مین اپنی عقل سے وہی تقریر کر چکے ہین جو مذہب محدثین کے قریب قریب ہے -

چنانچہ تہذیب الاخلاق سنہ ۹ نمبر چہارم مین بصفحہ ۱۰ آپ فرماتے ہین -

مضمون نمبر ۴ ۲۰

عقاید مذہب اسلام

عقیدہ سوم

متعلق بہ صفات باری جل جلالہ

وہ ہستی جسکو ہم خدا یا علۃ العلل کہتے ہین نہ ہمارے دیکھنے مین آتا ہے نہ چھونے مین اور نہ خیال مین تو ہم بجز اتنی بات جاننے کے کہ ہے اور کچھہ حقیقت اسکی ذات کی نہین جان سکتے خدا ہی تو اپنی ذات کی حقیقت ہمکو نہین بتا سکا - موسےٰ نے پوچھا کہ فرعون کے پاس تیرا پیغام لیکر جاؤن تو کیا بتاؤن کہ تو کون ہے تو یہی جواب ملا کہ مین وہی ہون جو ہون پس جبکہ ہم کسی ذات کی حقیقت نہین جان سکتے تو اسکی صفات کی حقیقت بھی نہین جان سکتے بلکہ درحقیقت اسکو کسی صفت کا محل نہین قرار دے سکتے

تمام صفات جنکو ہم خیال کر سکتے ہین وہ سب مفہومات ہین جو ہمنے بلحاظ ان چیزون کے حالتون کے جنکو ہم دیکھتے ہین یا چھوتے ہین یا سونگھتے ہین یا سنتے ہین یا سمجھتے ہین اخذ کئے ہین مگر جب کہ وہ ہستی ہماری ان سب حسون سے اوپر ہے تو ہم کیونکر جان سکتے ہین کہ وہ صفات اسمین ہین یا وہ ان صفات کا محل بھی ہو سکتی ہے اسلئے تمام صفات جو خدا کی طرف نسبت کیجاتی ہین انکو یون کہا جاتا ہے کہ وہ صفات تو اسمین ہین مگر ویسی نہین ہین جیسکو ہم جانتے ہین یعنے جو حقیقت

ان صفات کی ہمنے جو جودات عالم سے اخذ کر کر سمجھی ہے وہ حقیقت اُن صفات کی نہین ہی جو اسمین ہین اور یہہ کہنا ہمارا صاف صاف یہی کہتا ہے کہ اُن صفات کا جنکو ہم جانتے ہین اُسمین ہونا نہین جانتے ۔

خدا کو ہاتھہ پاؤن والا منہ والا بولتا چلتا پھرتا سنتا دیکھتا کرتا کراتا جیتا جاگتا خوش ہونے والا خفا ہونے والا سب کچھہ کہتے ہین ۔ مگر اسکے ساتھہ یہہ بھی کہتے ہین کہ ہمارے سے ہاتھہ پاؤن ہمارا سامنہ ہمارا سا بولنا ہمارا سا چلنا پھرنا ہمارا سا سننا دیکھنا ہمارا سا کرنا کرانا ہمارا سا جینا جاگنا ہمارا سا خوش اور خفا ہونا نہین ہے ۔ مگر جب پوچھو کہ اگر ویسا نہین ہے تو پھر کیا ہے تو جواب یہی ہوگا کہ ہم نہین جانتے ۔ بات کا تو بہت اُلٹ پھیر ہوا مگر نتیجہ یہی نکلا کہ اُن صفات کا جنکو ہم جانتے ہین اُس مین ہونا نہین جانتے ۔

صفات بار یکا اُسکی نسبت یقین کرنا اس یقین سے نہین ہی کہ درحقیقت وہ صفتین جنطرح پر ہم انکو جانتے ہین اُسمین ہین یا وہ اُنکا محل ہے بلکہ یقین اس وجہ سے ہی کہ ایسی ذات کو جو علت العلل ہے ان صفات کو مشابہ صفتون کا موصوف یا ان صفات کی مانند قدرتون پر قادر ہونا لازم ہی کیونکہ بغیر اُنکے وہ علت العلل نہین ہو سکتی جیکا علت العلل ہونا تسلیم کیا ہے ۔

زندگی اور موت دو صفتین ہین جنکے مفہوم کو ہمنے جاندار چیزون کی حالات سے اخذ کیا ہے پس کیا ہم یقین کر سکتے ہین کہ اس زندگی یا موت کا جسکو ہم جانتے ہین خدا محل ہو سکتا ہے یا اینہمہ ہم اُسکو حی لایموت کہتے ہین ۔ دہریون نے مسلمانون کی مذہبی کتابون مین اُن لفظون کو جو صفات باری کی نسبت بولے گئے ہین انہی کا مفہوم کا دال سمجھہ لیا جو انہون نے وجودات کی حالات سے اخذ کئے تھے اور پھر ان صفات کے منکر ہو کر کہنے لگے کہ ہم کیونکر یقین کرین کہ صفت قدرت کی یا رحم کی اسمین ہے ۔ ہم کہتے ہین کہ ہم کب یقین کرتے ہین اور ہم کب اُن صفتون کا جنکو ہم جانتے ہین اُسکو محل قرار دیتے ہین بلکہ یہہ کہتے ہین کہ جن صفتون کو ہم جانتے ہین وہ بھی بے اُس علت العلل کی ذات کو لازم ہین اور اسی لئے اُسکے لوازم ہونے پر یقین ہے ۔ ××××××××

تاہم جسطرح ہم اسکی ذات کی حقیقت نہین جانتے اسطرح اسکی صفات کی حقیقت کو بھی نہین جانتے
بانی اسلام نے بھی انکی حقیقت کا جاننا ہمارے ایمان کا خبر نہین قرار دیا بلکہ خود اُسنے انکی حقیقت کو کچھ
خود نہین بتلایا غفور - رحیم - قادر - حی - لایموت بتلایا اور اس بتانے سے اسکی ذات کا محل ہونا
لازم نہ آیا تو ایسا خیال کرنا خود ہماری غلطی ہے -
خدا کے ساتھہ جن صفتون کو ہم بتاتے ہین گو انکے مفہومات توموجودات کے حالات سے اخذ کیے ہوئے
ہین مگر خدا کیطرف من حیث الاطلاق نسبت کرتے ہین بلکہ اطلاق کی قید سے بھی مطلق رکھتے ہین
تاکہ صرف مفہوم ہی مفہوم باقی رہ جاوے اور اسلیے جب کسی صفت کو کہتے ہین کہ ہے تو یہ نہین
کہتے ہین کہ ایسے نہین ہے -
یہہ ایک بحث عام صفات باری کی نسبت تھی اور آیندہ ہم وقتاً فوقتاً ہر ایک صفت کی نسبت
خاص خاص بحث کرینگے ولی التوفیق - (راقم سید احمد)

یہہ کلام انرابیل صاحب بہادر اگرچہ شتر وگربہ سے خالی نہین کیونکہ اسکی کسی فقرہ مین تفویض
وتسلیم صفات مناسب ذات پائی جاتی ہے چنانچہ اہل حدیث کا اعتقاد ہے اور کسی فقرہ سے نفی
وتعطیل ٹپکتی ہے جو جہمیہ کا اعتقاد ہے ولیکن ہمکو آپکے جہمیانہ فقرات سے کچھہ کام نہین بلکہ اس
مقام الزام مین صرف انہی فقرات سے احتجاج واستدلال کافی ہے جنمین تفویض پائی جاتی ہے -
اور انپر خط کھینچکر نمبر ونشان لگائے گئے ہین - ان فقرات خمسہ کی دست آویز سے انرابیل صاحب
بہادر اور اُنکے ذریات کو الزام دیتے اور یہہ کہتے ہین کہ جس حالت مین خود انرابیل صاحب بہادر
صفات باری مین ایسا کچھہ کہہ چکے ہین جسکے رو سے خدا کے ۵ تہہ غیرہ صفات کا وجود ذاتی
مناسب ذات خداوندی ممکن ہے تو پھر اسکو بوجود عقلی کیون تاویل کیا جاتا ہے اور اسکا بوجود
ذاتی موجود ہونا اور اسکی حقیقت وکیفیت کا علم خدا کے سپرد ہونا کیون تسلیم نہین کیا جاتا - اور اسکی
نسبت یہہ کیون نہین کہا جاتا (جیسے آپنے ان فقرات مین کہا ہے) کہ ۵ تہہ تو ہمین ہے مگر ایسا نہین ہے جیسا ہم جانتے ہین
(۲) جس ۵ تہہ کو ہم جانتے ہین اسکا ہونا ہمین نہین جانتے (۳) پر جس ۵ تہہ کو ہم جانتے ہین

ایسا ہی کچھہ اس علۃ العلل کی ذات کو لازم ہے (۴) با اینہمہ جسطرح ہم اسکی ذات کی حقیقت نہین جانتے اسیطرح اسکے ہاتھہ کی حقیقت نہین جانتے بانی اسلام نے بھی اسکی ہاتھہ کی حقیقت کا جاننا ہمارے ایمان کا جزو قرار نہین دیا - ید اللہ فوق ایدیہم - بل یداہ مبسوطتان - والسماء بنیناہا بایید - یمین اللہ ملاء وغیرہ فرمادیا (۵) ہیسواسطے جب ہم ہاتھہ کو کہتے ہین تو یہہ بھی کہتے ہین کہ ایسا نہین ہے (یعنے جیسا ہمارا ہے) یہہ بیان الزام و افحام نیچریون کے لئے (اگر وہ منتفع ہون) کافی برہان ہے اور جو منتفع نہون انکے سامنے بدیہی سے بدیہی دلیل ہے مضحکہ و ہزیان ہے - اور اس مقام مین کہ اس مسئلہ کا ذکر صرف الزام نیچریہ کے لئے نہین ہوا بلکہ عامہ خیالات کی اصلاح بھی اسمین مدنظر ہے اکثر لوگ مسئلہ صفات مین حق و تحقیق سے ناواقف ہین اور اس ناواقفی کے سبب از دست الحق (محدثین حنابلہ) یہہ یہہ سوءظنی رکھتے اور طعن کرتے ہین کہ یہہ لوگ خدا کو عرش پر مستقر بتاتے ہین اور ہمکا عرش پر ہونا اور اسکے ہاتھہ پاؤن اپنے سے جانتے ہین - یہہ سوءظنی و ناواقفی نہ صرف عوام جہلا کو ہے - بلکہ خواص علماء (و برخم خود) فضلاء کو بھی دامنگیر ہے - اسی مہینے مین دہلی کے مقلدین نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جسمین انہون نے میری اسبات کا جواب دیا ہے جو مہینے نمبر ۴ جلد ۲ کے صفحہ ۱۲۵ مین انکی درخواست مباحثہ کے جواب مین لکھی تھی کہ مقلدین کو مجھسے الجھنا مناسب نہین - ہم اور مقلدین باوجودیکہ مسائل فرعیہ عملیات مین باہم مختلف ہین تاہم اصول اعتقادات مین متفق ہین - اور نیچریہ اصول و فروع دونون مین ہم دونون فریق کے مخالف ہین ایسی حالت مین ہم دونون فریق کو مناسب ہے کہ باہمی فروعی جھگڑے چھوڑکر ان مخالفین کی تحریراً و تقریراً خبر لین اس جواب حضرت مقلدین کا حاصل یہہ ہے کہ تم خدا کو عرش پر مستقر کہتے ہو پھر تمہارا ہمارا کیا اتفاق و اتحاد ہے - اس بیان مین ہمنے ان حضرات کی سوءظنی کا بھی علاج کردیا ہے اور خوب تفصیل سے بتادیا ہے کہ اہلحدیث کا استواء ید و وجہ وغیرہ صفات باری مین وہی اعتقاد ہے جو تمام سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا اعتقاد ہے اب تو ہمارے حریف بدگمانی اوٹھاوین اور ہم سے اتحاد و یکجہتی پیدا کرین - اور آپسمین اتفاق کرکے اعداء دین نیچریین کی تحریراً و تقریراً خبر لین - اور باہمی

سبارت وخانہ بگی کو چھوڑ دیں۔

یا بجملہ جن لوگوں سے امام غزالی نے مثال دوم وجود عقلی اور وجود شبہی کی تاویل نقل کی ہے وہ اہل بدعت وفلاسفہ منتسب ہیں اہلحدیث اتباع سنت اس تاویل کو پسند نہیں کرتے۔

ان درجات وجود اور انکی تمثیلات بیان کرنے کے بعد امام صاحب فرماتے ہیں تو جانے

اعلم ان کل من نزل قولا من اقوال صاحب الشرع علی درجۃ من ہذہ الدرجات فہو من المحققین وانما المکذب ان یتعی جمیع ہذہ المعانی ویفہم ان ما قالہ لا معنی لہ وانما ہو کذب محض وغرض فہنا قال التلبیس او مصلحۃ الدنیا وہو الکفر المحض والزندقۃ ولا یلزمہم کفر الاولین ما ولوا ولا یلزمون قائلون التاویل کما ستمثیلہ لیہ وکیف یلزم الکفر وما من فریق من اہل الاسلام الا وہو مضطر الیہ فما بعد الناس عن التاویل احمد بن حنبل وابعد التاویلات عن الحقیقۃ واقربہا الی ان یجعل الکلام مجازا او استعارۃ ہو الوجود العقلی والوجود التشبیہی والمثلی مضطر الیہ وقائل بہ الی ان نقل اشلہ فلک عن احمد وغیرہ۔

لے جسنے صاحب شریعت کی کسی قول کو ان درجات میں سے کسی درجہ پر محمول کیا وہ شارع کے تصدیق کرنے والوں سے ہوا۔

شارع کو جھوٹا جبھی کہے گا کہ ان سب درجات کو مٹا دے اور یہ خیال کرے کہ جو شارع نے کہا ہے اسکا کوئی واقعی مطلب نہیں ہے شارع نے لوگوں کو دھوکہ دینے کی نیت سے یا دنیا کی مصلحت سے کہا ہے جو کہا ہے جو خیال محض کفر ہے اور پرلے درجہ کا الحاد۔

مگر تاویل کرنے سے کفر لازم نہیں آتا جب تک کہ تاویل کرنے والا قائل تاویل کا پابند آئندہ ذکر کرنے لازم پکڑے۔ تاویل کنندگان کی تکفیر کیونکر جائز ہے حالانکہ اہل اسلام سے کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جو تاویل کا محتاج نہیں ہے۔

سب سے بڑھکر تاویل سے دور رہنے والے احمد بن حنبل ہیں اور سب تاویلوں کی نسبت حقیقت سے دور اور مجاز کے قریب وجود عقلی اور شبہی ہے اور جعلی بھی اسکے محتاج اور قائل ہیں پھر امام صاحب نے اون تاویلوں کی تفصیل کی جو احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ اہل سنت نے کی ہیں

اور ان تاویلات سے (بزعم امام) کسیکو چارہ نہیں ہے نقل کی ہے جنہوں انکو نا گزیر حاجت سمجھکر چھوڑ دیا ہے۔

اس قول میں جو امام صاحب نے تکفیر مولین سے منع کیا ہے اسکو تو جناب مخاطب نے بڑی خوشی و افتخار سے قبول و تسلیم کر لیا ہے اور اسپر چند نتائج کو بطور سوالات متفرع کیا ہے۔ اور جو اسمیں معنے ظاہری کو چھوڑے اور معانی مجازی لینے کو تاویل قرار دیا ہے اور تاویل کے جواز کو پابندی قانون تاویل سے مشروط ٹھہرایا ہے اسکو درکنار کر دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اب ہم اب ہم پوچھتے ہیں کہ بموجب اس تشریح کے جو امام صاحب نے بیان کی کیا وجہ ہے کہ جو لوگ اسبات کا انکار کرتے ہیں کہ "الانہار من الجنۃ والنار حق" مگر انکے نزدیک دلیل سے ثابت ہوتے ہے کہ جنت و دوزخ معنوی حالی کا سا لباغ اور کلو الوار کیسی بھی نہیں ہو سکتی اور اسلئے وہ اسکا وجود شتبہی قرار دیتے ہیں پھر وہ کیوں کافر ہیں؟

وہ لوگ جنکے نزدیک کسے وہ سرے جسم غیر مرئی، غیر محسوس کا معنوی للانسان یا ہادی للانسان ہونا محال ثابت ہوا ہے اور اسلئے وہ شیطان یا ملک کے وجود خارجی کے منکر ہو کر اسکا وجود فی نفس الانسان تسلیم کرتے ہیں اور بعض اسکے کہ جوت کی رسم میں ایک مصور فرشتہ گھڑا ہوا ہے جسکو وہ مصور بھی پر ملک کا اطلاق کرتے ہیں کیوں کافر ہیں۔

جو لوگ کہ لوح محفوظ کو لکھا کوئی تختی اور قلم کو نرکل یا ہیٹری کا قلم نہیں سمجھتے بلکہ اسکا وجود عقلی تسلیم کرتے ہیں وہ لوگ کیوں کافر ہیں؟

جو لوگ کہ وحی من اللہ میں کسی دوسرے کیوسطے کو بالکل محال سمجھتے ہیں اور وہ اسی قوت کو جو انبیاء میں ہے جسکے سبب انپر نزول وحی ہوتا ہے اور جسکو ملکہ نبوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جبرائیل امین تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "جبریل حق" وہ کیوں کافر ہیں؟ علاوہ اسکے بے انتہا اور بیا اسی قسم کی مثالوں کا اس چشمہ سے جسکو امام صاحب نے کھولا ہے بہہ سکتا ہے۔

یہہ کلام جناب مخاطب تو مقام تسلیم میں ہے اور جو مقام رد میں اپنے فرمایا ہے وہ یہہ ہے - وہ لفظ امام صاحب کے سخت گرفت کے قابل ہیں اور صرف گرفت ہی کے قابل نہیں ہیں بلکہ غلط بھی ہیں - وہ اسطرح پر معنے قرار دینے کو جسطرح پر بیان ہوا تاویل کہتے ہیں تاویل کے معنے تو نہیں بیان کئے مگر انکے سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لفظ کہ ظاہری معنے دلیل مستحکم سے نہ ٹھہر سکتے ہوں تو انکے وہ معنے کیجاوے تاکہ قول قابل صحیح ہو جاوے اسکا نتیجہ یہہ نکلتا ہے کہ بغیر صحیح قول قائل وہ تاویل کی گئی ہے اگر یہی مطلب امام صاحب کا ہو تو یقینی غلط ہے اور خدا اور خدا کے رسول کے کلام کو ایسا سمجھنا مساوی ہے کہ جسکو انہوں نے کفر قرار دیا ہے - تاویل کے معنے اگر صرف صرف عن الظاہر کے لئے جاویں تو میں اسکو تسلیم کرتا ہوں اور اگر اسکے معنے صرف ما قابل القائل کے لئے جاویں تو میں اسکو کفر نہیں سمجھتا ہوں - ایک شخص نے کہا کہ زید شجاع ہے لفظ اسد سے قائل کی مراد یہی کہ زید شجاع ہے تو یہہ ہم جس کے معنے شجاع کے لیتے ہیں وہ درحقیقت تاویل نہیں ہے کیونکہ اسد کے معنے ہی جسکے لئے قائل نے یہہ لفظ بولا ہے اور اسطرح پر معنے لینے کو تاویل کہنا حماقت ہے میں اتنا ہے کہا فرق ہے ہم میں کہ ایک شخص نے شجاع کے لئے اسد کا لفظ اختیار کیا ہے اور ایک شخص نے شجاع کے لئے بیٹے کے لئے تشبیہ تو حیوان ناطق ہے لہذا الشخص مراد لینا تاویل ہو اور اسد سے شجاع مراد لینا تاویل ہو -

* * * * * * * * * * * *

وہ سہ لفظ وہ ہے جس سے امام صاحب نے قانون تاویل کیطرف اشارہ کیا ہے اور اس قانون کو آگے بیان کیا ہے ہم اس قانون تاویل کے صحیح ہونے پر بحث نہیں کرتے ایکہ امام صاحب نے جو شرط عدم کفر کو اس قانون پر شرط کیا ہے اس پر بحث کرتے ہیں - ہم پوچھتے ہیں کہ وہ قانون تاویل بنانے والا کون ہے ؟ امام صاحب ؟ اگر یہی ہیں یا اور کوئی انسان تو زمانہ کو کیسے معین کرے کہ جب تک تاویل کرنے والا اسے قانون تاویل کا پابند رہیگا اسوقت تک اس پر کفر لازم نہیں ہوگا اور ہر زمانہ کے لئے یہ کہنا کہ جو شخص جس تک ہمارے مسایل کا ایسا ہے مذہب کا پابند رہیگا اسوقت تک اس پر کفر لازم نہ ہوگا کیا فرق ہے اشعری و معتزلی و حنفی کی مخالفت کو کہ وہ

ذات وصفات خدا ہی مین کیون نہو جب کفر قرار نہین دیا تو امام صاحب کے بنائی ہوئی قانون تاویل کی مخالفت سے کیون کفر لازم آویگا پس یہہ وہی مثل ہوئی کہ فرس المطروق تحت المیزاب کوئی شخص جسکو امام صاحب نے مؤول کہا ہے جب تک کہ وہ تاویل کرتا ہے اور تقلید نہین کرتا کافر نہین کہلایا جا سکتا گو کہ اسکی تاویل کیسی ہی غلط ہو۔ کیا کہو گے حضرت امام محی الدین ابن عربی کو جنکی تفسیر ایسی رکیک تاویلون سے بھری ہوئی ہے جنکے لئے کوئی قانون بھی نہین ہاں ہو کافر نعوذ باللہ منہا۔

راقم کہتا ہے کہ جو کچھ آپنے **مقام تسلیم** مین فرمایا ہے اسکا حاصل یہہ ہے کہ جس حالت مین بنا بر تشریح امام صاحب کے باب تاویل مفتوح اور اسکا چشمہ جاری ہے اور مؤول کی تکفیر نا جایز ہے تو پھر جو لوگ دوزخ و بہشت کی بوجود جسمانی تاویل کرتے ہین اور شیطان و ملائکہ کی بقوائے انسانی۔ اور لوح و قلم کے بوجود عقلی اور جبریل کی بقوت بلکہ نبوت تاویل کرتے ہین انکو کافر کہنے کی کیا وجہ ہے۔

اور جو نکہ یہہ سوال مخصوص الزامی ہے جو امام غزالی کی اس تشریح و تسلیم تاویل پر مبنی ہے۔ سلسلہ امام غزالی کیطرف سے اسکا یہہ جواب کافی ہے کہ وہ وجود جسمانی نعیم و آلام بہشت و دوزخ کو بوجود مستقل اور وجود ذاتی جبریل وغیرہ ملائکہ کو بوجود عقلی تاویل کرنے والے کو کافر کہنے کی وجہ سے تو دیکھ یہہ وجہ ہے کہ وہ ہماری شرط تاویل کا پابند نہین ہے۔ اور جس محل مین وہ تاویل کرتا ہے اسمین تاویل کی گنجائش نہین ہے اس محل مین تاویل کرنے سے بہت عقاید و ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان اس قول کے بعد دوسرے اور تیسرے قول مین آتا ہے۔ رہا اسپر مخاطب کا وہ استدلال کہ جنیل انصری کے خلاف سے کسطرح کفر لازم آسکتا ہے سو عنقریب رفع کیا جاتا ہے۔ اس جواب سے یہہ پہلا سوال بوصف احسن اٹھ گیا اور بخوبی ثابت ہوا کہ مولین وجود جسمانی نعیم و آلام بہشت و دوزخ و وجود ذاتی جبرائیل و ملائکہ کو کافر کہنا اس تشریح امام غزالی کی مخالف نہین ہے۔ اس تشریح کے صحیح ہونے کے ساتھ یہہ لوگ امام

غزالی کے نزدیک پکے کافر ہیں۔ اور انکے کافر ہونے کی وجہ امام غزالی کی کلام آئندہ میں بہ بسط تمام مذکور ہے۔

اور جو مقام رد میں آپنے رقمز و فرمایا ہے اسکا حاصل تین اعتراض ہیں۔

اول یہہ کہ تاویل کے معنے صحیح صرف الکلام عن الظاہر ہیں یعنے کلام کو اسکے ظاہر معنے سے پھیرنا۔ اور امام صاحب نے تاویل کے معنے صرف الکلام لما قالہ الدلیل یعنے کلام کو مراد متکلم کے قرار دینے ہیں جو مساوی تکذیب ہیں اور کفر محض۔ اعتراض دوم۔ امام صاحب نے بوقت تعذر معنے ظاہری کلام کے معنے تشبیہی و مجازی مراد لینے کو تاویل قرار دیا ہے۔ اور یہہ غلط ہے۔ اسلئے کہ معنے مجازی تاویل نہیں ہے بلکہ حالت میں مراد متکلم وہی معنے مجازی ہوں تو وہی معنے ہر لفظ کے اصلی معنے ہیں۔

مثلاً زید کو شیر کہنے کے وقت لفظ شیر معنے ایک انسان بہادر بولا گیا ہے تو یہہ درحقیقت اپنے اصلی معنے میں مستعمل ہوا ہے۔ نہ تاویلی معنے میں جیسے کسی شخص کا نام شیر کہنے کے وقت شیر کا اطلاق بر بطور حقیقت ہوتا ہے نہ بطور تاویل۔

غرض آپکے نزدیک مستعمل و مجاز میں کچھ فرق نہیں ہے۔ دونوں کا استعمال یکساں اصلی معنے میں ہوتا ہے۔

اعتراض سوم۔ اس قانون کی تاویل بنانے والے امام غزالی خود ہیں پھر انکا یہہ کہنا کہ جو کوئی اس قانون تاویل کا پابند نہ ہوگا وہ کافر ہے ویسا ہی فاسد و باطل ہے جیسا استحری یا جہمی کا اپنے مخالف مذہب کو کافر کہنا باطل ہے۔ اور حق جواب میں یہہ ہے کہ تاویل کا کوئی قانون نہیں ہے اور نہ اسکا صحیح و غیر صحیح ہونے کی کوئی شرط ہے۔ جب تک کوئی تاویل کرنیوالا گو وہ تاویل اسکی کیسی ہے غلط ہو وہ کافر نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین بن عربی نے ایسی ہی تاویلیں بکثرت اپنی تفسیر میں کی ہیں جسکے لئے کوئی قانون نہیں ہے پھر وہ کافر نہیں ہے۔

جواب اعتراض اول۔ امام غزالی کی کسی لفظ صریح یا اشارہ سے یہہ معلوم نہیں ہوتا

آپکے نزدیک تاویل کے معنے وہی معتبر ہین جو آپکے نزدیک کفر ہین یعنے صرف الکلام عما قالہ القائل یہہ کفر تو آپہی کے دل و دماغ سے پیدا ہوا ہے جو کفر کا مخزن و معدن ہے - امام غزالی کے نزدیک تو تاویل کے وہی معنے معتبر ہین جنکو آپ بھی مانتے ہین یعنے صرف الکلام عن الظاہر الذی ہو المتبادر و مدعا جسپر انکے الفاظ ناطق ہین یہہ ہے کہ جب تک کلام خدا و رسول کے ظاہری معنے کے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم نہوگی اس کلام سے وہی ظاہری معنے مراد سمجھی جائینگی اور جب انکے ظاہری معنے کے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم ہوگی تو ہم یہہ یقین کرینگے کہ یہہ ظاہری معنے ہرگز ہرگز خدا اور رسول کی مراد نہین ہے اسوجہ سے اس کلام کو ظاہری معنے سے پھیر کر معنے سنجیدہ مجازی پر حمل کرینگے اور اسکو مراد متکلم قرار دینگے - اس مدعا کا یہہ مطلب قرار دینا کہ یہہ معنی مراد متکلم کلام کو پھیرنا تجویز کیا گیا ہے پھر اسکو کفر قرار دینا اپنے ہی فہم و خیال کو مورد کفر بنانا ہے -

جواب ۱۴ اعتراض دوم - یہہ اعتراض اگر کسی اہل علم کی قلم یا زبان سے سرزد ہوتا تو بھی جواب دیا جاتا کہ اس اعتراض کو زبان پر لانے سے ڈوب کر مرجانا بہتر ہے کبھی استعانی جی سے بھی تہذیب منطق یا تلخیص معانی یا مختصر المعانی پڑھی ہوگی اس سے یہہ جرات نہو سکیگی کہ معنے مجازی کسی لفظ کے اصلی و حقیقی معنے موضوعہ کی نسبت تاویل نہین ہے - اور منقول و مجاز مین اصلی معنے اور تاویلی معنے مین مستعمل ہونے کے اعتبار سے فرق نہین ہے مگر آپ معذور ہین - ان علوم منطق و معانی کو گو نشتر اور ہوا پور کا ہو سکول و کالج سمجھکر آپ کو چڑ ہی اشنائی کو باد پیمائی یا ہرزہ درائی جانتے ہین مع ذالک انشاء اللہ اور بڑے بڑے دلایل القدر ہین اسلئے آپکی خدمت مین اسکا جواب بجز اسکے کچھ لکھنا مناسب نہین ہے کہ ہین لوگون نے حقیقت و مجاز و منقول و مؤول وغیرہ کی اصطلاحات مقرر کی ہین اور جہان یہہ الفاظ انکے محاورہ و استعمال مین آتے ہین انکے نزدیک لفظ مستعمل بمعنے مجازی (جیسے لفظ شیر جو بمعنے انسان شجاع مین مستعمل ہو) گو بنظر مراد متکلم وہ مراد ہے کہ گو اصلی معنے موضوعہ کا

کی نظر ہے وہ مجاز ہے اور معنے غیر اصلی و غیر حقیقی ہیں مستعمل ہوا ہے۔
اسکو کوئی اہل لسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس معنے میں یہ اس وقت مستعمل ہوا ہے وہی درحقیقت
اور اصل معنے اس لفظ کے ہیں بخلاف اس لفظ کے جو اپنے اصلی معنے سے منقول ہوکر دوسرے معنے میں
مستعمر ہو (جیسے لفظ شمس جو معنے آفتاب سے منتقل ہوکر کسی انسان کا نام مقرر ہوگیا ہو) وہ سب اہل
لسان کے نزدیک معنے ثانی پر بولے جانے کے وقت بھی اصلی و حقیقی معنے میں جیسا وضع ثانی اسکے
معنے قرار پائی ہیں مستعمل ہوا ہے اور اسکو کوئی تخصص و تاویل نہیں کہہ سکتا۔
اسکی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک مجاز و منقول میں فرق بیّن ہے مجاز† وہ لفظ ہے جو
اپنے اصلی معنے موضوع لہ کے لئے وہ بنایا گیا ہے کے سوا اجنبی معنے میں جو اصل معنے سے تعلق
و مناسب ہوں استعمال کیا جاوے۔
اور منقول وہ ہے جو اپنے اصلی اور حقیقی معنے موضوع لہ میں (بوضع ثانی) کیوں نہ ہو استعمال
منقول انکے نزدیک بحیثیت نقل حقیقت میں داخل ہیں اور مجاز اسکی نقیض و مقابل ہے۔

† الحقیقۃ الکلمۃ المستعملۃ فیما وضعت تلک الکلمۃ لہ فی اصطلاح وقع بہ التخاطب المجاز الکلمۃ
المستعملۃ فی غیر ما وضعت لہ فی اصطلاح بہ التخاطب (مختصر المعانی ملخصاً)
وان کثر معناہ فان وضع لکل ابتداء آ ے بلا تخلل النقل فمشترک والا ای وان لم یوضع ابتداء
فان اشتہر فی الثانی المنقول مرتجل او عرف عام او خاص قال سیبویہ الاعلام کلہا منقولات
والا فحقیقۃ ومجاز (ملا حسن شرح سلم مختصراً)
ان استعمل اللفظ فیما وضع لہ فاللفظ حقیقۃ وان استعمل فی غیرہ لعلاقۃ بینہما فمجاز۔ والاعادۃ
فمرتجل وہو حقیقۃ ایضا للموضع الجدید والمنقول فمنہ ما فیہ معنی مجازی للموضوع لہ الاول حتی یجری الاول
وہو حقیقۃ فی الاول مجاز فی الثانی من حیث اللغۃ وبالعکس ای حقیقۃ فی الثانی مجاز
فی الاول من حیث النقل۔ (توضیح مختصراً)

اون لوگون کے نزدیک مجاز منقول کو کیسا ان کہنا حقیقت و مجاز کو ایک کرنا ہے اور حماقت
ہے ویسا ہی جیسے آپکے نزدیک منقول و مجاز مین فرق نکرنا حماقت ہے ۔
لفظ حقیقت و مجاز و حقیقی و مجازی تو آپکی تصنیفات مین بہی کم سے کم سو جگہہ ہوگیے ہونگے مگر جملہ
ہوا ہے کہ حضرت نے ابتدائی زمانہ صحبت طلبا کے سنے سنائے الفاظ یاد کر رکہے ہین جنکو
بے موقع یا بموقع زبان و قلم مین لے آتے ہین پر انکے معانی کے سمجہنے کو غیر مہذب لوگون کی رسم
و عادت سمجہکر اس سے پرہیز کرتے ہین ۔
شاید آپ یا آپکے احباب اس کے جواب مین فرماوین کہ ہم معانی حقیقت و مجاز کو تو سمجہتے
سمجہتے ہین مگر چونکہ ہم تقلید کو متروک جانتے ہین اسلیئے ان معانی کے ماننے مین علما معانی
اصول منقول کی تقلید نہین کرتے لہذا علیہ ہم منقول و مجاز مین فرق نہین کرتے دونو کو
یکسان اصل محض مین مستعمل سمجہتے ہین ۔
اسکا جواب یہ ہے کہ اگر آپ اہل لسان کی بول چال و محاورہ و استعمال مین پابندی
کو بہی تقلید سمجہتے ہین تو آپکو لازم ہے کہ حقیقت کا نام مجاز رکہین اور مجاز کو
حقیقت فرماوین پیتاب کو پانی کہین اور پانی کو پیتاب کا نام پانی قرار دین اور اگر اہل لسان کے
بولنے سے کلام کہین تو اس باب مین ان ہی کی بول چال و محاورہ و استعمال پر فیصلہ ہونا
ضروری ہے حقیقت وہی ہے جسکو وہ حقیقت سمجہتے ہین اور مجاز وہ ہے جسکو وہ مجاز سمجہتے ہین
اور جو لفظ جس موضوع لہ مین مستعمل جانتے ہین
اور اسباب کا مان لینا تقلید ہی نہین جو بے دلیل قول ماننے کا نام ہے ۔ اسلیئے
کہ ان لوگون کا قول و محاورہ اسباب مین حجت و دلیل ہے اور اگر یہہ بہی تقلید ہے تو ایسی
تقلید سے کسی محقق کو بہی چارہ نہین ہے ؎ نہ ہر جا مرکب تواں تاختن کہ جاہا سپر باید انداختن ۔
جواب ۱۰ اعتراض سوم ۔ اگر تاویل کا تقرر نکیا جاوے تو دنیا مین کوئی کافر نہ رہے گا کیونکہ ہی

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

نمبر ہفتم و ہشتم — علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ — جلد سوم

بابتہ رجب و شعبان ۱۳۰۲ھ مطابق جولائی و اگست ۱۸۸۵ء

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ سالہ و انتظام جدید

درجات و مراتب قیمت	تفصیل خریداران بشرح مراتب	رقم سالانہ
(۱) خاص قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس	کم از کم ۱۰ دس روپیہ
(۲) خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی و معزز عہدہ داران گورنمنٹ و عمائد اعیان و اکابر شہر و دیہات	کم از کم ۵ پانچ روپیہ
(۳) عام قیمت	متوسط الحال وسعت	۳ تین روپیہ
(۴) رعایتی قیمت	کم وسعت لوگ جنکی آمدنی دس پیسہ یومیہ سے زیادہ نہیں ہے	۲ دو روپیہ
(۵) تعاونی قیمت	بے وسعت جو دس پیسہ یومیہ کی آمدنی بھی نہیں رکھتے مگر علمی فیض سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں	فوق بہ آخرت

بتعمیل شرح مندرجہ مراتب مطابق تفصیل سابق خطوط و کتابت بنام مہتمم پرچہ عنوان ہذا

شکریہ و شکایت

ولنشان مندرجہ ذیل سے ہونا چاہئے دار سال زر بذریعہ منی آرڈر یا کوپن ٹکٹ

جن معاونین نے شکایت مندرجہ رسالہ نمبر ہم کی طرف توجہ فرما کر زر واجب الادا کل یا جزو ارسال فرما کر مہتمم کو زیر بار احسان کیا ہے مہتمم انکا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے اور بذکر مواضع اقامت ان حضرات کے دسیمہ شکایت انکے دامن عنایت سے دور کرتا ہے وہ مواضع یہ ہیں - نبارس - بٹیالہ - جبلپور - دہلے - ڈاکہ - راولپنڈی کوٹلہ مالیر - لودہانہ - مظفر گڈھ - مراد آباد - کوچی بند

اللھم فبارک لھم فی اعمالھم و اموالھم و انصر ھم کما نصروا سنتہ نبیھم - اور جن حضرات نے اب تک اس شکایت ماہ اپریل کو اس ماہ ستمبر تک کچھ نہیں سمجھا اور نہ ان رقعات کا جو ایک اور دو دو دفعہ انکے نام جاری ہو چکے ہیں کچھ جواب دیا ہے انکی خدمت میں اب بار سوم یا چہارم مکلف ہے کہ وہ حضرات بے اعتنائی کو دور فرما دیں اور اگر کوئی

اطلاع و تنبیہ ہم مہتمم ہذا کے نام جو کہ مکان قدیم کے سوا دیگر مکانات میں بھی ہمیشہ خطوط و کتابت بھیجتے رہتے ہیں

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا

عذر رہے تو اُس سے بذریعہ تحریر اطلاع دین - مطالبہ قیمت پر چپ چاپ ہو رہنا اور پرچہ کو وقت بے وقت بسم اللہ پڑھکر قبول کر لینا عرف شرع و عرف معاملہ کے روسے پسندیدہ نہین ہے - اُن حضرت کے مواضع قیام یہہ ہین - امرتسر - آری - اٹھورہ - جے پور - حیدر آباد دکھن - عظیم آباد پٹنہ - علی پور کرا چے بندر -

اللہم فوفقہم لقضا وما علیہم باحسن القضیہ وتہم حب الدنیا الذی ہو راس کل خطیئۃ

ان دونون فریق کے بابین ایسے لوگ بھی ہین جنکا نہ ہم شکریہ ادا کر سکتے ہین اسلئے کہ وہ ہنوز ادائے حق سے قاصر ہین اور نہ بذکر مواضع ان حضرت کے انکی شکایت قلم مین لا سکتے ہین - اس سے ہمکو کئی وجوہات مانع ہین وہ اپنا حال آپ ہی سمجھ جائینگے اور بحکم العاقل تکفیہ الاشارۃ اسی اشارہ کو بمنزلہ شکایت سمجھکر حساب کی صفائی کرین -

جواب شکایت

ایک مہربان صوبہ بڑار سے ہماری شکایت کی جواب مین ارقام فرماتے ہین کہ آپکا رسالہ سحاب ماہواری دو مہینے کے بعد شائع ہوتا ہے چار مہینے سے تو یہی حال ہے ورنہ ایتک مدت کا روپیہ پہنچ گیا ہوتا شاید اور حضرت یہی روپیہ بھیجنے کی یہی وجہ خیال مین کہتے ہین جو کسی لحاظ سے ظاہر نہین کر سکتے اسلئے اسکا جواب ضروری نظر آیا جو بوجوہ ذیل معروض ہے -

اول جواب ترکی بترکی ہے کہ حضرت خریداران چھ چھ مہینے اور بعض سال دو سال تک روپیہ بھیجنے کا نام بھی نہین لیتے ورنہ ابتدا سے آجتک رسالہ ماہ بماہ پہنچتا -

(۲) روپیہ کے موجود ہونے پر بھی رسالہ کے وقت پر نکلنے کے لئے اور اعذار و موانع کا ارتفاع بھی شرط ہے اور یہان کوئی نکوئی عذر سفر یا مرض یا جہد صیام جو رسالہ حال کے قوی اسباب توقف سے ہے موجود رہا ہے -

(۳) یہہ رسالہ ویسی اخبار نہین ہے کہ ادھر اور ہر کے گپین لیکر کچھہ نہ کچھہ اناپ سناپ بنا کر ہفتہ وار شائع کر دیا بلکہ یہہ مورد و مجمع ادق مسائل دین ہے جنمین بہت غور و تامل تحقیق و تتبع درکار ہے - پھر ان مسایل کا ایراد و بیان اس رسالہ مین

بقیہ تفرقہ بین الاسلام والزندقہ

یعنے چھپی ارتداد اسلام مین تمیز کا بقیہ

حتے کہ جن لوگون کو جناب مخاطب آنرابیل صاحب بہادر زبان سے کافر کہتے ہین اگو دل سے وہ کسیکو منکر خدا ہو خواہ مکذب رسول کا فر نہین جانتے) وہ بہی کسی نکسی تاویل کی آڑ مین بے کٹہکہ کفر کر سکتے ہین اور پہر کافر نہین بنتے - اسلئے کہ جس حالت مین تاویل کے لئے کوئی قانون یا قید نہین ہے اور اسمین صحت کی بہی شرط و ضرورت نہین بلکہ غلط سے غلط تاویل کو بہی یہان گنجائش ہے تو پہر کفر کا وجود کہان ممکن ہے - اور کسی کافر کا فر ہونا کب متصور ہے -

اس بے قانون اور وسیع تاویل کے ذریعہ سے تو جملہ اصول و فروع اسلام وغیرہ ملل سماویہ کا انکار ہو سکتا ہے اور پہر کفر پاس نہین پہٹکتا بلکہ کفر کا فر غیر ہوں کا بہی گنجائش تاویل رکہتا ہے -

کتنا ہی بڑے سے بڑا کفر فرض کیا جاوے (جیسے کفر فرعون یا ابو جہل) اسمین بہی کوئی نہ کوئی غلط غلط تاویل ممکن ہے - اور کیسا ہی منکر سے منکر مدعی کفر خیال کیا جاوے اسکے کفر و انکار کی بہی تاویل متصور ہے - پہر تو روئے زمین پر ڈہونڈے سے کفر نظر نہ آئیگا - اور کافر کا نام جو اہل مذاہب سماویہ کا زبان زد ہے محض فرضی و جعلی شئے وجود و عنقا قرار پائیگا -

† تاویل دو قسم ہے ایک وہ تاویل جو کافر عمل مین لاتا ہے اور اسکے آڑ مین اپنے کفر کو چہپاتا ہے دوسری وہ تاویل جو کافر (اصول ہو خواہ معاند) کی کفر مین مدعی اسلام بہی پہنچاتا ہے اور اسکے ذریعہ سے اسکو کفر سے بچاتا ہے - امام غزالی کا قانون تاویل دونو قسم کی تاویل کو شامل ہے اور آنرابیل صاحب کی اسنے مخالفت بہی دونون قسم کی متعلق ہے اسلئے دونو قسم سے یہان تعرض ہوا اور دونون مین قانون تاویل کی مخالفت کے نتائج کو بیان کیا گیا ۱۲ -

تمثیلات

ایک دہریہ خدا کے وجود سے منکر ہے - آپکے اصول پر اسکے انکار کی یہہ تاویل ممکن ہے کہ گو اسکے زبان سے انکار نکلتا ہے مگر اسکے دل مین اقرار وجود خدا موجود ہے اسلئے یہہ خدا کا منکر و کافر نہین ہے بلکہ ناجی و مسلمان ہے چنانچہ دہریہ کی نسبت آپ نے یہی کہہ کہا ہے -†

ایک اور منکر کہتا ہے کہ خدا کا وجود ذاتی نہین ہے صرف عقلے یا شبہے ہے جس سے مراد وہی قوائی ہین جو موجودات عالم مین پائی جاتی ہین جیسے ملائکہ و شیاطین سے وہی قوائے مراد ہین جو انسان مین نیک و بد قوے پائی جاتی ہین - آپکے اصول پر اسکی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہہ کسی نہ کسی مرتبہ مین وجود خدا کا قائل ہے اسلئے یہہ خدا کا منکر و کافر نہین ہے بلکہ پکا مسلمان و ناجی ہے چنانچہ وجود ملائکہ و شیاطین کی نسبت آپکا یہی اعتقاد ہے‡ اور وجود خدا کی نسبت بھی آپکا اعتقاد ایسا ہی معلوم ہوتا ہے

ایک اور منکر یا مشرک کہتا ہے کہ خدا کا وجود تو ذاتی ہے اور وہی معبود برحق ہے لا الہ الا اللہ مگر اس سے مراد اور اسکا مصداق میرا ہی وجود ہے یا اسکا وجود جو شے یا عالم (حجر و شجر دیبی و دیوتا انبیاء و اولیاء) ہے میرا معبود ہے پس وہ اس تاویل سے اپنے نسبت کہتا ہے انا ربکم الاعلی - و ما علمت# لکم من الہ غیری یا اپنے معبود کی نسبت کہتا ہے انی§ اللہ ہو المسیح عیسے بن مریم وغیرہ وغیرہ آپکے اصول

---

† دیکھو تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ ۹۶ھ و اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۲ - وغیرہ -

‡ ملائکہ کی نسبت آپنے اہل اعتقاد کو تفسیر عزیزی کے ص ۴۹ وغیرہ مین اور شیطان کی نسبت تہذیب ص ۱۰ وغیرہ مین خود ظاہر کیا ہے اور خدا کی نسبت آپکا یہہ اعتقاد آپکی اس کلام سے معلوم ہوتا ہے جو نمبر ۱۲ اشاعۃ السنۃ مین بصفحہ ۳۱۰ منقول ہے

†† تمہارا بڑا ارب مین ہون # تمہارے لئے مین اپنے سوے کوئی معبود نہین جانتا -

§ خدا وہی ہے جو مسیح بن مریم کہلاتا ہے -

نہ یہہ شخص بھی خاصہ مومن ولا الہ الا اللہ کا مصدق ہے اسلئے کہ اسمین تاویل کرتا ہے اسکا صاف منکر نہین ہے ایک اور مشرک بت یا کسی بزرگ کے آگے سجدہ کرتا ہے اور اسکو معبود بنائے بیٹھا ہے اس تاویل سے کہ جو عبادت خدا کے ساتھہ مخصوص ہے وہ حقیقی عبادت ہے جو غایت تذلل دلی سے عبارت ہے اور اسمین دوسرے کو شریک کرنا شرک حقیقی ہے کسیلئے آگے سر جھکانا اور زبان سے گڑگڑانا عبادت مین داخل نہین ہے آپ کے اصول پر یہہ مشرک بھی موحد ہے خدا کی عبادت کا منکر اور اسکو غیر اللہ کے لئے مثبت نہین ہے اسلئے کہ معنے عبادت مین تاویل کرتا ہے۔ ایک منکر رسالت کہتا ہے کہ عیسےٰ و موسےٰ و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہم اجمعین پیغمبر تھے مگر احمقون اور جاہلون کے لئے تھے۔ مہذب اور فلاسفرون کے لئے وہ پیغمبر نہ تھے۔ آپ کے اصول پر یہہ شخص صاف منکر نہین ہے بلکہ رسالت کا تاویل و تخصیص مصدق ہے۔

ایک مرتد و منافق کہتا ہے کہ نماز روزہ حج و زکوٰۃ جو مذہب مین وارد ہین انسے مراد وہ معانی و حقائق نہین ہین جو اہل مذہب نے قرار دیے ہین اور انمین معمول و مروج ہین۔ بلکہ نماز سے مراد صرف دعا ہے۔ یا کودنا اچھلنا اور سر کو ہلانا۔ اور روزہ سے تمام روز چپ رہنا حج سے مراد علیگڈھ یا لنڈن کا سفر کرنا۔ زکوٰۃ سے مراد مدرسہ علیگڈھ مین چندہ دینا اور جو مذہب مین شراب کی ممانعت آئی ہے اس سے وہ شراب مراد نہین ہے جو مہذب لوگ نہایت عمدگی و صفائی سے بناتے ہین بلکہ وہ شراب مراد ہے کہ عرب کے گوار لوگ بیٹھے تہذیب سے تیار رہوتے تھے۔ اور جس خنزیر کی ممانعت مذہب مین آئی ہے اس سے مہذب خنزیر مراد نہین ہے جو نہایت موٹے و تازے سفید رنگ کی تہذیب سے پالے جاتے ہین بلکہ وہ خنزیر مراد ہین جو کالے کالے اور دبلے پتلے بے تہذیبے سے عرب کے غیر مہذب لوگ

مین پرورش پاتے ہے۔

آپکے اصول پر یہہ مرتد و منافق بہی ان احکام اسلام کا مصدق ہے اور ان تاویلات کے سبب صاف منکر نہین ہے۔

اس قسم کے صدہا مثالون کا دریا اس چشمہ تاویل سے جسکو آنریبل صاحب نے کہولا ہے بہہ سکتا ہے اور کفر کا کہین پتہ نہین لگتا جس قسم کا کفر کوئی چاہے بذریعہ تاویل کر سکتا ہے اور جس قسم کا کوئی کافر ہو سکا کفر تاویل مین چہپ سکتا ہے، اور یہہ بات نہ صرف اسلام کے بلکہ جملہ مذاہب و ملل سماویہ کے مخالف ہر ہر ملت و مذہب کسی نہ کسی حکم اعتقادی کے منکر کو کافر بتاتا ہے اور کتب مذاہب منزلہ (قرآن توریت انجیل وغیرہ) مین جابجا کفر اور کافرون کا ذکر موجود ہے جسکی تفصیل اہل مذاہب کے سامنے پیش کرنی ضروری نہین ہے دیکھ ذلک کفر منکر رسوائے مکذب آیات و احکام کی تفصیل نمبر پنجم جلد ہذا مین گذر چکی ہے۔

اور طرفہ یہہ ہے اگرچہ آنریبل صاحب کا دلی اعتقاد تو اسبات کے موافق ہے چنانچہ آپکا مضمون پرچہ ذیقعدہ جسکا ذکر صفحہ (۱۳۱) وغیرہ مین بہی ہو چکا ہے اسپر ناطق ہے مگر آپکا مضمون حال جسکے جواب مین اب قلم جاری ہے اور نیز اور مضامین تہذیب الاخلاق سنین گذشتہ اسکے مخالف ہین۔

مضمون حال مین بضمن پرچہ صفر ۱۳۱۹ھ بصفحہ ۱۳ - آپنے فرقہ مشرکین کو ذکر کیا ہے پہر انکی نسبت فرمایا ہے کہ ایسے فرقے کو مین خدا کی رحمت مین باوجود اسکے بے انتہا وسیع ہونیکا مجہے یقین ہے داخل نہین کر سکتا اسمین صاف اقرار ہے کہ کفر یا شرک بہی کوئی چیز ہے جسپر بلا تاویل آپنے یہہ حکم لگا دیا ہے کہ اسکا مرتکب خدا کی رحمت کا مورد نہین ہو سکتا ہے۔

اور بمضامین تہذیب گذشتہ مین تو آپنے صاف تسلیم کر لیا ہے کہ تاویل کے لئے

کسی نہ کسی قانون کا ہونا ضروری ہے ورنہ الحاد و ارتداد کا دروازہ کھل جائیگا اور تاویل کے ذریعہ سے الحاد اور دہریہ پن پھیلیگا۔

یہہ بات دراصل آپکے ننانے تین مصداق لحاک لحمی مولوی مہدی علی صاحب نے فرمائی ہے اور آپنے بڑے فخر و خوشی سے اسکی تصدیق کی ہے مولوی صاحب ممدوح نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲ جلد ۳ مطبوعہ ۱۲۹۶ ہجری مین ہو بہو امام غزالی کی تقریر کو اردو الفاظ مین بیان کیا ہے پہلے اُن ہی مرتب جملہ و جو کچھ امام غزالی نے بتائی ہین بیان کیا اسکے بعد بعینہ وہی کہا ہے جو امام غزالی نے کہا ہے اسکی ضمن مین اسبات کو بتصریح بیان فرمایا ہے چنانچہ کہا ہے غرض کہ جب مدلول الفاظ کے مرتب کی حقیقت معلوم ہو گئی تب ہم کہتے ہین کہ قرآن و حدیث کی الفاظ و کلمات کو منجملہ اُن مرتب کے اول مرتبہ پر محمول کرنا ظاہری تفسیر ہے اور جب دلیل قوی اسکے استحالہ پر قایم ہو اور کسی مرتبہ پر منجملہ اُن مرتب کے کلام محمول کیا جاوے وہ باطنی تفسیر ہے اور اسکو تاویل کہتے ہین اور جبتک کوئی شخص خدا کی کلام کو منجملہ اُن مرتب کے کسی مرتبہ پر محمول کرکے اسکی تصدیق کرے تبتک وہ تصدیق کرنیوالہ قابل ان ٹھہریگا۔ نہ انکار کرنے والا۔ لیکن اب یہہ بحث طلب باقی رہی کہ خدا کی کلام کو منجملہ اُن مرتب کے کسی مرتبہ پہ محمول کرنیکا وہ اصول کیا ہے جس سے دین اسلام قایم رہے۔ کیونکہ اگر کوئی حد مقرر نکی جاوے تو ہر ملحد دست تاویل بڑھاویگا اور لفظون کے فرضی معنے بنانے لگیگا اور اپنے تئین مصدق قرآن کہیگا یہہ سمجھکر کہ وہ کسی ایک مرتبہ پر منجملہ اُن مرتب نیچگانہ کے لفظ کو محمول کرتا ہے پس خدا کی توحید اسکا علم بالجزئیات مسایل فرایض و واجبات وغیرہ کا انکار بھی انکار قرآن نہ سمجھا جاویگا و ما ذا بعد الضلال مبین اسواسطے ہم نے اُن معانی کے مراد لینے کو بے قید نہین رکھا اور چند ایسی قیدین لگادی ہین کہ جنکے لحاظ کرنے سے کبھی دست تطاول الحاد نہ بڑھیگا اور لامذہبی اور دہریہ پن پر اطلاق تصدیق قرآن نہوگا وہ قیدین جو ہمنے کی ہین یہہ ہین۔

اول لفظی سزا دینے سے مخالفت قرآن کی کسی اصل سے منجملہ اصول دین نہو۔ دوسرے مخالفت اسکی کسی مسئلہ سے منجملہ مسایل صحیحہ عقلیہ کی تیسری مخالفت اسکی کسی امر سے منجملہ امور واقعیہ کی چوتھی اسکی تشریح بطور تمثیل کی ہے۔ مخالفتہ اصول دین کی مثال مین لفظ (ید اللہ) کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے اگر ید اللہ کے معنے ظاہری لئے جاوین تو اصول تقدس خدا کا خلاف ہوتا ہے۔ اسیطرح مسایل عقلیہ و امور واقعیہ سے مخالفتہ کی تمثیلات کو ذکر فرمایا ہے۔ ہرچند یہہ قیود و تمثیلات خود محل کلام ہین چنانچہ تمثیل اول مین کلام نمبر سابق بصفحہ ۱۸۱ وغیرہ گذر چکا ہے۔

اسیطرح بقیہ تمثیلات مین مفصل و مدلل کلام ہماری قلم سے نکل چکا ہے جو کسی موقع پر شایع ہونے والا ہے۔ ولیکن آپکا یہہ کہنا کہ تاویل کے لئے کوئی قانون مقرر نکرنا الحاد و بیدینی و لادینی کا دروازہ کھولنا ہے بلا خلاف ہمارے مدعا کے تصدیق کرتا ہے۔ اور جو آخر ایبل صاحب نے اسکی تصدیق مین گوہر فشانی کی ہے وہ اسی جلد کے ۱۰ نمبر مین بصفحہ ۱۰ موجود ہے۔ آپ فرماتے ہین۔ مجتبیٰ مہدی

مینے آپکا مضمون جسکا عنوان سوال و جواب ہے دیکھا اور اسیطرح بے قصد دل سے اٹھنے والے شوق سے وجد کیا جسطرح کہ آدم نے ان جان جانب کار خدا کی بات پر وجد کیا تھا۔ زندہ باشی وجان من باشی الخ ××××××× آپ پر فدا سید احمد

اس اعتراف کے بعد آپ آپکا یہہ کہنا کہ تاویل کے لئے کوئی قانون نہین ہے اور جب کہ کوئی انکار نصوص مین تاویل کرتا ہے گو اسکی تاویل کیسی ہے غلط ہو وہ کافر و منکر نصوص نہین ہے کب لائق قبولیت و اعتبار اولی الابصار ہو سکتا ہے۔

شاید آپ اسکے جواب مین کہین کہ ہمنے جو اس پرچہ مین کہا ہے انجان ہوکر کہا ہے اور جو کہا ہے جھوٹ کہا ہے حق وہی بات ہے جو آپ ہمکو سوجھا ہے۔ ہم کہا جواب یہہ ہے کہ انجان ہوکر بلکسی مقلد بنکر پہلے ایک جھوٹ یا غلط بات بنانا پھر کسی دوسرے

کی تقلید سے اسکا خلاف کرنا تو ہم آپکی کلام و سیرت مین بہت دیکھتے ہین تہذیب الاخلاق
سنین گذشتہ و تہذیب حال مین کچھ کچھ دیکھا جاتا ہے ولیکن اس سے اس دوسری بات کا
صحیح و لایق اعتبار ہونا ثابت نہین ہوتا جس ہونہہ سے ایک دن کسیکی تقلید سے نکلتا ہے
دوسرے دن دوسرے کی تقلید سے اسکے مخالف کچھ اور کہتا اسکی بات کا اعتبار ہی کیا ہے۔ کیا
بعید ہے جو بات آپ حق قرار دی گئی ہے کل کو وہی جھوٹ اور غلط قرار دیجاوے
اسلئے آپکا یہہ جواب لایق قبولیت نہین ہے اور آپ ہی کی کلام سے آپ پر الزام ثابت ہے
بالجملہ اعتراض سوم جناب ہی پہلے دو اعتراضون کی طرح محض سفسطہ و ساقط الاعتبار ہے
اور جو امام غزالی نے فرمایا ہے کہ تاویل کے لئے قانون کی پابندی ضروری ہے نہایت
صحیح و درست ہے۔

اور جو اعتراض سوم کی تائید مین اپنے تفسیر شیخ محی الدین بن عربی کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے
کہ انکی تفسیر ایسی رکیک تاویلون سے بھری ہوئی ہے جنکے کوئی قانون نہین ہے پھر کیا وہ
کافر نہین ہے؟ سو محض مغالطہ ہے اس تفسیر مین ایسی تاویلین نہین ہین جو ظاہر معنی آیات
کے مخالف ہون اور انمین ظاہری معنے آیات کو ترک کیا گیا ہو بلکہ وہ ایسے تاویلین ہین
جنمین ظاہری معنے کے مراد ہونے کے ساتھہ باطنی معنی کیطرف بھی آیات کا اشارہ
مراد ہونا قرار دیا گیا ہے جیسے لفظ فرعون ہے کہ اس سے وہ فرعون (جسکے مقابلہ
موسے علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا) بھی مراد لیا گیا ہے۔ اور ساتھہ اسکے نفس امارہ
ہر انسان کو بھی مراد لیا گیا ہے۔ جو معنے اور صفۃً فرعون ہے۔ کما قال قائلہم۔

نفس مارا کمتر از فرعون نیست لیک اورا عون مارا عون نیست۔

یا جیسے لفظ نوحؑ اور اسکی قوم ہے جس سے نوح نبی اور اسکی قوم بھی مراد لی گئی ہے
ومع ذلک نوح سے ہر ایک انسان اور اسکی قوم سے انسان کے قوا لئے گئے ہین
وعلے ہذا القیاس۔

تفسیر ابن عربی اسوقت میرے پاس نہین ہے ورنہ مین اصل عبارت کتاب نقل کرتا اور جناب مخاطب کے مغالطہ کو اچھی طرح بتاتا۔

رہا یہہ امر کہ ایسے اشارت آیات سے مراد لینے صحیح اور کسی قانون پر مبنی ہین یا نہین سو اسمین وہ لوگ تو یہہ حدیث سند پیش کرتے ہین جو حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ قرآن سات طرح پر نازل ہوا ہے۔ ہر ایک آیات کے لئے ایک ظاہری معنے ہین اور ایک باطنی اور ہر ایک معنے کو دیکھنے کے لئے ایک مقام ہے علماء نے کہا ہے کہ ظاہری معنے کو دیکھنے کا مقام علوم عربیت ہین اور باطنی معنے کو دیکھنے کا تزکیہ نفس و ریاضت ہے۔

عن ابن مسعود قال انزال القرآن علی سبعۃ احرف لکل ایہ منہا ظہر و بطن و لکل حد مطلع رواہ فی شرح السنہ۔ قال السعید جمال الدین فمطلع الظاہر فعلم العربیۃ و اما من فیہا و تتبع یا توقف علیہ معرفۃ الظاہر و مطلع الباطن تصفیۃ النفس بالریاضۃ۔ انتہی مختصرا

ولیکن ہمکو اسکی تاویل کے صحیح یا غیر صحیح ہونے سے بحث نہین ہے اس مقام مین یہہ بحث و تفصیل محض اجنبی ہے یہان صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ ابن عربی کی تفسیر مین اس قسم کی تاویلین نہین ہین جنکے لئے امام غزالی نے قانون تجویز کیا ہے اور معترض کو انکے بے قانون ہونے کا دعوے ہے سو اس اجمالی بحث سے بخوبی ثابت ہوگیا و باللہ التوفیق۔

اسکے بعد امام صاحب نے وہ **قانون تاویل** بیان کیا ہے جسکا اوپر ذکر ہوا۔

فاسمع الان قانون التاویل فقد عرفت اتفاق الفرق علی ہذہ الدرجات الخمس فی التاویل و ان شیئا من ذلک لیس من جنس التکذیب و اتفقوا ایضا علی ان جواز ذلک موقوف علی قیام البرہان علی

غنیانچہ فرمایا ہے اب تو تاویل کا قانون سن لے تو نے جان لیا کہ سب فرقون کو درجات خمسہ تاویل پر اتفاق ہے ان درجات مین کسی کلام کو تاویل کرنا اسکو جھٹلانا نہین ہے اور اسپر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ہر تاویل کا

ان سب جگہ کو تاویل کہنا مسامحۃ و مجازا ہے ورنہ حقیقت مین وہ اول تاویل نہین ہے وہ لفظ کے حقیقی معنے ہین ۱۲

استحالۃ الظاہر والظاہر الاول ہو الوجود الذاتی الحقیقی فانہ اذا ثبت تضمن الجمیع فان تعذر فالوجود الحسی فانہ اذا ثبت تضمن مابعدہ فان تعذر فالوجود الخیالی او العقلی فان تعذر فالوجود الشبہی المجازی ولا رخصۃ للعدول عن درجۃ الی مادونہا الا لضرورۃ البرہان۔

فبرجیع الاختلاف علی التحقیق الی البراہین او یقول الحنبلی للبرہان علی استحالۃ اختصاص الباری تعالے بجہۃ الفوق ویقول الاشعری للبرہان علی استحالۃ الرویۃ وکان کلواحد لایرتضی ماذکرہ الخصم ولایراہ دلیلاً قطعاً وکیف ماکان فلا ینبغی ان یکفر کل فریق خصمہ بان رآہ غالطاً فی البرہان نعم یجوز ان یسمیہ ضالاً او مبتدعاً او آثماً من حیث انہ ضل عن الطریق عندہ وانہ مبتدع فمن حیث انہ ابتدع قولاً لم یعہد فی السلف التصریح بہ او من حیث انہ مخالف لما فہم من السلف ان اللہ تعالے یری فنقول القائل لایری بدعۃ والتصریح بتاویل الرویۃ بدعۃ بل ان ظہر عندہ ان تلک الرویۃ معناہا مشاہدۃ القلب

جائز ہونا ظاہر معنے کے محال ہونے پر موقوف ہے ظاہری معنے وہی پہلے معنے ہیں جو وجود ذاتی اور معنے حقیقی ہیں اسلئے کہ جب وہ ثابت ہوتی ہیں تو اور سبھی معنے اسمیں آجاتے ہیں او جب وجود ذاتی اور حقیقی کا مراد ہونا بدلیل محال ہو تو وجود حسی مراد ہوتا ہے اسلئے کہ جب وہ ثابت ہوتا ہے تو اسکے بعد سبھی مراتب وجود اسمیں آجاتے ہیں اور اگر اسکا مراد ہونا بھی (بدلیل) محال ہو تو وجود خیالی یا عقلی مراد ہوتا ہے اور اگر انکا مراد ہونا بھی (بدلیل محال ہو تو وجود شبہی مجازی مراد ہوتا ہے اور انمیں سے ایک درجہ کو چھوڑ کر اس سے نیچے کے درجہ پر کلام کو محمول کرنا بلا ضرورت و تقاضائے دلیل جائز نہیں یعنے جب ایک درجہ کا مراد ہونا بدلیل محال ہوگا تو دوسرے درجہ کیطرف رجوع کیا جاویگا اور جب دوسرے درجہ کا مراد ہونا محال ہوگا تو تیسرا درجہ لیا جاویگا۔ وعلی ہذا القیاس بقیہ درجات۔

پھر کسی تاویل کے ماننے نہ ماننے میں اختلاف ہوگا تو اسکا رجوع نہایر تحقیق دلیل کیطرف ہوگا مثلاً

فینبغی ان لا یظہرہ ولا یذکرہ لان السلف
لم یذکروہ لکن عند ہذا یقول الحنبلی اثبات
الفوق للہ تعالے مشہور عند السلف ولم یذکر
احد منہم ان خالق العالم لیس متصلا بالعالم ولا
منفصلا عنہ ولا داخلا فیہ ولا خارجا عنہ فان
الجہات الست خالیۃ عنہ وان نسبۃ الفوق
الیہ کنسبۃ جہۃ التحت فہذا قول متبدع
اذ البدعۃ عبارۃ عن احداث مقالۃ غیر
ماثورہ من السلف وعند ہذا ینصح لک ان
ہہنا مقامین احدہما مع عوام الخلق والحق
فیہ الاتباع والکف عن تغییر الظواہر راسا
والحذر عن ابداع التصریح بتاویلات لم یغیر
بہا الصحابۃ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین
وحسم باب السوال راسا والزجر عن الخوض
فی الکلام والبحث فیہ واتباع ما تنبئ بہ
من الکتاب والسنۃ کما روی عن عمر رض
انہ سالہ سائل عن آیتین متعارضتین فجلاہ
بالدرۃ وکما روی عن مالک رحمہ اللہ سئل
عن الاستواء فقال الاستواء معلوم والایمان بہ واجب
والکیفیۃ مجہولۃ والسوال عنہ بدعۃ۔
والمقام الثانی بین النظار الذین اضطرت

حنبلی کہیگا کہ خدا کی جہتہ فوق ہے خصوصیت
کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہین ہے۔
(اسلئے اسکی تاویل معنے حقیقی وذاتی سے
معنے مجازی کے ساتھہ جایز نہین) اور اشعری
کہیگا کہ دیدار خدا کے محال ہونے پر کوئی دلیل
قایم نہین اسلئے اسکی تاویل معنے حقیقی سے
مجازی کے ساتھہ درست نہین۔ اور ہر شخص
اپنے مقابل کے دلیل کو پسند نکریگا اور اسکو
دلیل قطعی نہ سمجھیگا بہرحال ایک فریق کو
اپنے مقابل کی تکفیر اس خیال سے کہ وہ دلیل
مین غلطی کرتا ہے جایز نہین۔ ہان یہہ جایز
ہے کہ اسکو گمراہ یا بدعتی کہے۔ گمراہ اسلئے
کہ وہ اسکی نزدیک راہ حق سے بہولا ہوا ہے
بدعتی اسلئے کہ اسنے ایسی بات نکالی ہے کہ سلف مین
اسکی تصریح پائی نہین گئی۔ اسلئے کہ سلف مین
مشہور ہے کہ خدا تعالی کا دیدار ہوگا۔ پہر
کسیکا یہہ کہنا کہ دیدار نہوگا اور اسکو تاویل
کرنا بدعت ہے۔ بلکہ اگر اسکو نزدیک یہی ثابت
ہو کہ اس دیدار سے مراد مشاہدہ دی ہے نہ
مشاہدہ چشمی تو بھی اسکا ظاہر کرنا لایق نہین
اسلئے کہ سلف نے ایسا نہین کہا۔ لیکن یہہ بات

عقائدہم المأثورۃ الموروثۃ فیجوز ان یکون
بعضہم یقدر الضرورۃ وترکہم الظاہر الضرورۃ
البرہان القاطع ولا ینبغی ان یکفر بعضہم
بعضًا بان یراہ نخالفًا فیما یعتقدہ برأیًا فان
ذلک لیس امرًا ہینًا سہل المدرک ولکن البرہان
بینہم قانون متفق علیہ یعترف کلہم بہ فانہم
اذا لم یتفقوا فی المیزان لم یمکنہم رفع
الخلاف بالوزن وقد ذکرنا الموازین التی نبہ فی
کتاب القسطاس المستقیم وہی التی لا یقبل الخلاف
فیہا بعد فہمہا اصلًا بل یعترف کل من فہمہا بانہا
مدارک الیقین قطعًا والحاصلون لہا بسہل
علیہم عند الانصاف وان الاختلاف لکشف الغطاء
ورفع الخلاف لکن لا یستحیل بینہم الاختلاف لفقد
اما لقصور بعضہم عن ادراک تمام شروطہ
واما لرجوعہم فی النظر الی محض التشریح والطبع
دون الوزن بالمیزان کالذی یرجح بعد
تعلم العروض فی الشعر الی الذوق لاستغنائہ
عرض کل شعر علی العروض فلا یبعد ان یغلط
واما لاختلافہم فی العلوم التی ہی مقدمات
البراہین فان من العلوم التی ہی اصول
البراہین تجربیۃ وتواتریۃ وغیرہا والناس مختلفون

شکر جنبلی کہیگا کہ خدا تعالے کے لئے جہۃ فوق
کا ثابت کرنا سلف میں مشہور ہے اور انمیں سے
کسی نے یہہ نہیں کہا کہ خدا تعالے نہ عالم کے
متصل ہے نہ اس سے جدا نہ اسمیں داخل ہے
نہ اس سے خارج کیونکہ جہات ستہ (تحت فوق
یمین ویسار خلف وقدام) اس سے خالی ہیں
اور جہۃ فوق کو اس سے وہی نسبت ہے جو
جہۃ تحت کو ہے پس یہہ قول بدعت ہے اسلئے
کہ بدعت وہی قول ہے جو سلف سے مروی نہیں
ہے یہاں سے تجھے معلوم ہو گیا کہ یہاں دو
مقام ہیں ایک تو مقام عوام خلائق کا ہے
اسمیں حق یہی ہے کہ جو کچھہ شرع میں آیا ہے
وہ اسکا اتباع کریں اور اسکو ظاہری معنے کو
بدلانے سے رکی رہیں اور ان تاویلات کلامی
سے جو سلف نے نہیں کیں ڈریں اور رسول
کے دروازے کو توڑ دیں۔ اور جو اسمیں
بحث وٹٹول کرے اسکو روکیں اور جو کچھہ
کتاب وسنت میں متشابہ (الحقیقۃ) وارد
ہے اسکو ان امین۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپسے کسی نے
وہ متعارض آیتوں کے معنے پوچھے تو آپ

فی التجربۃ والتواتر فقد یتواتر عند واحد دون الا
یتواتر عند غیرہ وقد یتولے تجربۃ مالا یتولاہ
غیرہ واما الالتباس قضایا الوہم بقضایا العقل
واما الالتباس الکلمات المشبوہۃ المجردۃ
بالضروریات والادلیات کما فصلنا ذلک
فی کتاب محک النظر وبالجملۃ اذا حصلوا
تلک الموازین وحققوہا امکنہم الوقوف
عند ترک العناد والتعسف علی مواقع الغلط
لسیر اگ

درہ لیکر اسپر حرطہ آئے - جیسے امام
مالک سے مروی ہے کہ انسے کسیے استوا کا
کا مسئلہ پوچھا تو آپنے فرمایا استوا معلوم
ہے اور اسپر ایمان واجب ہے - اور اسکی
کیفیت (کہ وہ کیونکر ہے) مجہول ہے
اور اس کیفیت سے سوال
بدعت ہے - دوسرا مقام اہل نظر و استدلال
کا ہے جنکے اعتقادات مین (جونکہ انہی کاہری
سے بنچکے ہین) تنزل واقع ہو گیا ہو انکو

بقدر ضرورت بحث کرنا اور ظاہری معنے کسی آیت کو دلیل قطعی کے سبب سے ترک کرنا جایز ہے اور
یہہ لایق نہین ہے کہ جب کوئی اپنے خیال مین کسی دلیل کو قطعی سمجھکر اسکے سبب ظاہر معنی آیہ کو
ترک کرے تو دوسرا شخص اس خیال سے کہ وہ اس دلیل کو قطعی سمجھنے مین غلطی کرتا ہے اسکو کافر
کہے یہہ اسلئے کہ دلیل قطعی کا پہچاننا سہل نہین کہ سب ہولیت دریافت ہو سکے -
† اور یہہ چاہیے کہ جس دلیل کو قطعی سمجھکر اسکے سبب ظاہر معنے کو ترک کیا جاتا ہے وہ ایسا قانون ہو جسپر سب کا
اتفاق ہو اور اسکی صحت سے سبکو اعتراف ہو مثلاً کہ اگر انکا ایسی میزان مین اتفاق نہو اتو وزن مین انکا
اختلاف کیونکر رفع ہوگا اور ہمنے پانچ میزانین کتاب قسطاس المستقیم مین ذکر کی ہین وہ ایسی ہین کہ انکو سمجھنے
کے بعد انمین اختلاف ممکن نہین ہے بلکہ جو کوئی ان میزانون کو سمجھ لیگا وہ انکو یقینی ہونیکا یقین
کر لیگا جو ان میزانون کو حاصل کر لیگا اسپر انصاف کرنے اور انصاف لینے وقت حق سے پردہ اوٹھانا
اور خلاف مٹانا سہل ہو جائیگا -

† ان فقرون کو جو دو خطوط قوسی مین محدود ہین مخاطب نے عبارت غزالی سے سرقہ کر لیا ہے - اور باقتدا انصاری
جو اکثر مسایل مین آپکے مقتدا ہین انمین بوری تحریف عمل مین لاکر بجاؤ انکو ازخود یہہ فقرہ بڑھا دیا ہے -

‡ یہہ حاشیہ بصفحہ آیندہ ہے -

لیکن اس وجہ سے انمین اختلاف ممکن ہے کہ لوگ ان میزانون کی تمام شرطون کے سمجھنے مین وقصور کرین یا وہ اپنی ہی ذہن و طبیعت کے بہروسہ پر رہین ان میزانون کیطرف رجوع نکرین جیسے کوئی علم عروض سیکھکر اپنے اشعار کے اس علم پر لگانے کو بوجھل اور مشکل سمجھے اور اور اپنی ہی طبیعت سے ان اشعار کا امتحان کرے ایسے شخص سے بعید نہین ہے کہ وہ شعر مین غلطی کرے یا یہہ کہ وہ ان دلایل کے مقدمات مین اختلاف کرین اسلیے کہ بعض علوم جو برہان کے مقدمات مین تجربہ و تواتر سے ثابت ہوتے ہین اور تجربہ اور تواتر مین لوگ مختلف ہوتے ہین ایک شخص کے نزدیک ایک امر تواتر کو پہنچا ہے دوسرے کے نزدیک نہین پہنچا ایک تجربہ مین ایک امر آتا ہے دوسرے کو تجربہ مین نہین آتا پھر اسکے اور بدیہی امور مین اشتباہ ہو جائے۔ الحاصل جب وہ ان میزانون کو بخوبی حاصل و تحقیق کرلینگے تو انکو بشرط ترک عناد و تکلف کے مواضع غلطی پر بسہولت مطلع ہونا ممکن ہوگا۔

کہ بیشک خواہ کیسی ہی شدید اختلاف سے اسپر غور کرین مگر باہم اختلاف ہونا ممکن نہین ہے" اور اس تحریف سے آپکا مقصود یہہ ہے کہ ہر قسم کا قول خواہ وہ کیسے ہی غلطی محل مین واقع ہو تاویل کرکے وہ امام صاحب کے نزدیک معذور ہے اور اسکی تاویل منظور۔

حالانکہ امام غزالی نے ان عبارات مین صاف فرمایا ہے کہ جو دلیل سے کوئی شخص مین تاویل کرے اُس دلیل کا متفق علیہ ہونا ضروری ہے اور موازین خمسہ یعنی قسطاس المستقیم السبو دلایل ہین کہ انمین یہ شرط سمجھنے کی اختلاف ناممکن ہے۔ اور اس قول کے بعد دوسری اور تیسرے قول مین آپنے صاف فرمادیا ہے کہ جو لوگ جنہون نے موازین مین تاویل کرتے ہین انکی تاویل کسی دلیل کا موجود ہونا ناممکن ہے۔ اور جو دلایل وہ پیش کرتے ہین محض سفسطی و مغالطی ہین جنکے سبب سے کفر

‡ یہہ بالکل جون میزانین قرآنی میزانی ہین نہ فلسفی و شیطانی میزان تعداد مین جو تین قسم ہے (۱) میزان اکبر جسکی مثال آیۃ تلک حجتنا اٰتینٰھا ابراہیم ہے۔ (۲) میزان اوسط جسکی مثال احب الاعلیٰ ہے۔ (۳) میزان اصغر جسکی مثال قل من نازل الکتاب الذی جاء بہ موسے ہے (۴) میزان تلازم جسکی مثال لوکان فیھما آلہۃ الا اللہ لفسدتا ہے (۵) میزان تعاند جسکی یہہ مثال ہے وانا او ایاکم لعلیٰ ہدی او فی ضلال مبین۔ ان موازین کا التفصیل

اس قول کو آنرایبل صاحب بہادر نے اپنے مدعا کا دم و بیخ کن سمجھکر اسپر پانچ **اعتراض** وارد کئے ہین - اور جو اسکی اخیر باہمی تکفیر سے منع کیا اسکو موافق مدعا سمجھکر بڑی تعظیم سے تسلیم کر لیا ہے **اعتراض** اول یہہ ہے جو بعینہ آپکے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے -

قانون جو اونہون نے بنایا ہے عمدہ و سنجیدہ ہے مگر خدا و خدا کی رسول کی کلام کے لئے ایسا قانون قرار دینا ٹھیک نہین ہے اس قانون کے تو یہہ معنے ہین کہ ہمکو خواہ مخواہ ایک شخص کی کلام کو درست کرنا اور صحیح بنانا ہے پس اگر اسکے ایک معنے نہین بنتے تو دوسرے معنے لیتے جب دوسرے نہین بنتے تو تیسرے معنے لیتے ہین اور علی ہذا القیاس خدا و رسول کی کلام کے لئے ایسا قانون بنانا تو ایک ایسے نوکر کی مثال ہے جو اپنے آقا کے ہر غلط اور دور از قیاس بات کو صحیح پہلو پر ثابت کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے -

اعتراض دوم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو جو اس قسم کی تخصیص کرتا ہے گمراہ کہنا پسند کیا ہے مگر ابھی تک اس شخص مین اور اسکی مخالف مین اسبات کا تصفیہ نہین ہوا کہ حق کسکی طرف ہے اسلئے ان دونون مین کسیکو گمراہ کہنا صحیح نہین ہے -

اعتراض سوم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو بدعتی کہا ہے حالانکہ جو شخص کسی امر کے حق ہونیکا دعوی کرے اسپر اس امر کا لوگون سے قبول کرانا اور اسپر یقین دلانا وجب اور خدا نے بھی یہی طریق اختیار کیا ہے کہ جنکو اسلام کی دعوت کی ہے انکے لئے اور منکرین و معترضین کی اسکات کے لئے قرآن مین دلیلین بہروی ہین پھر یہہ امر جسکی نظیر قرآن مین موجود ہے بدعت کیونکر ہو سکتا ہے -

اعتراض چہارم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے عوام کو اس بحث سے منع کیا اور ظاہر آیات پر ایمان لانیکا حکم دیا - اور جسکے دل مین شک ہو یا کوئی اسپر معترض ہو اسکو یہہ کہنا کہ تم اسپر یقین رکھو کب مناسب ہے -

اعتراض پنجم کا خلاصہ یہہ ہے کہ جن لوگون کو امام صاحب نے عوام ٹہہراکر اس بحث سے منع کیا وہ اسوقت کے لوگ ہونگے جو دار العلوم بغداد مین عربی پڑہکر ملا بن گئے تہے اسوقت جو انگریزی اور اردو زبان مین ریاضی وطبعی علوم کو ترقی ہوئی ہے تو اب عوام کے لفظ کا اطلاق متشکل ہوگیا ہے (یعنی گوری گوری صاحب لوگ اور کالی کالی بابو لوگ اور انکے ہزارہا شاگرد اس کثرت سے انگریزی وارد وہین اقلیدس وحساب وطبعیات کے ماہر ہوگئی ہین کہ اب کسیکو عامی نہین کہا جا سکتا)

یہہ تو مقام ردّ مین (آپکا کلام ہوا) **اور جو مقام مین تسلیم مین** آپنے فرمایا ہے وہ اسقدر ہے کہ بتصریح امام صاحب کی (جو اخیر مین ہے) بالکل سچ وبرحق ہے اور اہل اسلام کو ایک دوسرے کی تکفیر سے عمدگی سے منع کیا ہے۔

راقم کہتا ہے جو مقام ردّ مین آپنے اعتراضات وارد کئی ہین از انجملہ **اعتراض اول کا جواب** یہہ ہے کہ جو قانون فہم وتاویل کلام خدا ورسول کے لئے امام غزالی نے بیان کیا ہے یہہ ایسا قانون ہے کہ روی زمین کے اہل السنہ کو (حتے کہ قولاً نہ سہی عملاً واعتقاداً معترض کو بہی) اسپر اتفاق ہے۔ کوئی فرد بشر کسی محاورہ (ہندی فارسی عربی انگریزی پشتو سنسکرت وغیرہا) مین کلام کرنے والا اسکی پابندی سے خارج نہین سمجہی نظر ہے امام صاحب نے اسمین اتفاق واجماع کا دعوی کیا ہے اور اتفقوا علی ان جواز ذلک موقوف علی قیام البرہان الخ فرمادیا ہے۔

اس قانون کا حاصل یہہ نہین ہے کہ خواہ مخواہ ایک شخص کی کلام کو صحیح بنائین ایک معنے کی نظر سے بن نہ سکے تو دوسری طرف لیجائین جیسے دانا نوکر اپنے احمق آقا کی غلط بات کو الٹ پہیر کر صحیح بنا تا ہے۔ بلکہ اسکا حاصل یہہ ہے کہ ایک شخص کی کلام مین غور وفہم کو کام مین لاوین اگر اسکے معنے ظاہری جنکے لئے لفظ بنایا گیا ہے ممکن المراد پاوین تو اسکو مراد متکلم قرار دین اور اگر ان معنے ظاہری کو صحیح نہ سمجہین تو اپنی نارسائی ونافہمی سے اس کلام کو

غلط نہ بتا دین بلکہ اور معانی صحیحہ کی تلاش مین پڑ جائین یہانتک کہ اصلی معنے مراد قابل کو ملجائین جیسے ایک نوکر ہنے دانا اور حکیم آقا کا ایک حکم سنکر اولاً اسکے معنے ظاہری سمجھتا ہے پھر جب اسکو مناسب مقام نہین پاتا تو غور و تامل کے بعد اسکے دوسرے معنے جو اصلی مراد متکلم ہین پالیتا ہے۔ مثلاً آقا نے حکم دیا کہ شیر اور ہوا کو ہمارے پاس حاضر کرو پس بادی الرائے مین اس نوکر کا خیال اصلی شیر و ہوا کیطرف جاتا ہے جسکے لئے یہہ الفاظ موضوع ہین۔ پھر جب وہ لفظ حاضر کرنے مین غور کرتا ہے اور اصلی شیر و ہوا کا حاضر کردینا اپنی قدرت سے خارج سمجھتا ہے تو اس کلام کے یہ معنے قرار دیتا ہے کہ یہان شیر سے مراد ایک انسان بہادر ہے اور ہوا سے مراد تیز آقا کا تیز رفتار گھوڑا جو شیر جاگا شیر و ہوا کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اس الف پھر مین آپنے کلام آقا کو کچھ نہین بنایا بلکہ اپنے ہی فہم کو سیدھا کیا ہے یہی حال تمام زبانون کے اہل محاورہ کا ہے جب تک وہ ایک کلام کے معنے ظاہری کو ممکن المراد سمجھتے ہین تو معنے ظاہری مراد لیتے ہین اور جب ظاہری کا مراد ہونا محال سمجھتے ہین تو دوسرے معنے کو اس کلام کا مفہوم و مراد قرار دیتے ہین۔

اسکا سبب و معنی یہہ ہے کہ جو الفاظ کے معنے رکھتے ہین بوقت اطلاق دیئے ہوئے جانے اون الفاظ کو ہر سامع کو ان الفاظ کے مراد سمجھنے کے لئے ضرور یہہ سوچنا پڑتا ہے کہ اس لفظ سے متعلم ان متعدد معانی کے کونسے معنے مراد ہین۔ وہ سبھی معانی مراد ہین یا بعض معانی۔ پھر بعض معانی مراد ہین تو وہ کونسے معنے ہین اور اون معنے کے مراد ہونے پر کونسی دلیل اور قرینہ قائم ہے پھر ان دلایل کے سوچنے اور معانی کے متعین کرنے مین کبھی کسی دلیل اور معنے کیطرف وہ مائل ہوتا ہے کبھی کسی دلیل اور معنے کیطرف متوجہ ہوتا ہے پھر اگر اسکو بنظر وضع اس لفظ کے ثابت ہو کہ یہہ لفظ در اصل ایک معنے کے لئے موضوع ہوا (یعنے بنایا گیا) ہے اور اسکا استعمال دوسرے معانی مین بطور عاریت ہوا ہے تو اسپر لازم ہے کہ وہ اس معنے کو جسکے لئے وہ لفظ وضع ہوا ہے اوسکی حقیقی اور اصلی معنے سمجھے اور باقی معانی کو مجازی اور فرعی خیال کرے اور جب وہ لفظ بولا جاوے تو بشرط

عدم مانع قوی معنے حقیقی مراد متکلم قرار دی اور جب کوئی دلیل و قرینہ اس معنے کی مراد ہونے سے روکے تو اور معانی مجازی کو حسب تقاضائے مقام و قرینہ مراد متکلم ٹھہرا دی - اسکا یہ ہرگز یہ اور ادل بدل حیلہ سازی و تکلف پردازی نہیں ہے جسکے ذریعہ سے وہ متکلم کی غلط کلام کو صحیح بنانا چاہتا ہے بلکہ اس لفظ کثیر المعنے کے مقتضا کی یہ عین پیروی ہے جسمیں وہ اپنے مفہم کو مطلب پر پہنچانا چاہتا ہے -

اسی نظر سے علماء عربیت (عربی محاورہ دانوں) نے کہہ رکھا ہے کہ حقیقت † اصل اور متبوع ہے اور مجاز اسکی فرع و تابع ہے - اسلئے جب تک ایک لفظ کے معنے حقیقی کا مراد ہونا ممکن ہے اسکو معنے مجازی

† المعنی الحقیقی متبوع والمجازی تابع - تلویح -

المسئلة العاشرة فی ان المجاز خلاف الاصل والذی یدل علیه وجوه الاول ان اللفظ اذا تجرد عن القرائن دل علی حقیقته او علیها او لا علی واحد منهما - والثالثة الاخرة باطلة فتعین الاول الی ان قال الثانی ان المجاز لا یتحقق الا عند نقل اللفظ من مسمی الی مسمی آخر لعلاقة بینهما وذلک یستدعی امورا ثلثة وضع اللفظ اولا ثم نقله الی الفرع ثم علة النقل - والثالث ان واضع اللفظ للمعنی انما یضعه لیکتفی بتلک الدلالة علیه ویستغنی بها فاذا سمعت فی الکلام بهذا الکلام فاعلموا انی اعنی بذا المعنی واذا تکلم متکلم فلیعین بهذا فکل من تکلم بلغة یمکن ان یعنی به ذلک المعنی ولیبادر الی افهام السامعین ذلک المعنی دون ما هو مجاز فیه ولو قال انما نقل ذلک فی المجاز لمکان حقیقة لم یکن مجازا اذ الکل علی ان الاصل فی الکلام الحقیقة روی عن ابن عباس انه قال ما کنت اعرف معنی لفاطر حتی اختصم الی اعرابیان فی بئر فقال احدهما انا فطرتها ای انا ابتدأتها - وقال الاصمعی ما کنت اعرف الدال حتی سمعت جاریة تقول ستقی ودلتا ای ملآن منها استدلوا بالاستعمال علی الحقیقة فلولا انهم عرفوا ان الاصل فی الکلام الحقیقة لما جاز لهم ذلک - الخامس لو لم یکن الاصل فی الکلام الحقیقة لکان الاصل اما ان یکون هو المجاز وهو باطل باجماع الامة او لا یکون واحد منهما اصلا فحینئذ یتردد الکلام المسترسل بین امرین فیصیر الکل مجملا وهو باطل بالاجماع - (محصول فخر رازی)

پر محمول کرنا جائز نہیں ہے - اور کہا ہے کہ معنے حقیقی کی یہی پہچان ہے کہ وہ لفظ کے سنتے ہی سمجھ میں آجاوے اور معنے مجازی کے یہ پہچان ہے کہ انپر اطلاق اس لفظ کا محال معلوم ہو‡ اور اسی بنا پر اہل اسلام نے بہشت و دوزخ و برزخ کے احوال کو معانی حقیقی پر حمل کیا ہے - بہشت کے دودھ سے وہی دودھ مراد سمجھا ہے جو پیا جاتا ہے اور شہد سے وہی شہد جو مکھیاں بناتی ہیں کہا جاتا ہے اور حوروں اور ازواج سے ویسی ہی عورتیں جنسے دنیا میں مباشرت کرتے ہیں انار و سیب اور کھجوروں سے وہی میوے جو دنیا میں کھاتے ہیں و علے ہذا القیاس اور دوزخ اور قبر کے سانپ وہی سانپ جو دنیا میں کاٹتے ہیں - آگ سے وہی آگ جو دنیا میں لوگ جلاتے ہیں و علے ہذا القیاس -

دنیا کی اشیاء اور وہاں کے چیزوں میں انکے نزدیک فرق ہے تو کمی و بیشی کیفیات و مراتب و درجات میں ہے اصل حقیقت اور مطلق کیفیت میں انمیں انمیں فرق نہیں ہے -

اسباب میں انکی سند دست آویز یہی ہے کہ یہہ معانی اہل عرب کے نزدیک (جنکے محاورہ و اصطلاح میں ان الفاظ سے تخاطب ہوا ہے) ان الفاظ کے حقیقی معانی ہیں اور ان معانی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے - اسلئے ان معانی کا مراد ہونا متعین و متحتم ہے -

اور جو لوگ اہل اسلام کے خلاف میں ان اشیاء کے معانی حقیقی سے انکاری ہیں وہ کیا تو زندیق و معاند ہیں جو دیدہ و دانستہ حق سے انکار کرتے ہیں اور کیا مجنون و جاہل ہیں جو معنے حقیقت و مجاز اور انکو شرط و مراتب کو نہیں سمجھتے اور امر ممکن مجہول الکنہ و محال معلوم البطلان میں تمیز نہیں کرتے ہیں - اور مقتضائے عادت اور مقتضائے عقل کو ایک سمجھکر خلاف عادت و خلاف عقل کو یکساں محال جانتے ہیں - ان مفاسد کی جڑ یہہ ہے کہ وہ عربیت و علوم عقلیہ سے بے بہرہ ہیں

‡ علامۃ الحقیقۃ التبادر والعرا عن القرینۃ وعلامۃ المجاز الاطلاق علی المستحیل (مسلم)

† دیکھو اشاعۃ السنۃ نمبرہ جلد ۲ -

علم طبعی یا ریاضی (جنکی تشریح عنقریب آتی ہے) کو سوائے کچھ جانتے نہیں ہیں - پھر اس نااہلی پر وہ مذاہب کی منصفی کی مسند پر بیٹھ گئے پس جن اصول و فروع کی حقیقت کو نہیں سمجھتے انکو ڈھمل اور مذہب سے خارج کر دیتے اور حقیقت میں وہ اپنے ہی آپ پر نااہلی و کم فہمی کی ڈگری کر رہے ہیں -

بالجملہ جو قانون فہم کلام خدا اور رسولؐ کے لئے امام غزالی نے بیان کیا ہے وہ سب اہل محاورات کا متفق علیہ ہے اسمیں تکلف و تصنع کا دخل نہیں ہے - اور آنر ایبل صاحب کا اسپر اعتراض اول مغالطہ ہے اس جواب کے ضمن میں اشیاء دوزخ و بہشت کی بوجود خارجی و ذاتی موجود ہونے کا بھی فیصلہ ہو گیا جسکا وعدہ نمبر سابق میں بصفحہ ۱۶۱ ہوا تھا اور کچھ تتمہ جسکا آئندہ بھی ہوگا انشاء اللہ تعالے -

جواب اعتراض دوم - گمراہ کو گمراہ کہنا اسپر موقوف نہیں ہے کہ گمراہ اور اسکو مخالف میں گمراہی و راہ حق کا فیصلہ ہو لی یعنے گمراہ راہ حق کو جان لے - اور اپنے تئیں اس سے سوا سمجھ لیا ہو الیقین کرے تب ہی اسکو گمراہ کہا جاوے -

خدا تعالے نے قرآن مجید میں بہت گمراہوں کو گمراہ کہا ہے حالانکہ انمیں اور خدا تعالے میں گمراہی کا تصفیہ نہیں ہوا - یعنے جس امر کو خدا تعالے نے گمراہی قرار دیا ہے اسکو انہوں نے گمراہی نہیں جانا بلکہ برعکس اسکے ہدایت و راہ حق خیال کیا ہے اور خدا تعالے اور اسکو رسول کو جھوٹا سمجھا ہے - تعالے عن ذلک علوا کبیرا -

† قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اولئک الذین کفروا بایات ربہم ولقائہ فحبطت اعمالہم الآیۃ - کہف ۱۲ -

کہا میں تمہیں بتاؤں کون اپنے اعمال میں نقصان پانے والے ہیں جسکا دنیا میں کیا کرایا کھویا گیا اور وہ یہ سمجھے ہیں کہ ہم اچھا کرتے ہیں وہ لوگ کافر ہیں تا آخر آیۃ -

آپکے اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ اعتراض آپکو در اصل خدا تعالے پر ہے جسنے بہت ایسے لوگوں کو کافر کہا ہے جنہوں نے کفر کو کفر نہین جانا اور اپنا کافر ہونا تسلیم نہین کیا۔ اور اس اعتراض کی بنا ر آپکے اس قدیم اعتقاد پر ہے کہ منکر خدا و مکذب رسول کافر نہین ہے۔ جسکو اپنے مضمون (مذہب انسان کا امر طبعی ہے) مین ظاہر کیا ہے اور اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۱۰ و نمبر ۲ جلد ۱۱ مین اسکا بخوبی ابطال کیا گیا ہے۔

جواب اعتراض سوم - اگر انکار وجود خالق یا شرک کو کوئی حق سمجھ لیگا تو پھر کیا اس شرک و انکار کا لوگون سے قبول کرانا اور اسپر یقین دلانا بھی اس شخص پر خدا کیطرف سے واجب ہو جائیگا جو دین اسلام و غیر مذہب سماوی تو اسکی تصدیق نہین کرتے۔

بے شک قرآن مین امر حق کا ثبوت بہم پہنچانے اور منکرین کو سمجھانے اور معترض کو ساقط کرنے کے لیے دلیلین پھری ہین مگر امر حق کو مٹانے اور ناحق کو حق بنانے کی دلیلین قرآن مین نہین ہین اور امام صاحب نے بھی اثبات حق کی دلائل پیش کرنے والے کو بدعتی نہین کہا بلکہ ایسے شخص کو کہا ہے کہ جو حق کو مٹانے اور ناحق کو حق بنانے کی دلیلین پیش کرتا ہے۔ وہ جو ظاہر آیات کتاب اللہ کے

وانہم لیصدونہم عن السبیل ویحسبون انہم مہتدون - زخرف ۴۶ -	شیاطین کافرون کو رستہ سے روک رہے ہین اور وہ سمجھ رہے ہین کہ ہم راہ پر ہین -
ویدخلہم جنت اللہ کذبا لہم یکونوا یعلمون زمر ۵	(کیونکہ خدا کیطرف سے وہ (عذاب یا رہا ہونا) پیش آیا جسکا انکو گمان نہ تھا۔
افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ یعلم ۱۶ -	کافرون نے کہا یہہ رسول خدا پر جھوٹ باندھتا ہے یا دیوانہ ہے
قالوا انما نحن مصلحون بقرہ ۲	منافقون نے کہا کہ ہم تو سنوارنے والے ہین -
ان اردنا الا احسانا و توفیقا نسا ۶۲ -	منافقون نے کہا ہم تو نیکی کرنے اور موافقت کی نیت رکھتے ہین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۳

پہلی الجملہ ثبوت اس امر کا ہے کہ کفار مکہ اپنے تئین کافر گمراہ نہ سمجھتے اور یہ ر ا ثبوت اس امر کا بدلیل قول آیندہ امام غزالی کے جواب اعتراض اول مخاطب کے صفحہ ۲۱۴ آویگا۔

مقابلہ مین اپنی خیالی باتین پیش کرتا ہے اور ظواہر ان ان دلایل کو جو خدا و رسول نے بیان کیین ہین صرف اس خیال سے کہ یہہ دلایل نیچر یا عقل کے مخالف ہین تسلیم نہین کرتا مثلاً آیۃ الرحمن علی العرش استوی سے جو خدا کا عرش پر ہونا سمجھا جاتا ہے اسکو اس خیال سے کہ ہر جسے خدا کا محدود ہونا لازم آتا ہے نہین مانتا اور اسکو استیلا سے تاویل کرتا ہے۔ اور آیۃ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرہ سے جو دیدار خدا کا ہونا قیامت کو ثابت ہوتا ہے صرف اس خیال سے کہ اس سے خدا کا مجسم ہونا لازم آتا ہے نہین مانتا اور اسکی تنقیح سے تاویل کرتا ہے۔ اور جو آیۃ کما بدانا اول خلق نعیدہ وغیرہا سے حشر اجساد ثابت ہوتا ہے اسکو صرف اس خیال سے کہ اعادہ معدوم محال ہے اور بوسیدہ ہڈیون یا خاک کا انسان ہوجانا خلاف نیچر ہے نہین مانتا اور حشر کو صرف روحانی حشر سے تاویل کرتا ہے وعلی ہذا القیاس۔ ایسے شخص کے مبتدع ہونے مین کسی مسلمان کو کب تامل ہو سکتا ہے اور جو دلایل وہ پیش کرتا ہے ان دلایل کو ہمرنگ دلایل قرآن مثبت حق کون کہہ سکتا ہے یہہ اسی شخص کا کام ہے جو کفر و اسلام کو ایک سا جانتا ہے اور مذہب اسلام کو بمقابلہ دوسرے مذاہب کے حق پر نہین سمجھتا۔ بلکہ کسی مذہب کا بھی ہونا نہونا اسکے نزدیک متعین نہین ہے۔

جواب اعتراض چہارم۔ امام غزالی نے عوام منکرین کو اس بحث سے منع نہین کیا بلکہ عوام مومنین کو اس سے روکا ہے۔ انہی کو آپنے فرمایا ہے کہ جو بات کتاب و سنت سے وہ سنتے آئی ہین اسکو بدل مان لین اور اسمین چون وچرا کرنے سے باز رہین۔ اسکی وجہ یہہ ہے کہ غالباً ہر عصر و قرن مین اہل ایمان تین طبقہ چلے آئی ہین۔ **طبقہ اول** جو اس مومنین ہین جنکو کتاب و سنت مین پوری مہارت ہے۔ اور اسرار و احکام شریعت سے کامل واقفیت ایسے لوگون کیطرف تو شک دز دوراہ نہین پاتا۔ اگر احیاناً بمقتضائے بشریت و عدم عصمت جاتا ہے۔ اس طبقہ کے رؤسا و اعیان آنحضرت صلعم کے اصحاب ہین جنمین اہل بیت نبوت بھی داخل ہین۔ انکے بعد تابعین انکے بعد تبع تابعین جنمین آئمہ اربعہ وغیرہ مجتہدین و محدثین

مومنین کی خطاؤن کو اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہے اور انکو اجر دیتا ہے

بھی داخل ہین اُنکے بعد انکے اتباع ہر زمانہ کے علماء متبحرین ماہرین کتاب اللہ وسنت سید المرسلین ہین جو بحکم حدیث لایزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لایضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتی یاتی امر اللہ وہم علی ذلک ہر عصر مین موجود رہتے ہین۔

طبقہ ثانیہ۔ مومنین مذبذبین ہین جو نیم ملاّن خطرہ ایمان و نیم حکیم خطرہ جان کے مصداق ہین اس طبقہ مین اکثر وہ علماء داخل ہین جو بہوڑی یا بہت منطق و فلسفہ جانتے ہین اور علوم دین کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلعم سے واقف نہین ہوتے۔

انکو سنے سنائے احکام و اصول اسلام مین شکوک پیدا ہوتے ہین تو انکو منطقی و فلسفی اصول سے حل کرنا چاہتے ہین۔ پھر کبھی کوئی بات بنا لیتے ہین اور اکثر شکوک و تردوات مین مبتلا ہوکر احکام اسلام سے انکاری ہو جاتے ہین۔

اس طبقہ کے لوگ اکثر منطقی و کلامی علماء ہین جنکا اپنے کمال پر پہنچنا اور اخیر عمر مین اپنے خیالات پر افسوس کرنا اور طبقہ ثالثہ کے اعتقاد پر ہونے کی تمنا ظاہر کرنا اتباع السنۃ نمبر ۱ و ۲ جلد اول مین مفصل نقل ہو چکا ہے۔

طبقہ ثالثہ عوام مومنین کا ہے جو سنے سنائے اصول و احکام اسلام پر یقین رکھتے ہین اور کبھی کسی حکم یا اعتقاد کی نسبت یہہ سوال کہ یہہ کیون ہوا اور کس لئے فرمایا گیا نہین کرتے ہین۔ انکو کوئی معترض پوچھے کہ خدا کو کس دلیل سے ایک جانتے تو وہ لٹھیا لیکر اسکے پیچھے پڑتے ہین اور اگر کہے کہ رسول کو کسطرح رسول پہچانتے ہو تو وہ اسپر لاحول پڑھتے ہین۔ جب خدا کا عرش پر ہونا آیہ الرحمن علی العرش استوی سے سنتے ہین تو اسکی حقیقت کا علم خدا کے سپرد کرکے اسپر ایمان لاتے ہین۔ اسیطرح جب خدا کے دیدار کی آیت سن لیتے ہین تو اسکو بھی مان جاتے ہین۔

---

† میری امت سے ہمیشہ ایک جماعت خدا کے حکم پر قایم رہیگی انکو ضرر نہ پہنچائیگا جو ان سے مخالفت کرنا کرنا چاہیگا۔ یہانتک کہ خدا کا حکم (یعنے قیامت کا دن) آجائیگا۔

ان لوگوں کی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اپنی تقلیدی ایمان کو سنبھال کہیں تقلید پیغمبر کو چھوڑ کر فلسفی محقق و متکلم نہ بنے مذبذب کہا ہے ہم تو یہی دعا کرتے ہیں اس راستہ حق کی طرف کبھی واصل نہ ہونگے۔ اور اپنے تقلیدی ایمان کو بھی کھو بیٹھیگے۔

آپ منصفین انصاف کریں کہ ایسے لوگوں کے حق میں جو امام غزالی نے فرمایا ہے وہ بہتر ہے یا بقول آنریبل صاحب بہادر انکے لئے فلسفی محقق بنا بہتر ہے کیا انکا یہ منصب ہے کہ تہذیب الاخلاق یا تصانیف نیچریہ پڑھ پڑھکر مسائل و احکام اسلام پر نکتہ چینی کریں پھر اُن ہی اصول پر کچھ نکچھ اسمیں فیصلہ کریں۔ حاشا و کلا یہ لوگ اس نکتہ چینی میں بہت بڑھینگے۔ تو آنریبل صاحب بہادر کے درجہ کو پہنچ جاوینگے اور اصول اسلام سے منکر ہوکر مسائل ذیل کے معتقد ہوں گے۔

(۱) خدا کے وجود کا اقرار بشرط نجات نہیں ہے بناءً علیہ دہریہ منکرین وجود باری کو نجات حاصل ہے۔

(۲) رسول† و کتب و احکام سماوی کا ماننا بھی ضروری و شرط نجات نہیں ہے بناءً علیہ جو لوگ کسی نبی کو نہیں مانتے اور نہ کسی حکم و کتاب سماوی کے قائل ہیں صرف خدا کو مانتے ہیں وہ بلا شبہ مسلمان اور ناجی ہیں۔

(۳) شیطان‡ و ملائکہ بوجود ذاتی موجود نہیں اور جو خدا نے آدم کو ملائکہ کا بلکہ قصہ قرآن میں بیان کیا ہے وہ اس بڑے تماشا کرنے والے نے بہائمی کا تماشا بنایا ہے۔

(۴) بہشت‡ و دوزخ کے نعیم و آلام کا وجود ذاتی نہیں ہے اور جو قرآن میں ان نعیم و آلام کا ذکر ہے وہ صرف تشبیہات ہیں۔

(۵) نماز میں کعبہ کیطرف منہ کرنا اسلام کا اصلی حکم نہیں ہے۔

---

† یہ بات انکی تہذیب ۵ ذیقعدہ ۹۶ میں ہے۔ # یہ تفسیر میں صفحہ ۳۹ از تہذیب ۱۵ شعبان

‡ یہ بھی انکی تہذیب ذی قعدہ میں ہے۔ ۹۵ میں ہے

‡‡ یہ بات تفسیر ۱ صفحہ ۵۲ و ۶۹ و ۲۰۴ وغیرہ میں ہے۔ § یہ تفسیر میں ہے صفحہ ۱۹۴۔

(۶) کعبہ کا حج صرف ترقی تجارت و آبادی مکہ کے لئے مقرر ہوا ہے اس گھر کی تقدس اور متعدی برکت کے سبب نہیں ہے کہ جو کوئی اسکے گرد سات بار پھرے وہ بہشتی ہو گیا۔ اس چھوٹی گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے اسکے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں وہ تو حاجی نہیں ہوتے

(۷) روزہ رکھنے میں کچھ تکلیف ہو (گو حالت بیماری کو نہ پہنچے) تو روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دینا کافی ہے تکلیف اوٹھا کر روزہ رکھنا فرض نہیں ہے۔

(۸) معجزہ و کرامت خلاف عادت ممکن نہیں اور خدا تعالےٰ کو اسپر قدرت نہیں ہے۔

(۹) امور معاشرت سے مذہب کو تعلق نہیں ہے ان امور میں ہر کسیکو اپنی خواہش و رای کے موافق عمل کرنا جایز ہے۔ وعلے ہذا القیاس۔

اور ان مسایل کا قایل ہونا اسلام و ایمان سے منکر ہونا ہے لیے محقق بننے سے نبی کا مقلد رہنا بہتر ہے اور امام غزالی کا بھی عوام کو یہی ارشاد ہے۔

جواب اعتراض سوم ۔ جس حالت میں عربی لیٹریچر (یعنے عربی زبان دانی) کا تنزل آپکے نزدیک مسلم تو علوم دین اسلام میں لوگوں کی متنزل ہونے اور ان علوم کا انتہا جاہل و عامی ہونے کا تسلیم کرنا بھی آپ پر واجب ہے اسلئے کہ جسقدر علوم دین اسلام کے متعلق ہیں وہ سب عربی زبان میں ہیں۔ انگریزی یا فارسی یا ہندی میں کوئی علم منجملہ ان علوم کے کما حقہ مفصل و مدلل نہیں ہے۔

او۔ آپکا یہہ کہنا کہ زمانہ حال میں علوم طبعی و ریاضی (ہیئت نبدسہ وحساب) کو بہت ترقی ہوئی اسلئے لفظ عوام کسی پر بولنا مشکل ہو گیا ہے آپکی کم توجہی و بے خبری سے خبر دیتا ہے۔ کوئی از

---

* یہہ تفسیر میں ہے بصفحہ ۲۴۵ - ۲۵۲ - ۲۵۲ - # یہہ تفسر میں ہے بصفحہ ۲۲۹ -

§ تفسیر کبیر پر کے اسی پارہ کو دیکھو صفحہ ۱۵۶ و صفحہ ۱۵۷ - اور آپکو ایک خلیفہ کا قول ہے کہ معجزہ یہاں موتی سانگ بنا جسمیں سب کچھ بنا اور کچھ نہ بنا - دیکھو تہذیب ماہ رجب ۱۳۱۶ھ صفحہ ۵۰۰ -

‡ یہہ تہذیب جمادی الاولے ۱۳۱۶ھ وغیرہ میں ہے -

علوم میں ماہر ہونے سے علوم دین کی نسبت جاہل و عامی ہونے سے خارج نہیں ہو سکتا ایک نیگالی یا انگریز یا ہندی نے علم ہندسہ کو اقلیدس سے بڑھ کر جان لیا تو کیا وہ اس سے قرآن کے احکام و اسرار سے واقف ہو سکتا ہے۔ یا اگر کسی میڈیکل کالج کے لڑکے نے علم تشریح بوعلی سینا سے زیادہ سیکھ لیا تو وہ اس ذریعہ سے تشریح اسرار اسلام کو پہونچ سکتا ہے۔ ؟ اور اگر اس کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ منطق اور دقیق علوم ہیں ان کے جاننے سے انسان کا فہم و ملکہ و ادراک بڑھ سکتا ہے جس سے فہم احکام و اسرار اسلام باسانی ممکن ہے تو یہ بھی غلط فہمی ہے اولاً تو عام ریاضی مشکل و دقیق علوم نہیں ہیں بلکہ ایسی آسان و سہل ہیں کہ چھوٹے چھوٹے لونڈوں کے سیکھنے کے لائق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان علوم کے موجد و بانی فلاسفہ پہلے لڑکوں کو پہلے یہی علوم پڑھاتے جب انکے فہم و ذہن ان آسان علوم کے سمجھنے سے مرتاض و چوکس ہو جاتے تو پھر انکو دوسرے دقیق علوم فلسفہ و منطق ہنر و ہو کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان علوم کی ریاضی سے ہر کہ ان علوم کے پڑھنے سے بچوں کے لئے ریاضت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی انگریزی سکولوں کے لونڈوں کو شروع تعلیم میں یہ ہی پڑھائی جاتے اور انکی سمجھ میں بخوبی آجاتی ہے۔ اگر یہ علوم مشکل و دقیق ہوتی تو چھوٹے چھوٹے بچے زمانہ سلف فلاسفہ زمانہ حال کے اسکو سمجھ نہ سکتے۔

ثانیاً فرض کیا کہ یہ علوم منطق و فلسفہ کیطرح مشکل و دقیق علم ہیں اور انکی جاننے سے فہم ملکہ و ادراک بڑھ جاتا ہے مگر پھر بھی جب تک علوم دین سے آگاہی نہو صرف ملکہ کس کام آتا ہے دیکھو منطق و فلسفہ بالاتفاق دقائق علوم سے ہیں مگر صرف منطق و فلسفہ میں تبحر پیدا کرنے سے اسرار احکام اسلام پر کوئی مطلع نہیں ہوا ہے۔ بڑے بڑے منطقیوں اور فلسفیوں نے ان علوم کے پیچھے سے علوم دین میں دخل دیا مگر بجز حیرت و حسرت کچھ حاصل نہ کیا۔

اور اخیر عمر میں اپنے کئے کرائے اور پڑھے پڑھائے پر افسوس ظاہر کیا چنانچہ کلمات ان حضرات کے اشاعۃ السنہ نمبر ۱ و ۲ جلد اول میں بتفصیل نقل ہو چکے ہیں۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ریاضی یا طبعی اور علوم فلسفی مین خواہ کوئی کیسا ہے ماہر و کامل ہو وہ جب تک علوم دین مین کامل بداخلت پیدا نکرے اسرار احکام اسلام کو پہنچ نہین سکتا اور اہل علوم کی نسبت وہ عامی ہونے سے باہر نہین ہوتا۔

اور جس حال مین علوم دین مین لوگون کا تنزل آپکو معلوم ہے اس اقبال ہے کہ عربی لٹریچر کو تنزل ہے اور نیز مشاہدہ ظاہر حال سے ماننا پڑتا ہے تو اس سے اکثر لوگون کا باوجود ریاضی و طبعی دانی کے علوم دین کی نسبت جاہل و عامی ہونا ہی واجب التسلیم ہے۔ اور امام غزالی کا اوله لوگون کو عوام ٹھہراکر انکو دخل در معقولات دین سے روکنا نہایت صحیح ہے اگے ہٹ دھرمی کا کچھہ علاج نہین ہے۔

بالجملہ امام صاحب کے قانون تاویل پر جو آنرابیل صاحب نے پانچ اعتراض کیے ہین وہ سب کے سب مغالطات و فاسد خیالات ہین اور امام صاحب کا قانون تاویل ایسا قانون ہے جیسے جہاں اہل محاورہ کو اتفاق ہے اس قانون کے سوائے کسی کلام کا (خالق کا ہو خواہ مخلوق کا) ضبط و اعتبار نہین رہتا اور تاویل بلا قانون کے ذریعہ سے دن سے رات اور رات سے دن اور پانی سے بول اور بول سے پانی۔ اور بکری سے خنزیر اور خنزیر سے بکرے کا مراد لینا ممکن ہے جس سے سلسلہ دین و دنیا کا درہم برہم ہوجانا متصور ہے۔

اور جو آپنے **مقام تسلیم** فرمایا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ امام صاحب نے اہل اسلام کو باہمی تکفیر سے منع کیا ہے تو اس سے آپکو کیا؟ جسپر آپ خوش ہوتے ہین اور اسکی تعریف کرنے لگے امام غزالی کے اصول پر تو نہ آپ اہل اسلام ہین نہ آپکے مخالفین اہل اسلام ہین اسلئے اس قول کو تو آپسے کچھہ علاقہ نہین ہے پھر آپکا یہ کہنا کہ یہ قول امام صاحب کا نہایت حق و درست ہے آپ کے منہ سے کب زیبا ہے۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے بعض لوگ ایسے ہین جو بلا دلیل قطعی صرف غلبہ ظن سے تاویل کیطرف رجوع کرتے ہین (انکی نسبت قاعدہ تو یہی چاہتا ہے کہ انکی تکفیر واجب ہو)

ومن الناس من یبادر الی التاویل بعلمیات
الظنون من غیر برہان قاطع ولا ینبغی ان
یبادر الفور الی تکفیرہ فی کل مقام بل ینظر
فیہ فان کان فی امر لا یتعلق باصول العقائد
ومہماتہا فلا تکفر وذلک کقول بعض الصوفیۃ
ان المراد بروبیۃ الخلیل ہو الکوکب والشمس
والقمر قولہ ہذا ربی بغیر ظواہرہا بل ہی جواہر
نورانیۃ ملکیۃ نورانیتہا عقلیۃ لا حسیۃ

مگر انکی تکفیر ہر جگہ واجب نہیں ہے بلکہ
انکے محل تاویل کو دیکھنا ضروری ہے اگر وہ محل
جسمیں وہ تاویل کرتے ہیں اصول عقائد مقصودہ
سے نہو تو اس تاویل بلا دلیل کے سبب انکی تکفیر
کیجاوے اسکی مثال بعض صوفیوں کا قول ہے
کہ حضرت ابراہیم نے جو چاند سورج کو کہا تہا
کہ یہ میرا رب ہے اس سے مراد ظاہر چاند سورج نہیں ہے
بلکہ عالم ملکوت کی انوار نیر جنکی نورانیت عقلی ہے

پھر امام صاحب نے ان صوفیہ کی اسی وجہ تاویل کو نقل کیا پھر اسکو بوجہ معقول ذکر کیا ہے انکی
وجہ تاویل اور اسکو ذکر کرنے کی ضرورت سمجھکر نقل نہیں کیا۔ پھر امام صاحب نے فرمایا اگر وہ محل جسمیں
کوئی بلا دلیل تاویل کرتا ہے اصول عقائد مقصودہ سے ہو اور وہ پھر اسکے ظاہری معنے کو بلا دلیل بدلتا

وما یتعلق من ہذا الجنس فی اصول العقائد
المہمۃ فیجب تکفیر من یغیر الظاہر بغیر برہان
قاطع کالذی ینکر حشر الاجساد وینکر العقوبات
المعتقبۃ فی الاخرۃ للعصاۃ والمعاد والاستعادۃ
من غیر برہان قاطع فیجب تکفیرہ قطعا لان
برہان علی استحالۃ رد الارواح الی
الاجساد وذکر ذلک یطیم الفرق بین
فیجب تکفیر من نطق بہ۔ وہو مذہب اکثر
الفلاسفۃ وکذلک یکفر من قال ان اللہ
تعالی لا یعلم الا نفسہ ولا یعلم الا الکلیات

تو ایسے شخص کی تکفیر واجب ہے جیسے منکرین
حشر عقوبات اخروی (دوزخ کے سزا
وجیرہ) کہ وہ محض بنا ہے ظنون اور وہموں
سے بلا دلیل قطعی ہیں حشر و عذاب کو محال
و بعید سمجھتے ہیں انکی تکفیر یقیناً واجب ہے
اسلئے کہ ارواح کے جسم کیطرف پھر آنے
کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے
اور اس بات کا ذکر کرنا کہ وہاں صرف حشر ارواح
ہے نہ حشر اجسام اور لذات جنت و عذاب
دوزخ کا وجود ذاتی و خارجی نہیں ہے)

فاما الامور الجزوية المتعلقة بالاشخاص فلا يعلمها۔

دین مین نقصان ڈالتا ہے۔ لیں جو کوئی یہہ بات زبان پر لاوے اسکی

تکفیر واجب ہے اسیطرح اس شخص کی تکفیر واجب ہے جو کہتا ہے کہ خدا تعالے بجز ذاتی صفات کے اور کچھ نہین جانتا۔ و بجز کلیات اون خبر نبات کے جو اور اشخاص کے متعلق ہین نہین جانتا اس شخص کی تکفیر ہم لیے واجب ہے کہ ہر قول مین رسول کی یقیناً تکذیب پائی جاتی

لانه تكذيب للرسول قطعا وليس من قبيل الدرجات التي ذكرنا في التاويل اذا دلة القرآن والاخبار على تفهيم حشر الاجساد وتفهيم† علم الله تفصيل كل شيء بجزئياته على الاشخاص تجاوز حدا يقبل التاويل وهم يعترفون ان هذا ليس من التاويل ولكن قالوا الهاكان صلاح الخلق في ان يعتقدوا حشر الاجساد وقصور فهمهم عن درك المعاد العقلي وكان صلاحهم في ان يعتقدوا ان الله تعالى عالم بكل شيء عليهم ورقيب عليهم يورث ذلك رغبة وهيبة فجاز للرسول ان يفهمهم ذلك وليس بكاذب من افهم

ہے۔ اور یہہ اون درجات مین سے نہین ہے جنکا تاویل مین داخل نہین ہونا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے۔ اسلیے کہ دلایل قرآن و حدیث جسمین اجسام کا اٹھایا جانا۔ اور خدا تعالے کا ہر شخص کو بتفصیل جاننا سمجھا گیا ہے اس حد سے متجاوز ہین جسمین تاویل کی گنجایش ہوسکے اور وہ لوگ خود اقراری ہین کہ ہمارا یہہ کہنا تاویل نہین ہے۔ بلکہ قول رسول کو (دروغ مصلحت آمیز کا مصداق بناتا ہے) اور کہتے ہین کہ حشر اجسام کے اعتقاد کرنے مین لوگون کی بہتری ہی کیونکہ حشر کلی و روحانی کے سمجھنے کے انکو عقل نہین اسلیے اس حشر روحانی کو حشر جسمانی بتاکر سمجھایا

† لفظ تفہیم کو اسنے تعمیم بنایا ہے اور اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے اسمین وہی کام لیا ہے جسکا ذکر حاشیہ صفحہ ۲۰۶ مین گذرا۔

غیر منقول بانیہ صلاحہ ان یکون کما
قالہ ہذا القول باطل قطعا لانہ تصریح بالکذب
ثم طلب عذر فی انہ لم کذب ویجیب اظہار
منصب النبوۃ من ہذہ الرذیلۃ فقہ الصدق
واصلاح الخلق بہ مندوحۃ عن الکذب
وہذا دل درجات الزندقۃ وہی رتبۃ
بین الاعتزال والزندقۃ المطلقۃ فان
المعتزلۃ یقربہ منہا جہم فی نفی الصفات
الا فی ہذا الامر الواحد وہو الح المعتزلی
لا یجوز الکذب علی الرسل بمثل ہذا التعلیل
یؤل الظاہر قبحہ الیقینی بخلافہ۔
والفلسفی لا یقصر تجاوزہ للظاہر علی ما
یقبل التاویل علی قرب او علی بعد والزندقۃ
المطلقۃ فہی ان ینکر اصل المعاد عقلیا وحسیا
وینکر الصانع للعالم اصلا اما اثبات المعاد بنوعیہ
عقلی مع نفی الآلام واللذات الحسیۃ واثبات
الصانع مع نفی علمہ بتفاصیل الامور فہی زندقۃ
مقیدہ بنوع من اعتراف الصدق۔

اسیطرح اس اعتقاد میں (کہ جو کچھ ہو رہا ہے
خدا تعالیٰ سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ ہر وقت
انپر نگاہ رکھتا ہے) انکی بہتری ہے اسلئے
انکو ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں خدا جانتا ہے
رسول کے لئے کہنا جائز ہو گیا اور جن باتوں
کے بیان میں لوگوں کا فائدہ ہونے کے بیان
کرنے والا جو ظاہری نہیں ہے اگرچہ واقعہ
میں ان باتوں کا وجود ہو اور یہ کہنا کہ
یقیناً باطل ہے کیونکہ
پھر اس جھوٹ کا سبب
اسلئے بولا ہے
ثبوت کا بڑا سمجھنا
کہنے اور اسی پر ہے
جھوٹ سے استغفار
کرنا زندیق (جسکی
ہے اور یہ رتبہ معتزلہ
ہیں کی بیچا ہیچ
اس لئے کہ معتزلہ کا طریق طریق فلاسفہ کے قریب

† آنریبل جسٹس امیر علی نے لفظ جلال کو جو جیم سے ہے افضال کا ہی سمجھا ہے اور ترجمہ غلط کیا ہے مگر ساتھ ہی لکھ دیا ہے لفظ عجب
فقرہ مابعد کا ذکر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے جو بات ہمارے ذہن میں پہلے سے حاصل ہو جاتی ہے یہی ترجمہ کیا جاتا ہے۔

ہے بجز ایک اس بات کے کہ معتزلے آنحضرت کو ایسے عذر کے سبب جھوٹا کہنا جائز نہیں سمجھتے - بلکہ ظاہر قول رسول کے (جب انکو بدلیل اسکا خلاف ثابت ہو) تاویل کر دیتے ہین اور فلسفے ظاہر قول رسول کے ترک کرنے کو کسی تاویل قریب یا بعید پر منحصر نہین رکھتا بلکہ جہان تاویل نہ سکے وہان رسول کا جھوٹ بولنا تجویز کر دیتا ہے - اور مطلق زندیق پن یہہ ہے کہ سرے سے معاد کو عقلی ہو خواہ روحانی نمانین اور وجود خدا سے بھی انکاری ہو جاوین - مگر معاد عقلی کو ماننا ولذت وآلام جسمی کو نماننا اور وجود خدا کو ماننا اور اسکے علم تفصیلی متعلق بجزئیات کے نفی کرنا یہہ مقید زندیق پن ہے جسمین ایک نوع اقرار کا پایا جاتا ہے -

اس قول پر آنرایبل صاحب بہادر نے چار اعتراض کئے ہین اول جو انہی کے الفاظ سے منقول ہوتا ہے یہہ ہے یہی مقام ہے جہان امام صاحب اپنی تقلیدی وتربیتی بیڑی کو توڑ نہین سکے اور اپنی کلام کو اختلاف کو بھی خیال مین نہ لا سکے - دوسرے فرمایا ہے کہ جو شخص مہمات عقاید مین بغیر برہان قاطع تاویل کرے اسکی تکفیر واجب اور اسکی متعلق حضرت اور عقوبات کو ظاہری معنون کی تاویل کی دی ہے برہان قاطع اونہون نے اس مقام پر بھی شرط لگائی ہے - اور خود دکھلائی ہین کہ برہان کو برہان قرار دینے مین بہت سی اختلاف رائے ہو سکتا ہے اور برہان کی غلطی کے سبب تکفیر نہین چاہیے پہلا سوال ہے کہ گو امام صاحب کی تردید اعادہ ارواح اجسام مین محال ہو مگر جس شخص کے نزدیک اسکا محال ہونا برہان سے ثابت ہوا ہو اور گو کہ برہان مین اس سے غلطی ہو اسکی تکفیر کیون واجب ہے

اعتراض دوم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے حشر اجسام پر بحث کرنے مین دین کا ضرر پایا تھا اور درحقیقت حشر اجسام پر بحث نکرنے مین دین کا ضرر ہے جسکے دلون مین حشر اجسام وآلام ولذات معاد کی نسبت شبہات پیدا ہو گئی ہین اور وہ اعادہ معدوم کو اجسام مین محال جانتے ہین انکے لئے ان امور پر مباحثہ کرنا اور انکی حقیقت کو بیان کرنے مین دین کا ضرر ہے - ایک مسلمان ہوتا ہے بغیر طیکہ اسکو سمجھا دو کہ اسلام مین حشر اجسام ضروری

وآلام بہشت و دوزخ وارد ہین یہہ کیونکر ہو سکتی ہین یا ایک مسلمان اسلام کو ترک کرتا ہے
اسلیئے کہ اسلام مین حشر اجسام وحسی نعیم وآلام وارد ہین - اور انکا وجود محال ہے
ایسے لوگون کو امام صاحب تو یہہ فرماتے ہین کہ چپ رہو یہہ بحث مت کرو ہمین دین کا
ضرر ہے - اور سید احمد کہتا ہے کہ ہرامر مین بلکہ دین کے کسی مسئلہ مین بحث کرنے مین
کچھہ اندیشہ نہین ہے - اور حشر اجسام وحسی نعیم وآلام کی حقیقت سمجھانے کو مستعد
ہوتا ہے ان دونون مین کون شخص دین کو نفع رسان ہے اور کون ضرر رسان -

اعتراض سوم کا حاصل یہہ ہے کہ جن آیات واحادیث سے خدا کا جزئیات اشیاء
کو جاننا ثابت ہوتا ہے اگر ان آیات سے یہہ امر منکر کے نزدیک ثابت نہین ہے تو وہ
مکذب آیات کیونکر ہو سکتا ہے +

اعتراض چہارم کا محصل یہہ ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ رسول نے مصلحۃ ترغیباً وترہیباً
معاد عقلی کو معاد جسمانی کے پیرایہ مین بتایا ہے - اور علم کلی خدا تعالی کو علم تفصیلی کے
پیرایہ مین ظاہر فرمایا ہے - اور یہہ کہنا جھوٹ بھی نہین ہے اسلیئے کہ جس بات مین لوگون
کی بہتری ہو اسکا بیان کرنا اگرچہ خلاف واقعہ ہو جھوٹ نہین ہوتا وہ شخص پیغمبر کو کیونکر کہلا
تو جھوٹا نہین بنا تا پھر اسکو صاف صاف رسول کی تکذیب کرنے والا کیون ٹھہرایا گیا -

اس اعتراض اور اعتراض سوم کی **تائید یا تقریح** مین آپنے فرمایا ہے اصل یہہ ہے
کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اسنے ذات باری کو جامع جمیع صفات وبری
جمیع نقصانات سے یقین کیا ہے اور جس شخص نے محمد رسول اللہ پر یقین کیا اسنے نبی کے صادق
کو تسلیم کیا اور ما جاء بہ کو حق مانا ہے پس اسکے کسی قول سے اپنے قیاس کے مطابق ایک امر کا
استنباط کرنا اور کہنا کہ اس سے تکذیب رسول لازم آتی ہے تفسیر القول بما لا یرضی بہ
قائلہ ہے اور اس تفسیر سے جسکو خود قائل قبول نہین کرتا اسکی تکفیر بہت بڑی غلطی اور
نادانی ہے - ممکن ہے کہ اسکی تمام تاویلون کو اور تمام دلیلون اور براہین کو ملن دو ہم سطر

کہا جاوے مگر اسکو کافر نہین کہا جا سکتا پس کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے لانکفر احدا من اہل القبلۃ صحیح اور ٹھیک مذہب ہے ۔

راقم کہتا ہے جواب اعتراض اول یہہ ہے کہ قول سابق مین جو امام صاحب نے برہان کو قائم کرنے اور اسکو قطعی قرار دینے مین اختلاف اور غلطی کا ممکن ہونا تجویز کیا ہے اور اسکے سبب تکفیر سے منع کیا ہے تو وہ ایسے محل (ظاہر آیۃ یا حدیث) کی نسبت ہے جو اپنے ظاہری معنی پر قطعی الدلالۃ نہین ہے۔ اور اسمین تاویل کی گنجائش ہے اور جو اس قول مین منکرین حشر اجسام پر فتوی کفر لگایا ہے تو یہہ ایسے محل (نص قطعی) مین تاویل کرنے والہ کی نسبت ہے جو قابل تاویل نہین اور وہ اپنے معنے منصوص پر قطعی الدلالۃ ہے۔ یہہ بات آپ نے اس کلام مین (جسپر معترض نے اعتراض کیا ہے) کہو لکر فرما دی ہے اور آپکے قول آیندہ مین بھی اسکی تشریح موجود ہے پر جناب معترض نے اسکی طرف توجہ نہین کی۔ پس امام صاحب کا قول سابق اس قول کے مخالف نہوا اور معترض کا اعتراض تخالف و تناقض مندفع ہوا ۔

رہا آپکا یہہ **اعتراض** ۔ کہ تمہارے نزدیک اس محل کا قابل تاویل ہونا اور اسکو ظاہر معنی کا بدلیل قطعی محال ہونا مسلم نہ سہی خصم (منکر و مؤل) کے نزدیک تو وہ مسلم ہے پھر اسکی تکفیر کیونکر واجب ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ اگر تکفیر کے باب مین زعم و عقیدہ مخالف کا (جسکی تکفیر کیجاوے) لحاظ ضروری ہو تو دنیا مین کسی کافر کو (جب تک وہ اپنے نزدیک کافر نہوا اور خود کافر نہ کہلاوے) کافر کہنا صحیح نہو۔ حالانکہ باتفاق کل بہت ایسے لوگون کو کافر کہا گیا ہے جنہون نے اپنے تئین کافر نہین سمجھا۔

لامحالہ اس امر کا فیصلہ کہ منکر یا مؤل اپنے انکار و تاویل مین قطعیات کا انکاری ہے اور اسکے انکار و تاویل کے ان قطعیات مین گنجائش نہین ہے اسلئے وہ کافر ہے ہر شخص اپنے ہی تحقیق و عقیدہ سے کرتا ہے جس حکم یا آیت کو وہ اپنے نزدیک قطعی اور واجب التسلیم جانتا ہے اور اسمین تاویل و انکار کی گنجائش نہین دیکھتا اسکے منکر و مؤل کو کافر کہہ دیتا ہے اسمین زعم

† دیکھو نمبر سابق صـ۲۲۲ ‡ یہہ جو نمبر آیندہ مین آویگا

وعندیہ حضم کی موافقت واجازت کا منتظر نہین رہتا۔

دور کیون جائین آپ ہی کے فتوی تکفیر کو کیون ندیکھین۔ جن لوگون آپ نے زبانی زبانی کافر کہا ہے (گو دل مین آپکے کسیکے کافر ہونیکا اعتقاد نہین ہے چنانچہ مضمون تہذیب ماہ ذیقعدہ ۹۶ھ اسپر شاہد ہے) اون لوگون کی تکفیر مین اپنے انکے زعم وعندیہ کا لحاظ نہین فرمایا۔ کیا جنکو کافر مطلق کہا ہے وہ سب اپنے تئین دیک کافر ہین؟ اور اپنے اعتقاد یا عمل کو کفر سمجھکر اسکے مرتکب ہین؟ اور جنکو مشرک بتایا ہے وہ سب اپنے خیال مین مشرک ہین؟ اور اپنے فعل یا اعتقاد کو شرک حقیقی سمجھتے ہین؟ اور اسمین خدا تعالی کی ناراضگی کا یقین رکھتے ہین؟۔

کفار ومشرکین مکہ کا حال تو قرآن وحدیث سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھہ کفر یا شرک

---

† دیکھو تہذیب ماہ محرم ۹۷ھ صفحہ ۱۱ جسکی عبارت اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۳ مین صفحہ ۱۳۱ گذری ہے۔

‡ دیکھو تہذیب ماہ صفر ۹۷ھ صفحہ ۱۳۷ جسمین آپ فرماتے ہین کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ ہر قوم مین کوئی نکوئی رفارفرما پیغمبر گذرا ہے جسکی تعلیم کی بنیاد وحدہ لاشریک لہ باری پر قایم ہوئی ہے گو کہ بعد کو لوگون نے ہر ذات واحد کے ماسوا کی پرستش اختیار کی ہو اور کسی دوسری شے مین الوہیت کا یقین کیا ہو جو شرک حقیقی کے لوازم ذاتی مین سے ہو تو ایسے فرقہ کو بھی خدا کی رحمت بین باوجودیکہ اسکی بے انتہا وسیع ہے انتہا وسیع نہین ہے انہی لوگون مین وہ لوگ بھی داخل ہین جنکی قوت مدرکہ بچپن سے اور ابتدا عمر سے ایسی تعلیم وتربیت کی بدولت ہوگئی ہے یا معاشرت کی بندشون مین نیدگی ہے جو ایمان باللہ اور اسکی توحید فی الذات وفی الصفات وفی العبادات کی منافی ہیں۔ اور اسکے سبب سے انکے دل مین اس معلوم وجود کے بتانیوالے کی یا اسکو ایدو دلانیوالے کی بات نہین سماتی یا سماتی ہے پر مانی نہین جاتی یا لاعلمی وناسمجھی کے سبب سے اسکو سمجھنے کی اور جو سمجھتے ہین اسکے بوجھنے کی اور جو کرتے ہین اسکے کیجانے کی معذرت کیجاتی ہے۔ × × × × × اس فرقے کو بھی مین خدا کی رحمت بین باوجود اسکے بے انتہا وسیع ہونے کی جگہہ نہین دی سکتا۔"

یا فسق وہ لوگ کرتے اسکو کفر و شرک و فسق نہ سمجھتے بلکہ سراسر عبادت و اطاعت و قربت خدا خیال کرتے اور اس سے روکنے والوں (آنحضرت اور اونکے اصحاب) کو خارج از دین و مخالف

† والذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ان اللہ یحکم بینہم فی ما ہم فیہ یختلفون ان اللہ لا یہدی من ہو کاذب کفار - زمر ع ۱ -

جنہوں نے خدا کو سوائے اور کارساز بنائے ہیں وہ یہہ کہتے ہیں کہ ہم تو انکو اسواسطے پوجتے ہیں کہ یہہ ہمکو خدا سے نزدیک کردیں اللہ تعالیٰ انمیں فیصلہ کریگا جسمیں وہ مختلف کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ جھوٹے ناشکرے کو راہ نہیں دکھاتا -

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکو وہ پوجتے ہیں اور پکارتے انکو اصلی معبود نہ سمجھتے - بلکہ اصلی معبود خدا تعالیٰ کو سمجھتے اور انکو محض وسیلہ خیال کرتے اور اس تجویز سے وہ بزعم خود حقیقی شرک نہ کرتے - یہہ خدا تعالیٰ نے برخلاف انکے خیال کے انکے فعل کو شرک ٹھہرایا اور اونکو کفار یعنے بڑے کافر بتایا -

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرہم ولا ینفعہم ویقولون ہؤلاء شفعاؤنا عند اللہ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون یونس ع ۲ -

اور خدا کے سوائے انکو پوجتے جو نہ انکو نقصان پہنچاتے نہ نفع پہنچاتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ یہہ لوگ ہمارے اللہ کے پاس سفارشی ہیں تو کہدو تم خدا کو بتاتے ہو جو خدا آسمانوں اور زمینوں میں نہیں جانتا - وہ پاک ہے اس سے جسکو اسکا شریک بناتے ہیں

یہہ آیت بھی صاف ناطق ہے کہ جنکو وہ پوجتے تھے اسکو خدا یا خدا کی مثل نہ سمجھتے بلکہ خدا کی جناب میں سفارشی بناتے تبھی خدا نے انکو مشرک کہا اور انکے خیال و اعتقاد کا لحاظ نہ فرمایا -

واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا آباءنا واللہ امرنا بہا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون

اور جب وہ کوئی بے حیائی (بت پرستی یا طواف بحالت برہنگی) کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمنے اپنے بزرگوں کو اسپر پایا اور یہی خدا نے حکم دیا ہے تو کہدے خدا تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم خدا پر افترا کرتے ہو جسکا علم نہیں رکھتے -

اطاعت رب العالمین خیال کرتے - باینہمہ خدا تعالے انکو کافر و مشرک ٹہرایا اور اور انکے زعم و خیال کا لحاظ نفرمایا اور آپنے بہی ایسے لوگون کا کافر و مشرک مخلد فی النار

وقال الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما عبدنا	مشرکون نے کہا خدا کی مرضی نہوتی تو ہم
من دونہ من شیء نحن ولا آباؤنا ولا حرمنا	اسکے سوائی کسیکو نہ پوجتے اور نہ کچہہ حرام
من دونہ من شیء کذلک فعل الذین من قبلہم ہل	کرتے انکو کہدو تمہارے پاس اسکی کچہہ سند ہے؟
قل ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون	کہ تم اسکو پیش کرو - تم تو بے ظن و خیال ہی
الا الظن وان انتم الا تخرصون - انعام ۱۸	کے پیرو ہو اور تم اٹکلین ہی دوڑاتے ہو
ما لہم بذلک من علم ان ہم الا یخرصون - زخرف ۲۴	تم کو اس امر کا علم نہین یہہ آپسمین ہی صاف بکو

ناطق ہین کہ جو کچہہ وہ شرک وغیرہ کرتے اسمین وہ بزعم خود حکم و رضاء الہی کی تابع ہتے تبہی خدا نے مشرک کہا اور انکے عندیہ و خیال کا کچہہ لحاظ نفرمایا -

اور سورہ یونس ع ۴ - بنی اسرائیل ع ۷ - نحل ع ۵ - عنکبوت ع ۷ - لقمان ع ۴ - زخرف ع ۱ و زمر ع ۴ - وغیرہ مقامات مین مشرکین کے صاف صاف اعتراف منقول ہین کہ عالم مین جو کچہہ پیدائش و تدبیر مین جلانا مارنا رزق دینا سنہ برسانا چاند سورج کو چلانا رات دن کا نکالنا ڈوبتے ناؤن کو بچانا سبہی خدا کی قدرت مین ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اصل معبود خدا ہے کون جانتے انکو سوائی جبکو بنائے بزعم خود برائے خدا ماننے اور اسکی عبادت کو عبادت خدا کیطرح اصلی و حقیقی عبادت نہ جانتے بلکہ عبادت و تقرب خدا کا وسیلہ خیال کرتے باینہمہ خدا و رسول نے انکو مشرک قرار دیا - اور انکے خیال و خانہ ساز اعتقاد کا کچہہ لحاظ نکیا - اور صحیح مسلم مین حضرت ابن عباس سے حدیث ہے کہ مشرکین

عن ابن عباس قال کان المشرکون یقولون	کہ طواف کرتے تو اسمین یہہ کلمات کہتے
لبیک لا شریک لک فیقول رسول اللہ قد قد فیقولون الا شریکا	تیری عبادت کو لئے حاضر ہین تیرا کوئی شریک نہیں
ہو لک تملکہ وما ملک یقولون ہذا وہم یطوفون بالبیت	ہے پر ایک شریک ہے سو بہی ایسا ہے کہ تو اسکا مالک

ہونا تسلیم کرلیا ہے - پس اگر ایسا ہی امام غزالی نے منکرین حشر اجسام و اخروی نعیم و آلام اپنی تحقیق سے بلا لحاظ زعم و عندیہ اون منکرین کے کہا تو کیا بُرا -

کفر یا شرک و غیرہ مذہبی جرائم کی تجویز پر کیا حصر ہے عقلی اور دنیاوی جرائم کی کسی شخص میں ثابت کرنے وقت بھی ایسے ہی قانون پر فیصلہ ہوتا ہے کہ جہاں کسی شخص میں کوئی امر خلاف

ہے وہ خود مالک نہیں ہے یا جسکا وہ مالک ہے وہ بھی تیرے ملک ہے انکی یہہ کلمات بھی صاف تفویض ولاتی ہیں کہ وہ کسی معبود کو خدا کی برابر نہ سمجھتے اور بزعم خود شرک حقیقی کے مرتکب نہ تھے آنحضرت نے انکو جھوٹا اور اس لفظ سے جسمیں لوگوں نے ایک معبود پر لفظ شریک کا اطلاق کیا تھا منع کیا اور انکی خیال کا کچھ لحاظ نہ فرمایا بالجملہ ان آیات و احادیث سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین عرب بزعم خیال میں مشرک نہ تھے پھر خدا و رسول نے انکو مشرک کہا اور انکی مذہبی کا اعتبار نہ فرمایا اور اس مضمون کی آیات و احادیث بہت ہیں کہ از انجملہ بعض آیات جو قبل سابق (صفحہ ۲۲۹) ہی نقل ہو چکے ہیں -

یہاں شاید کوئی نیچری یا کوئی اور ملحد خدا و رسول پر یہہ اعتراض کرے کہ جسطرح انتہ مشرکین نے خدا اور دوسرے معبودوں کی نسبت یہہ اعتقاد کیا تھا جو قرآن و حدیث سے بیان ہوا تو پھر خدا اور رسول نے انکی عبادت غیر اللہ کو شرک حقیقی کیوں ٹھہرایا - یہہ غلطی کو سر سے نا واقفی - **اسکا جواب** یہہ ہے کہ بعض صورتوں اور ہیئتوں اور قالبوں کو (جیسے سر پہ کھانا - گڑگڑانا وامثال ذلک) خدا نے عبادت حقیقی ٹھہرا کر اپنے لئے مخصوص کیا ہے اور اپنے سوا اور دن کے لئے انکو بجالانیکو گو کسی نیت و خیال سے ہو حقیقی شرک ٹھہرا دیا انمیں اونہوں نے بغرض فکر شامل کرلیا اور اس فعل سے اپنی اس ادعائی اعتقاد کو جھوٹا کردیا اسلئے خدا نے انکو مشرک ٹھہرایا اور انکے اعتقاد کو کان نہ لیکن سمجھکر اسکا اعتبار نکیا اور نبوت اس امر کا کہ جب عمل اعتقاد کا مکذب و مخالف ہوتا ہے تو وہ لائق اعتبار نہیں رہتا عنقریب بصفحہ (۲۳۳) آتا ہے جہاں مخاطب کی اس کلام کا جواب ہے جو اعتراض سوم و چہارم کی تائید یا تقریع میں اسنے کہا ہے -

عقل یا خلاف اصول معاشرت کوئی تجویز کرتا ہے تو اسمین اپنے ہی تحقیق کے بھروسے اس شخص پر وہ جرم جما دیتا ہی اسمین مجرم کی عندیہ کا لحاظ نہین کرتا۔

حضور پر نور ہی کو دیکھو جب عہدہ مجسٹریٹی پر مامور ہتے تو جس شخص کا اپنی تحقیق سے چور ہونا ثابت کرتے اسکو جیلخانہ مین بھیجدیتے اسمین مجرم کی زعم و عندیہ کی رعایت نکرتے اور جسکو قتل عمدی کا مرتکب قرار دیتے اسکو بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ اپنے زعم مین قاتل ہی یا نہین پھانسی کے لئے حاکم بالادست کے پاس بھیجدیتے اور اب بھی جس منصب پر ہین اسمین بھی یہی کارروائی کر رہے ہین۔ جسکو اپنی تحقیق و خیال سے غیر مہذب یا غیر محقق یا بے عقل یا خطا پر سمجھتے ہین اسپر اپنے خیال کے موافق یہی احکام لگاتے ہین اسمین زعم مخالف کا لحاظ نہین فرماتے

بالجملہ تکفیر یا تخطیہ یا تضلیل مین زعم مخالف کا لحاظ کرنا ایسا امر ہے جسپر نہ خدا کا عمل ہے نہ کسی رسول کا نہ کسی مذہب و ملت کے علماء کا نہ کافہ انام و عامہ عقلاء کا حتے کہ خود جناب آنریبل صاحب کو بھی اسکی پابندی نہین ہے۔ پھر امام غزالی پر اسکے خلاف کا الزام لگانا خدا اور رسول و کافہ خلائق پر الزام لگانا ہے اور اپنے آپ کو خود ہی جھٹلانا ہے اور یہ بہادری بجز آنریبل صاحب کس سے ہو سکتی ہے۔

این کار از تو آید مردان چنین کنند

جواب اعتراض اول پورا ہوا اور یہہ اس انداز سے لکھا گیا ہے کہ جواب اعتراض سوم و چہارم بھی اسمین ادا ہوا جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ گو منکر کے نزدیک علم باری متعلق جزئیات آیات و احادیث سے ثابت نہو، اور گو بنا، علیہ وہ اپنے زعم مین منکر و مکذب آیات نہو مگر نفس الامر مین اور خدا و رسول و مسلمانون کے نزدیک تو وہ علم آیات و احادیث سے اس صراحت سے ثابت ہی کہ ان مین تاویل کی گنجائش نہین ہے اسلئے وہ نفس الامر مین اور خدا و رسول و مسلمانون کے نزدیک ان آیات و احادیث کا مکذب ہے۔ اور اسباب مین اسکو زعم

وخیال کا کچھہ لحاظ و اعتبار نہین ہے - بحکم ان آیات کے خبکا بیان ابھی گذرا ہے - ایسا ہی جو شخص رسول کی نسبت کہتا ہے کہ واقعہ مین حشر اجسام محال ہے اور اسکا ہونا ناممکن ہے ایسا ہی خدا کا خرئیات کو جاننا ناممکن و غیر واقعی ہے مگر رسول نے ان باتون کو مصلحۃ بیان کردیا ہے یہہ شخص نفس الامر اور واقع مین رسول کو جھوٹ بولنے والہ قرار دیتا ہے گو اپنے زعم مین اس جھوٹ کو جھوٹ نہین سمجھتا یا سمجھتا ہے پر اسکا نام نہین لیتا -

پس اگر شق اول ہے تو بحکم آیات سابقہ اسکی سمجھہ کا اعتبار نہین ہے اور وہ واقعی کذب رسول کا مجوز ہے - اور اگر شق ثانی ہے تو وہ اور شریر و مکار ہے اس جھوٹ کو جھوٹ نہ کہنے مین اور اسکی شرارت و زعم خود حکمت عملی ہے جسکے ذریعہ سے وہ مسلمانون کو دام مین لاتا ہے اور انسے نبیؐ کی تعلیمات و اعتقادات کا انقیاد چھوڑاتا ہے - اگر وہ نبیؐ کی بات کو صاف جھوٹ کہے تو مسلمان لوگ اسکو کافر و منکر سمجھکر اسکی بات نہ سنین اسلئے وہ نبیؐ کو صاف جھوٹا نہین کہتا بلکہ نبیؐ پر ایسی بات جماتا ہے جس سے احمق و بے سمجھہ ایک نہ ایک دن خود ہی نبی کو جھوٹا کہنے لگین اور اسلام کو سلام کرین -

ایسا شخص ظاہری منکر و کھلے کافر سے بڑھکر اسلام کا دشمن ہے اور اسکی عداوت و عداوت شیطان کے ہمرنگ ہے جسکی نسبت خدا نے قرآن مین فرمایا ہے کہ وہ شیطان اور اسکی جماعت تمکو دیکھتے ہین جہانسے تم انکو نہین دیکھتے

انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لاترونہم اعراف ۳۶ -
قال مالک بن دینار ان عدوًا یراک ولا تراہ لشدید المؤنۃ الا من عصمہ اللہ (معالم التنزیل)

مالک بن دینار کا قول ہے کہ جو دشمن تجھہ دیکھے اور تو اسکو نہ دیکھے وہ سخت مصیبت مین ڈالتا ہے

اور جو اعتراض سوم (چہارم کی تائید مین (گویا ہمارے اس تقریر کی جواب مین) آپنے فرمایا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اسنے خدا کو سب نقصانون سے بری جانا اور رسولؐ کو صادق و برحق مانا پھر اسکے قول سے تکذیب رسولؐ نکالنا اور بدست آویز اسکے اسکو

کافر قرار دینا غلطی و نادانی ہے اور کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر سے بچنا نہایت صحیح و درست مذہب ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے قول یا فعل سے یقیناً رسول کی تکذیب نکلتی ہے اسکا دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا کب مسلم ہے اگر وہ دل سے اس کلمہ پر یقین رکھتا تو اپنے قول و عمل سے رسول کی تکذیب نکرتا اسکا قول و عمل جو یقیناً رسول کو جھٹلاتے ہیں صاف یقین دلاتے ہیں کہ وہ کلمہ صرف زبان سے منافقانہ طور پر کہتا ہے اسکے دل میں اسکا کچھ اثر و یقین نہیں ہے اور اس زبانی اقرار سے اسکا مقصود دفعہ مضرت ہے یا جلب منفعت ہے اور اس زبانہ شوکت کفرین کو کفر کے اظہار و اشاعت میں چندان ضرر نہیں ہے مگر اسکے چھپانے میں منفعت یہ ہے کہ اس پیرایہ میں اسلام کی تکذیب و تخریب اور ملحدانہ عقائد کی اشاعت و ترویج بآسانی ممکن ہے جو کہ کھلم کھلا کافر ہو کر اصول اسلام کا لکچر سناوے تو اسکو لکچر میں کوئی دیندار نہ آوے مسلمان بن کر جو کچھ چاہے لوگوں کو سناوے اس قسم کے لوگ ہر زمانہ میں چلے آئے ہیں اور انپر خدا اور رسول اور علماء اسلام نے یہی فتوی لگائے ہیں کہ انکی کلمہ گوئی دفع مضرت یا جلب منفعت کے لئے ہے اور حقیقت میں یہ اس کلمہ کے منکر اور منافق اور زندیق دہریے جہمی مرتد ہیں۔

کتب فقہ میں ان لوگوں کے احکام کے بیان میں مستقل ابواب مقرر و منعقد ہیں اور کتاب و سنت میں بہت جگہہ انکا ذکر موجود ہے۔ منافقین عصر نبوی کا حال سورہ بقرہ میں بیان فرمایا ہے کہ بعضے ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم خدا پر اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں

ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخر وما ہم بمومنین۔ بقرہ۔ ع ۱۔

اور سورہ نساء میں فرمایا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو اپنے خیال میں اس کتاب پر جو تجھ پر نازل ہوئی ہے اور اس پر جو تجھ سے پہلے نازل ہوئی ایمان لائے ہیں پھر اپنے مقدمات کا فیصلہ ایک بڑے سرکش

الم تر الی الذین یزعمون انہم امنوا بما انزل

انیک وما انزل من قبلک یریدون ان
یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا
بہ ویرید الشیطن ان یضلہم ضلالاً بعیدا
واذا قیل لہم تعالوا الی ما انزل اللہ والی
الرسول رایت المنفقین یصدون عنک
صدودا فکیف اذا اصابتہم مصیبۃ بما قدمت
ایدیہم ثم جاؤک یحلفون باللہ ان اردنا
الا احسانا وتوفیقا۔ اولئک الذین یعلم
اللہ ما فی قلوبہم فاعرض عنہم وعظہم
وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا۔ وما ارسلنا
من رسول الا لیطاع باذن اللہ ولو انہم
اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر
لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔
فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر
بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت
ویسلموا تسلیما۔ سورہ نسا ع ۹۔

سے چاہتے ہین حالانکہ اس شخص کا انکار کیا ہے
سے وہ منکر ہونے کے امور ہین۔ اور شیطان
چاہتا ہے کہ انکو دور بھلا دے جب انکو کہا
جاتا ہے کہ اس حکم کی طرف جو خدا نے اوتارا ہے
اور رسول کیطرف آؤ تو اسوقت منافقین کو
تو دیکھتا ہے کہ اس سے رکتے ہین کیا
حال ہوگا جب انکو مصیبت پہنچیگی بسبب ان
عملون کے جو انکے ہاتھون نے آگے بھیجا پھر
تیرے پاس آوینگے اور قسمین کہاوینگے کہ نیکی
اس سرکش کے پاس جانے سے تجھ سے ہی سلوک
و ملاپ اور کچھ نہین چاہا۔ خدا جانتا ہے
جو انکے دلون مین ہے انکی اسبات کو جانے
دے اور اونکو نصیحت کر اور ایسی بات کہہ
جو انکے دل لگے۔ ہمنے جو رسول بھیجا ہے
سو اسلیے بھیجا کہ لوگ خدا کے حکم سے اسکی اطاعت
کرین اور جب وہ اپنی جانون پر ظلم کرتے ہے
تیرے پاس آتے اور اللہ سے بخشش چاہتے تو خدا کو متوجہ اور مہربان پاتے تیرے خدا کو اپنی
قسم ہے کہ یہہ ہرگز مومن نہونگے جب تک کہ اپنے جھگڑون مین تجھ حاکم نہ بناوین اور جو تو فیصلہ
کردے اس سے جی مین تنگی نہ لاوین اور اسکو مان جاوین۔

یہہ آیات اون منافقون کے حق مین اتری ہین جنہون نے بعض مقدمات مین آنحضرت کے
فیصلہ سے ناخوش ہوکر اورون سے فیصلہ چاہا تھا انمین سے ایک منافق نے جب حضرت

عمر کے پاس آنحضرت کے فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار کیا اور اُسنے فیصلہ کرانا چاہا تو انہوں نے اسکو قبل توصل وحی و اعلام نبوی منافق قرار دیا اور اس سے مرتدین فتنہ انداز دن کا سا معاملہ کیا۔ دیکھو تفسیر کبیر صفحہ ۳۶۱ جلد ۳ و تفسیر جلالین و فتح البیان وغیرہ۔

اور نیز سورہ نساء میں فرمایا ہے خدا منافقون اور کافرون کو دوزخ میں اکٹھا کریگا

ان اللہ جامع المنافقین والکفرین فی جہنم جمیعا الذین یتربصون بکم فان کان لکم فتح من اللہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکفرین نصیب قالوا الم نستحوذ علیکم ونمنعکم من المومنین فاللہ یحکم بینہم یوم القیمۃ ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا۔ ان المنفقین یخدعون اللہ وہو خادعہم واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذلک لا الی ہولاء ولا الی ہولاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا سورہ نساء ع ۲۱۔

جو تمہارے (حال کے) منتظر رہتے ہیں پس اگر تمہارے جیت ہو تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر جیت تمہارے مخالفوں کے حصہ میں آوے تو انکو کہتے ہیں کیا ہمنے تم پر غلبہ پاکر تمکو مومنوں سے نہیں بچایا۔ اللہ قیامت کو انمیں فیصلہ کریگا۔ خدا کافروں کو مومنوں کے مٹا دینے کی راہ نہ دیگا۔ منافق (بزعم خود) خدا کو فریب دیتے ہیں اور خدا انکو فریب کا بدلہ دیتا ہے (اور انکے پردہ کھولتا ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہوکر کھڑے ہوتے ہیں اور صرف لوگوں کو نماز دکھاتے ہیں اسمیں خدا کا نام کم لیتے ہیں وہ دونوں فریق (مومنین و کافرون) میں مذبذب ہیں نہ ادہر کے نہ ادہر کے اور جسکو خدا بہکاوے اسکے لئے تو ہرگز راہ نہ پاویگا۔

اور سورہ توبہ میں فرمایا ہے منافق ڈرتے ہیں کہ انکے شان میں کوئی سورت نازل ہو

یحذر المنفقون ان تنزل علیہم سورۃ تنبئہم بما فی قلوبہم قل استہزوا ان اللہ

جو انکے دلوں کی بات بتادے تو کہدو تم ہنسی کرتے جاؤ۔ خدا ظاہر کریگا جس سے تم ڈرتے ہو۔

† اور یہی منافقانہ طریق ہے جسے تمام مفسرین نے بیان کیا کہ سبیلا انکو واقعی بہت خوف تھا اگرچہ نبوت کا یقین بتاتا ہے تفسیر کبیر۔

مخرج ما نخوض ونلعب قل ابا للہ وآیتہ ورسولہ کنتم تستہزؤن - لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ان نعف عن طائفۃ منکم نعذب طائفۃ بانہم کانوا مجرمین - سورہ توبہ ع ۸ -

اور اگر اونسے پوچھے (کہ تم بتوک رستہ مین اسلام واہل اسلام کی اہانت کیون کرتے تھے) تو یہی جواب دینگے کہ ہم کہیلتے (اور سفر کاٹنے کو) باتین کرتے - تو کہدے کہ کیا اللہ اور اور اوسکی آیتون اور اسکے رسول سے تم ہنسی کرتے تھے تم یہہ عذر نہ کرو تم (ایسے باتون کے سبب) کافر ہو چکے اس ایمان کے پیچھے (جسکا زبان سے اظہار کیا تھا) اگر تم مین سے ایک فرقہ کو ہم معافی دینگے تو دوسرے کو عذاب مین پکڑینگے اسلئے کہ وہ بھی مجرم تھے -

کتب تفاسیر - فتح البیان - معالم - جلالین - تفسیر کبیر - وغیرہ مین بیان کیا ہے کہ

ان رجلا من المنافقین قال فی غزوۃ تبوک ما رایت مثل قرائنا ہؤلاء اقوم ارغب قلوبا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء یعنی رسول اللہ والمومنین فقال رجل من الصحابۃ کذبت ولانت منافق ثم ذہب لیخبر رسول اللہ فوجد القرآن قد سبقہ فجاء ذلک الرجل رسول اللہ وقد رکب ناقتہ فقال یا رسول اللہ انما کنا نخوض ونلعب ورسول اللہ یقول ابا للہ وآیتہ کنتم تستہزؤن ولا یلتفت الیہ وما یزید علیہ (تفسیر کبیر صفحہ ۶۱۷ جلد ۴)

منافقون مین سے ایک شخص نے بتوک کے جنگ مین کہا کہ رسول اللہ اور مومنون سے بڑھکر پیٹ والا اور جھوٹ بولنے والا اور بزدل مینے کوئی نہین دیکھا ایک صحابی نے سنکر کہا ہے کہ قسم ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور تو منافق ہے - یہہ کہکر وہ آنحضرت کے پاس گیا تو آگے اس شخص کے حق مین قرآن نازل ہو چکا تھا پھر وہ شخص بھی آیا اور عذر کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ہم تو سفر کاٹنے کو دل لگی کرتے اور کہیلتے آنحضرت اسکے جواب مین یہی فرماتے کہ کیا تم خدا اور اسکی آیتون سے ہنسی کرتے ہو اور اس شخص

کیطرف التفات نکرتے۔

اور سورہ منافقون میں ہے جب منافق تیرے پاس (اے رسول) آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم

اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشهد ان المنفقین لکذبون اتخذوا ایمانهم جنة فصدوا عن سبیل اللہ انهم ساء ما کانوا یعملون ۔ × × × × × × × × هم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا ولله خزائن السموات والارض ولکن المنفقین لا یفقهون یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل ولله العزة ولرسوله وللمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون ۔	اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ تو خدا کا رسول ہے اور یہ بات خدا جانتا ہے کہ تو اسکا رسول ہے مگر خدا شہادت دیتا ہے کہ منافق جھوٹ بولتے ہیں یعنے دل سے تجھے رسول نہیں جانتے ۔ اپنی قسموں کو انہوں نے سپر بنایا ہے یعنے جس سے وہ اپنے مال و جان بچاتے ہیں اور وہ خدا کے راہ سے روکتے ہیں ۔ بُرا ہی جو وہ کرتے ہیں ۔ × × × × × × وہ کہتے ہیں جو لوگ رسول کے پاس ہیں انکو کچھ نہ دو جب تک کہ وہ یہاں سے چلے جائیں جانتا کہ

آسمان و زمین کے خزانے خدا کے لئے ہیں پر منافق نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں ہم (اس شہر) پھر کر مدینہ پہنچے تو (ہم) عزت والے لوگ ان ذلیل (مومنوں) کو نکال دینگے حالانکہ عزت خدا ہی کے لئے ہے اور رسول اور مومنوں کے لئے پر منافق نہیں جانتے۔

اور جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اسی سفر میں ایک مہاجر نے انصاری کو ہٹایا

عن جابر بن عبد اللہ قال کنا فی غزاة فکسع رجل من المهاجرین رجلا من الانصار فقال الانصاری یا آل الانصار وقال المهاجری یا آل المهاجرین فسمع ذلک	پس انصاری نے اپنے قبیلہ کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا آنحضرت نے اس پکار کو سنا تو فرمایا کہ یہ کیسے کافروں کی سی پکار ہے ۔ اسکو

رسول اللہ صلعم فقال ایاں دعوی جاہلیۃ
فاتوا یا رسول اللہ صلعم کسع رجل من المہاجرین
رجلاً من الانصار فقال دعوہ فانہا
منتنۃ فسمع بذلک عبداللہ بن ابی فقال
فعلوہ اما واللہ لئن رجعنا الی المدینۃ
لیخرجن الاعز منہا الاذل فبلغ ذلک
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقام عمر فقال
یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ہذا المنافق
فقال النبی صلعم دعہ لا یتحدث الناس
ان محمداً یقتل اصحابہ ۔ رواہ البخاری

جیہو ٹھہ دیہہ بد بو ہے ۔ یہہ قصہ عبداللہ نے
سنا تو کہا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ان ذلیل
(مسلمانوں) کو وہاں سے نکال دینگے ۔ یہہ قول
اسکا آنحضرت کو پہنچا تو وہاں حضرت عمر نے
کہڑے ہوکر کہا یا رسول اللہ مجھہ آپ اجازت
دیں کہ میں اس منافق کی گردن مارلوں
آن حضرت نے فرمایا ۔ جانے دو
لوگ یہہ نکہیں کہ محمد اپنے
ساتھیوں کو مارتا ہے ۔

ان آیات میں خدا تعالے نے صاف طور پر منافقین کا اظہار کلمۃ الاسلام واداء احکام میں
جھوٹا اور ریاکار ہونا بتلایا ہے اور انکے نفاق وجھوٹ پر ان ہی کے اقوال وافعال مکذبہ اسلام
کو دلیل ٹھہرایا ہے جس سے ہمکو صاف قانون بتادیا ہے کہ جس شخص کا فعل وقول ایمان واسلام کا
یقیناً مخالف ومکذب ہو اسکا دعوی ایمان بے اعتبار ہے اور وہ شخص جھوٹا و مکار ہے گو منہ سے
لا الہ الا اللہ محمد رسول کہتا ہے پر دل سے اسکو جھوٹ جانتا ہے ہی بے مبالاۃ اس کلمہ کے مکذبہ افعال
واقوال کا مرتکب ہے ۔ شاید کوئی نیچری یا کوئی اور مسلمان ہماری اس تقریر واستدلال پر یہہ

† یہہ کہنا اسکا بعوض اس شخص کے ارادہ ضرر رسانی کو تہا جو باتفاق کل اہل سیاست وریاست مذہب جائز
خواہ غیر مذہب مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم جائز ہے ۔ صرف کمزور نفاق کے سزاوار نہ تہا مسلمان کہ
منافق اور کافر تو اور بہت آن حضرت کے امن میں رہتے تہے جنکے مال وجان سے آپ تعرض نہ کرتے
اسسے وہ اقتراض مخالفین مذہب اسلام کا اہل اسلام پر کہ مسلمان صرف مخالفت مذہب کے سب لوگوں کے مال وجان سے
تعرض کرتے ہیں دفع ہوا اور مسلمانوں کے عمل درآمد کا انصاف واستحقاق پر مبنی ہونا ثابت ہوا ۔

اختلاف کرنے کے کیا منافقین عصر نبوی کا اظہار کلمۃ الاسلام میں جھوٹا ہونا تو وحی سے معلوم ہوا تھا۔ صرف انکے اقوال و افعال سے آنحضرت صلعم اور انکے اصحاب نے استنباط نہیں کیا اور چونکہ بعد وقت وحی منقطع ہے لہذا کسی کے خبر و اقوال و افعال سے اسکا اظہار کلمہ میں جھوٹا ہونے کا یقین کیونکر ہو سکتا ہے۔

اسکا جواب نیچریوں کے لئے تو یہ ہے کہ تمہارے مذہب کے رو سے وحی کی حقیقت† بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ قانون قدرت (یعنے دنیا اور دنیا والوں کے حالات جنمیں منافقین کے اقوال و افعال بھی داخل ہیں) میں غور کریں اور جو امور سے نتائج پیدا ہو سکیں وہ نتائج نکال کر انپر یقین کریں۔ اور اون سے کرو وحی منقطع نہیں ہے کیونکہ ان حضرت کے وقت میں تھی اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہیگی کیونکہ دنیا ہمیشہ رہنے کو بنی ہے تمہارے نزدیک بھی پیغمبر آخر الزمان آنریبل سید احمد خان صاحب تھے اور اگر یہ دعوی کریں تو بیشک ہم سے وہ مانیں گے

† چونکہ جمعیۃ بیداء ربیع الاول ۱۳۲۵ھ میں بعض مضمون (الوحی والالہام) لکھا ہے سالیو بھی اوکی میں مبتلا ہے حالانکہ وحی و الہام کو سوا چارہ دوسرے کے حالات کو دیکھا اور ایک امر کو ملہم پایا جس سے انہوں نے قطعی اور یقینی امر سمجھ لیا اس لئے میں پڑھنے والے کو الہام اور وحی کی حقیقت بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر وحی و الہام نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا جسنے کانوں اور دل کو ہر راہ رستہ سے پھیرا اور ہماری ہی زبان میں اس قابل تعظیم و ادب شخص کو کہ جسنے چند رسین کو دلکو خدا ایک واحد کی طرف دعوت کی اور دوسرے دعا نیند مرسی کے دل کو مورتی پوجن سے پھیرا۔ وحی اور الہام اس ہمیشہ رہنے کی دائمی فیض ہے جو نہ منقطع ہوا ہے نہ منقطع ہوگا اگر وہ کسی زمانہ میں کسی سے ہمکلام ہوا ہے تو وہ اب بھی ہمکلام ہونیکو موجود ہے اور اگر اسنے کسیکو اپنا دیدار کہا تا تو اب بھی دکھانیکو حاضر ہے اگر وہ آگ کیصورت یا آدمی کی مورت بننا جانتا تھا تو اب بھی وہ جانتا ہے گروہ شخص چاہئے جس سے وہ ہمکلام ہوا اور جسکو وہ اپنا دیدار کہا ہے۔

وکالو صاحب دلو تہر صاحب) کے لئے ان معنی کر وحی تجویز کی ہے اور ہمیشہ کے لئے اسکے جاری رہنے کی بطور یقین گوئی خبر دی ہے جس سے در پردہ اپنے لئے منصب پیغمبر کا ثبات آپکا مقصود ہے۔ بنا گر علیہ آنحضرت صلعم نے بھی ان ہی حالات اقوال و افعال منافقین سے انکا اظہار اسلام مین جھوٹا ہونا استنباط کیا تہا اور اسی سے انکے منافق ہونیکا نتیجہ نکالا تہا اسکے سوائے کوئی اور پیغام خاص خداوندی غیب سے انکو نہ پہنچا تہا کہ فلان شخص کے دل مین ایمان نہین ہے ویسا ہی آپ بھی انکے اقوال و افعال سے انکا منافق ہونا نکل سکتا ہے اور اسپر یقین کرنا ممکن ہے۔ اور مسلمانونکو لئے اسکا جواب یہہ ہے کہ بے شک منافقین عصر نبوی کا حال آنحضرت کو وحی سے) جو اہل اسلام کے نزدیک القاء غیبی سے عبارت ہے جسمین فکر و غور و عقل کو دخل نہین ہے) معلوم ہوا۔ اور بعد ختم رسالت محمدیہ اسکا انقطاع ہو چکا ہے مگر اسی وحی نے ہمکو شناخت حال منافقین کا ایسا قانون بتا دیا ہے جسکے ذریعہ سے ہر وقت اور ہر شخص کو جو اسی وحی پر مطلع ہو منافقین کا پہچاننا ممکن ہے۔

وحی نے بلا دلیل بیان حال منافقین پر اکتفا نہین کیا بلکہ اسکے ساتہہ انکے نفاق کے ظاہری دلائل کو بھی بتا دیا اور عام مسلمانون کو یہہ جتا دیا کہ ان منافقون کا مسلمانون کی غیبو بت مین اسلام و احکام و آیات کی اہانت کرنا اور اپنے معتقدات و معاملات مین آنحضرت صلعم کے فیصلہ سے ناخوش ہونا اور آیات و رسول کی ہنسی اوڑانا اور نماز وغیرہ احکام سے جی چرانا انکے نفاق پر دلیل ہے جس سے یہہ تعلیم عام ہدایت نام منظور ہے کہ جسکو ایسے حال پر پاؤ اسکو منافق سمجھو اور جسکے قول یا فعل کو مکذب ایمان و اسلام مشاہدہ کرو اسکو دعوی اسلام مین جھوٹا سمجھ لو۔

اسی نظر سے آنحضرت کے اصحاب جو مشاہدین وحی تہے جس شخص کے اقوال و افعال مین تکذیب دین اسلام کا مشاہدہ کرتے اسکو اظہار کلمہ الاسلام مین جھوٹا و منافق سمجھتے اور آنحضرت صلعم ہی انکی فہم و عقل کو رد نکرتے بلکہ اسکی تقریر و تصدیق فرماتے پھر اس محل کے جسکو خصوصیت وحی و نزول

نبوت سے اس عام قاعدہ سے مخصوص مستثنیٰ جانتے ۔

دیکھو اسی واقعہ بنوک میں جب ایک صحابی نے عبد اللہ ابن ابی کو جو دل طمانیت نہ ہونے کے سبب منافق کہا تو آن حضرت اسکو یہہ فرمایا کہ تو نے صرف ان کلمات کے سبب سے قبل نزول وحی اسکو منافق کیوں کہدیا بلکہ وحی نے اسکو قول کی تصدیق کیا اور جب عبد اللہ کا بیٹا کہنا کہ ہم مدینہ پہنچینگے تو وہاں سے ان ذلیل مسلمانوں کو نکال دینگے ثابت ہوا تو اسپر حضرت عمرؓ نے دعنی اضرب عنق ہذا المنافق کہا تو انکو آنحضرت نے یہی دعہ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ فرمایا انکے فہم و استنباط کو رد نکیا ۔

اور بعد رحلت حضرت رسالت جو کچھ حضرت ابو بکرؓ نے منکرین وجوب زکوۃ سے معاملہ کیا وہ بھی اسی قانون استنباط پر مبنی تہا کہ آپ نے ان لوگوں کو انکار حکم قطعی کے سبب مرتد سمجھ لیا ۔ حضرت عمرؓ نے پہلے تو اسسے خلاف کیا اور انکو بظاہر کلمہ پڑہنے کو سند بتایا آخر وہی حق جو حضرت ابو بکر کو سوجہا تہا انکو سمجھ میں آگیا اور وہ بھی تو افق کیا ۔ اسکے نظائر و تمثیلات کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں یہ انکی نقل و تفصیل کی گنجائش یہاں نہیں ہے اسی ہدایت وحی و تعلیم الہی و تقریر عصر نبوی کی دست آویز سے علماء اعلام و فقہاء عظام نے ان کلمہ پڑہنے والوں کو جنکے اقوال و افعال مکذب و مخالف اس کلمہ کے ہوں زندیق و مرتد کہا ہے اور دائرہ اسلام سے انکو خارج کیا ہے ۔ کتاب منح الازہر شرح فقہ اکبر میں کہا ہے

ومنہا ان استحلال الامۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ	اگر گناہ کو مباح جانتا ہے چہوٹا گناہ ہو خواہ بڑا اگر ہی اگر اس گناہ کا گناہ ہونا بدلیل قطعی ثابت ہے

† جیسے مالک بن دخشم یا حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ سے ایسے امور کا صدور ہوا اور حضرت عمرؓ وغیرہ نے انکو منافق کہا تو آنحضرت نے نور نبوت سے انکے ایمان کا مشاہدہ کرکے انکو محفوظ مستثنیٰ کردیا اور حضرت عمرؓ کے تمام قانون استنباط کو رد فرمایا ۔ دیکھو صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث ۔ اور چونکہ یہ وحی منقطع ہے

قطعیۃ وکذا الاستہانۃ بہا کفر بان یعدہ
ہینۃ سہلۃ دیر تکبہا من غیر مبالاۃ بہا
ویجری مجری المباحات فی ارتکابہا وکذا
الاستہزاء علی الشریعۃ الغراء کفر لان
ذلک من امارات تکذیب الانبیاء علیہم
قال ابن الہمام وبالجملۃ فقد ضم الی تحقق
الایمان اثبات الامور الاخلال بہا اخلال
بالایمان اتفاقا کترک السجود لصنم وقتل
نبی او الاستخفاف بہ او بالمصحف
والکعبۃ وکذا مخالفۃ ما اجمع علیہ وانکارہ
بعد العلم بہ یعنی من امور الدین فان من
انکر جود حاتم او شجاعۃ علی لا یکفر۔
قال ابن الہمام وقد کفر الحنفیۃ من
واظب علی ترک السنۃ استخفافا بہا
بسبب انہا افعالہا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم زیادۃ او استخفافا بہا کمن استقبح
من اخر جعل بعض العامۃ تحت حلقہ
او احتقارا۔

قلت وقد ذکر وی ان ابا یوسف رح ذکر
انہ عد کان یجب الدباء فقال رجل انا
ما احبہا فحکم بارتدادہ علی ہذا الاصل

ایسا ہی گناہ کو ہلکا جاننا کفر ہے اسکی صورت
یہ ہے کہ اسکو سہل جانے اور بے پروائی
سے اسکا ارتکاب کرے اور اسکو ایسا ہی سمجھے جیسے
عمل میں لاوے۔ ایسا ہی شریعت سے ہنسی کرنا
کفر ہے اسلئے کہ یہ سب انبیاء کو جھوٹا جاننے کی علامتیں ہیں
شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ ایمان کے
ثابت ہونے کے ساتھ کسی ایسے امر کے اثبات
کا ضمیمہ لگ رہے جو خمیر میں خلل انداز ہو یا اتفاق
ایمان میں خلل انداز ہے جیسے بت کے
آگے سجدہ کرنے اور نبی کی قتل یا بے حرمت
کرنے یا قرآن شریف یا کعبہ شریف کی اہانت
کرنے سے بچنا ایسا ہی دین کے اتفاقی
امور سے دیدہ و دانستہ انکار ہے ہنسی سے غیر
دین ہونے کی قید اسلئے لگائی ہے کہ دنیا ہی
امور (اتفاقی) ہی کیوں نہ ہو جیسے حاتم کی
سخاوت اور حضرت علی رض کی شجاعت)
انسے انکار کفر نہیں ہے۔

شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حنفیہ نے اس
شخص کو کافر کہا ہے جسنے سنت کو ہلکا
سمجھکر ترک کر رکھا ہو آنحضرت کا زائد
و متعول فعل سمجھکر یا برا جانکر جیسے کوئی

بتمنی الفروع التی ذکرہا فی الفتاوی من
انہ اذا اعتقد الحرام حلالاً فان کان حرمتہ
لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا
بان یکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی
وبعضہم لم یفرق بین الحرام لعینہ ولغیرہ
فقال من استحل حراماً قد علم فی دین النبی
تحریمہ کنکاح ذوات المحارم او شرب الخمر
او اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر من غیر ضرورۃ
فکافر ومن استحل شرب النبیذ الی
سکر کفر الی الخ الیق المراجعۃ۔

کسیکے زیر حلق شملہ جھولنے یا مونچھیں
کترانے کو برا جانے۔

میں اصحاب کتاب منح الازہر کہتا ہوں
اسیواسطے امام ابو یوسف سے روایت
ہوا کہ انہوں نے ذکر کیا کہ آنحضرت کدو کو
پسند فرماتے تو ایک شخص نے اسکے مقابلہ
میں کہا کہ مجھے تو کدو اچھا نہیں لگتا
اسپر امام ابو یوسف نے اسی شخص پر مرتد
ہونے کا حکم لگا دیا۔ ان ہی اصول پر
وہ فروعات مبنی ہیں کہ جو شخص حرام کو حلال

سمجھ لے اگر اس حرام کی حرمت ذاتی ہے اور دلیل قطعی سے ثابت ہے تو وہ شخص کافر ہے
اور اگر حرمت لغیر ہے اور دلیل ظنی سے ثابت ہے تو کافر نہیں ہے اور بعض علماء
نے حرمت ذاتی وغیر میں فرق نہیں کیا اور یہ کہدیا کہ جسنے ایسی حرام کو حلال جانا جسکا
حرام ہونا آنحضرت کے دین میں یقیناً معلوم ہے جیسے ماں بہن وغیرہ محرمات سے
نکاح کرنا یا شراب پینا یا مردار یا لہو یا خنزیر کا گوشت بدون حالت ضرورت
وانتظار کے کھانا وہ کافر ہے اور جو شخص شیرہ انگور یا کھجور کو جب جوش کو پہنچ جاوے
حلال سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ تا آخر عبارت جو یہاں دیکھنے کے لائق ہے۔ اور کتاب

باب المرتد ہو لغۃ الراجع مطلقاً شرعاً
الراجع عن دین الاسلام وقد کان اقر
بکلمۃ الکفر علی لسانہ بعد الایمان بہ
او بتصدیق محمد صلعم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ

درمختار میں ہے یہ باب احکام مرتد کے
بیان میں ہے مرتد لغت میں پھرنے والے
کو کہا جاتا ہے خواہ کسی چیز سے ہو کہتے ہیں
اسلام سے پھرنے والے

تعالے فی ما علم مجیئہ ضرورۃً وہل ہو
لفظ او ہو مع الاقرار قولان۔
واکثر الحنفیۃ علے الثانی والمحققون
علے الاول والاقرار شرط لاجراء
الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علے انہ
حتے طولب بہا فی بہ فان طولب بہا فلم
یقر فہو کفر عناد قال المصنف وفی الفتح
من ہزل† بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقد
للاستخفاف فہو کفر العناد۔ والکفر فتۃ
استرو شرعاً تکذیب صلعم فی شئے مما جاء
بہ من الدین ضرورۃ والالفاظ تعرف فی
الفتاوے بل اذدت بالتالیف مع
انہ لایفتی بالکفر بشئے منہا الا فیما اتفق
المشائخ علیہ۔

اس ارتداد کا رکن یہہ ہے کہ بعد ایمان
کلمہ کفر زبان پر لاوے۔ اور ایمان
کی تعریف یہہ ہے کہ جو کچھہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم خدا کیطرف سے لائے ہین
اور وہ بطور بداہۃ و یقین آنحضرت
سے ثابت ہوا ہے اسکو مانا جاوے۔
× × × × × مصنف نے ذکر کیا ہے کہ
فتح القدیر مین ہے کہ جو شخص کلمہ کفر ہنسی
سے کہے وہ بھی مرتد ہو جاتا ہے اگرچہ دل
سے کفر کا معتقد نہو یہہ اسلئے کہ اس ہنسی مین
شریعت کو ہلکا سمجھنا پایا جاتا ہے اور
یہہ بھی ایسا کفر ہے جیسے دانستہ کفر کرنا۔
کفر کے معنے لغت مین ڈھکنا ہے اور شرع مین
آنحضرت کو جھٹلانا کسی چیز مین جو آنحضرت

لائے ہین اور وہ آنحضرت سے یقیناً و ضرورۃً ثابت ہے اس کفر کے الفاظ مشہور ہین
جو کتب فتاوے مین پائے جاتے ہین بلکہ اسباب مین مستقل تالیفات بھی ہین مگر ساتھہ
اسکے یہہ بھی لحاظ ضروری ہے کہ ان سبھی الفاظ پر فتوی کفر نہ لگانا چاہیے بلکہ صرف
ان ہی الفاظ پر لگانا چاہیے جنسے بالاتفاق کفر ثابت ہوتا ہے۔

ناقل کہتا ہے ان الفاظ کی تفصیل عالمگیری وغیرہ کتب فتاوی مین موجود ہے جو چاہے
ان کتابون کا مطالعہ کرے مگر ایسا مین خوب تثبت و تحقیق مد نظر رکھے ان سبھی الفاظ
پر فتوی کفر نہ لگا دے بلکہ صرف انہی الفاظ پر جنمین قطعیات و ضروریات دین کا انکار

† اسل مدرک وہ حدیث ہزل ہے جو ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلعم ثلث جدہن جد وہزلہن جد النکاح
والطلاق والرجعۃ۔

پایا جاوے - چنانچہ امام غزالی کا دعوی ہے اور اُسکی تائید میں یہ بحث ہو رہی ہے -
اور جو فقہاء و علماء کلام نے لانکفر احداً من اہل القبلۃ† کہہ رکھا ہے وہ اس تکفیر
مرتدین کے مخالف نہیں ہے اور باوجود صحیح و درست ہونے کے اس مدعا کا معاند
و مناقض نہیں ہے اور قول معترض کا مصدق و مؤید نہیں - آپ اٹھ کر اپنے خوش ہو
بیٹھے ہیں اور بلا فائدہ اسکو صحیح و درست فرماتے ہیں وہ قول ایسا عام نہیں ہے کہ جسنے
ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہا اور قبلہ کیطرف منہ پھیرا پھر خواہ وہ مرتد ہو گیا یا مرے ہی سے
زندیق و منافق رہا وہ اسمیں شامل ہو گیا اور اہل قبلہ میں داخل ہوا - اور باوجود ارتکاب
کفر اتفاقی کے تکفیر سے بچنے کا مستحق ہو گیا بلکہ وہ قول تو خاص اون لوگوں کے حق میں
ہے جو ضروریات و قطعیات دین کے اقراری ہیں اور نفاق و کفر قطعی سے
بری و انکاری ہیں اور بعض ایسے امور کے معتقد ہیں جنکو صرف بدعت کہا جاتا ہے
اتفاقی کفر سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا اور جو ان امور کو کفر کہے اسکے پاس میں کوئی دلیل
قطعی نہیں ہے -

ایسے لوگوں کی نسبت علماء اہل سنت نے کہہ رکھا ہے کہ اہل اسلام کو ایسے امر کے لفظ
سے باہمی تکفیر مناسب نہیں ہے - چنانچہ برطبق سنہ تصنیف رسالہ مصنف نیک کنندہ اپنی
اپنی اس قول کا مطلب انہوں نے خود ہی لکھدیا ہے اور اعتراض ناقص و ناتمام کو
جو احتمال معترض کے خیال میں گذرنے کا احتمال رکھتا تھا دفع کر دیا ہے - پھر فقرہ کا ترجمہ

ثم اعلم ان المراد باہل القبلۃ الذین	کہا ہے - پھر جان لو کہ اہل قبلہ سے وہ
اتفقوا علی ما وجد من ضروریات الدین	لوگ مراد ہیں جو اُن اصول پر جو دین کے
حدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ	ضروریہ یعنی بداہۃ و یقیناً ثابت ہیں اتفاق
تعالی بالکلیات والجزئیات - فاستثنی	رکھتے ہیں جیسے اعتقاد عالم کے حادث
ذلک من مسائل المہمات فمن ذہب	ہونیکا اور اعتقاد جسموں کے اوٹھانے

† یعنے ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے -

طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ بالجزئیات لا یکون من اہل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اہل القبلۃ عند اہل السنۃ انہ لا یکفر بما لم یوجد شیئ من امارات الکفر و علاماتہ ولم یصدر عنہ شیئ من موجباتہ۔

جانے کا اور یہ اعتقاد کہ خدا تعالیٰ کو سب کلیات و جزئیات کا علم ہے ایسے ہی اور مسائل جو مہمات دین سے ہیں۔ پس جو شخص عمر بھر ظاہری طاعات و عبادات پر مواظبت (ہمیشگی) کرے اور ساتھ اسکے یہ بھی اعتقاد رکھے کہ عالم قدیم ہے یا حشر اجسام نہ ہوگا یا خدا تعالیٰ کو جزئیات معلوم کا علم نہیں ہے وہ شخص اہل قبلہ سے نہیں ہے۔

اور اس قول سے (کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کیجاوے) یہی مراد ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کریں جب تک کہ انمیں علامات و نشان تکذیب نہ پائی جاویں اور موجبات تکذیب صادر نہ ہوں یعنے جب انسے موجبات تکذیب سرزد ہوں پھر خواہ وہ عام اہل قبلہ چھوڑ خاص اہل سنت ہی کیوں نہ کہلاتے ہوں جیسے کسی بت کے آگے سجدہ کرلیا یا نہ کیا یا شراب یا خنزیر کو حلال کہا یا فرائض و نصوص قطعیہ سے انکار کیا تو انکی تکفیر واجب ہے نہ اسوقت وہ اہل قبلہ رہتے ہیں نہ اس مسئلہ عدم تکفیر اہل قبلہ کی حدود و مصداق ہو سکتے ہیں یہی مطلب

شرح مواقف ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسمیں باوجود یکہ اہل قبلہ کو کفر سے بچایا ہے پھر علامت تکذیب پر صاف کفر کا حکم لگایا ہے اور اجماع کا منعقد ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ خاتمہ کتاب میں فرمایا ہے۔ مقصد ثالث کفر کا بیان ہے کفر ایمان کا خلاف ہے

المقصد الثالث فی الکفر وہو خلاف الایمان فہو عند نا عدم تصدیق الرسول فی بعض ما علم مجیئہ ضرورۃ فان قیل فما الزنار ولابس الصنار بالاختیار لا یکون

پس ہمارے نزدیک اسکی تعریف یہ ٹھہری کہ آنحضرت کی کوئی بات جو بطور ضرورت دین ہدایت آنا ثابت ہے نہ مانیں۔ اسپر کوئی شبہ کرے کہ اس تعریف کی رو سے تو زنار

کافرًا اذا کان معصدقًا فی الکل وھو
باطل اجماعًا فلنا جعلنا الشیٔ الصادر
باختیارہ علامۃ التکذیب فحکمنا علیہ بذالک

اور عیار (یہ بھی زنار کیطرح کفار کی علامت
ہے) پہنچو والا کافر ہوا گرچہ دل سے ان
حضرت کی ساری باتیں مانتا ہو جلا نکہ یہ
امر (اسکو کافر نکہنا) بالاتفاق باطل ہے اسکے جواب میں اور اسکو کافر و مکذب ہونے
کے ثبوت میں ہم کہتے ہیں کہ جسنے اس فعل کو جو اوس سے باختیار خود صادر ہوا ہے تکذیب کی
علامت قرار دیا ہے پس اس فعل سے اسپر کافر غیر معتقد ہونیکا حکم لگایا ہے۔

علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اس بحث کی ہے کہ اسمیں اس جواب کی بھی
تائید ہے اور اصل کلام امام غزالی کی (جسپر معترض نے اعتراض کیا ہے) حرف بحرف تصدیق
بالی جاتی ہے۔ چنانچہ شرح مقاصد میں آپ فرماتے ہیں

قال البحث السادس فی الکفر عدم الایمان
عما من شانہ وبذا معنی عدم تصدیق النبی
صلعم فی بعض ما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ والظاہر
ان ہذا معنی من تکذیبہ صلعم فی شیٔ مما علم
مجیئہ بہ علی ما ذکرہ الامام الغزالی لشمولہ
الکافر الغالی عند التصدیق والتکذیب
واعتذر الامام الرازی بان من جملۃ
ما جاء بہ النبی صلعم ان التصدیق واجب
فی کل ما جاء بہ فمن لم یصدقہ فقد کذبہ
فی ذالک ضعیف لظہور المنع۔ فان قیل
من استخف بالشرع والسنۃ والعقاد
القی المصحف فی القاذورات او ارتد
الزنار بالاختیار کفر اجماعًا وان کان

کفر کی تعریف یہ ہے کہ جو امور بطور ضرورت
دیدہ سے آنحضرت سے ثابت ہیں انکو کوئی
نہ مانے۔ اسپر کوئی اعتراض کرے کہ جو شخص شرع
یا شارع کی اہانت کرے یا قرآن مجید کو نجاست
میں ڈال دے یا باختیار خود زنار پہنے
وہ بالاتفاق کافر ہے اگرچہ آنحضرت کی
کی ساری باتوں کو مانتا ہو مگر اس تعریف پر
اور دوسری تعریف کفر پر جسمیں تصدیق کا
ہونا اعتبار کیا گیا ہے یہ اعتراض وارد
ہوتا ہے کہ یہ دونوں تعریفیں اپنے افراد کو
جامع نہیں رہتیں۔ یعنی ان کفار کو جنمیں
علامات تکذیب تو پائی جاتی ہیں پر بظاہر

وان کان مرصداً للنبی صلعم فی جمیع ما جاء بہ
وحینئذٍ یبطل عکس التعریفین وان حصلت ترک
الماموربہ او ارتکاب المنہی عنہ علامۃ
التکذیب وعدم التصدیق لبطل طردہما
بغیر الکفرۃ من الفساق قلنا او سلم اجتماع
التصدیق المعتبر فی الایمان مع تلک الامور
التی ہی کفر وفاقاً فیجوز ان یجعل الشارع
بعض محظورات الشرع علامۃ التکذیب
فیحکم بکفر من ارتکبہ وجود التکذیب فیہ
وانتفاء التصدیق عنہ کما لا یستخفاف
بالشرع وشد الزنار وبعضہا لا کالزنا
وشرب الخمر ویتفاوت ذلک الی متفق
علیہ ومختلف فیہ منصوص علیہ ومستنبط
من الدلیل وتفاصیلہ فی کتب الفروع
وبہذا اندفع اشکال آخر ہو ان صاحب
التاویل فی الاصول اما ان یجعل من الملۃ
فیلزم تکفیر کثیر من الفرق الاسلامیۃ کاہل
البدع والاہواء بل المختلفین من اہل
الحق واما ان لا یجعل فیلزم عدم تکفیر
المنکرین لحشر الاجساد وحدوث العالم
وعلم الباری بالجزئیات فان قلت انہم

مصدق ہین شامل نہین ہوتین - اور
اگر حکم کی خلاف اور گناہ کے ارتکاب کو علامت
تکذیب ٹہرایا جاوے تو دونو تعریفین
افراد غیر کو مانع نہین ہوتین - یعنے
جو من فاسق جو حکم کا خلاف اور گناہ
کا ارتکاب کرتے ہین تعریف کفر مین
داخل ہوتے ہین تو اسکے جواب مین ہم کہینگے یہ
کہ اگر ہم مان لین کہ جو امور مکذبہ بالاتفاق
منافی ایمان ہین انکے ساتھہ تصدیق کا
پایا جانا ممکن ہے تو یہہ بھی جایز ہے
کہ شارع بعض ممنوعات کو علامۃ تکذیب
ٹہرادے جسکو مرتکب پر حکم کفر لگایا جاوے
اور اسمین تکذیب کا پایا جانا اور تصدیق کا نہونا
تجویز کیا جاوے - ان ممنوعات کی مثال
شارع کی اہانت کرنا ہے اور زنار پہن لینا
اور بعض ممنوعات کو جیسے زنا کرنا اور شراب
پینا شارع کے علامت تکذیب نہ ٹہرادے -
یہ قسم پھر متفاوت ہے بعض ممنوعات ہیں
قسم سے متفق علیہ ہین بعضے اختلافی بعضے
منصوص ہین بعضے مستنبط جنکی تفصیل کتب
فروعات مین ہے اس جواب سے ایک اور شبہہ بھی

* مسلمین ہین یا مثل تصدیق جو حقیقت تصدیق مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق و مالک جانے - منہ

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ۸ جلد ۳

متضمن ضروریات متفرقہ

مضامین مندرجہ ذیل مدت سے متقاضی اندراج تھے مگر تنگی عرصہ قرطاس وطوالت مضامین معمول اس سے مانع رہے۔ اب ضرورۃً معمولی مضمون کو ناتمام چھوڑ کر بجائے اسکے ان مضامین کو درج کیا جاتا ہے۔

عذر وتسکین

تحریر مضامین اشاعۃ السنۃ مین دلایل ونقول کے سبب تطویل ہو جاتی ہے اور یہہ طرز ان لوگونکو جو بحکم کل جدید لذیذ ہمیشہ نئے مضامین کے طالب رہتے ہین اور بروش زمانہ حال مجرد اظہار خیال بلا استدلال کو پسند کرتے ہین غالباً ناپسند ہوگی اور اسی بنا پر جو تطویل مضمون حال (تفرقہ بین الاسلام والزندقہ) مین ہو رہی ہے انپر بہت شاق گذرتی ہوگی مگر ہم معذور ہین ہمکو انگریزی طور پر صرف اظہار اپنے خیال کا منظور نہین ہے بلکہ اس خیال کا خدا اور رسول وسلف امت کے اقوال سے مستند کرنا اور متعلقان دین کے خیال مین اسکی صداقت جمانا مدنظر ہے جو بدون تطویل وتفصیل ادلہ وتاویل ممکن نہین ہے اور علاوہ بران اسمین یہہ بھی فایدہ ہے کہ ایک مبحث کے ضمن مین کئی مسایل متعلقہ اور دقایق معضلہ دین پر لوگون کو اطلاع ہوتی ہے اور اصول وفروع دین مین انکی بصیرت وعلمیت روز بروز بڑھتی ہے پس ناظرین سے امید ہے کہ ان مباحث کو غنیمت کبری سمجھکر بجائے شکایت باطنی اظہار شکریہ الہی کرین اور ہمکو انگریزی طرز اختیار کرنے سے معذور سمجھکر معانی دین ۔ ولکم فیما تشتھون مذاہب اور مضمون (تفرقہ بین الاسلام والزندقہ) تو قریب الاختتام ہے انشاء اللہ تمہید آیندہ مین ختم ہوگا اسکے بعد اسی طرز سے مباحث سابقہ کو پورا کیا جاویگا آیندہ جو خدا کی مشیت ہے وہ سب پر غالب ہے ۔ واللہ غالب علی امرہ۔

شکریہ ومعذرت

خدا تعالے کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اب اہل فضل

وکمال کو اشاعۃ السنۃ کی طرف توجہ ہوئی ہے
اور بارسال مضامین اسکی معاونت سو جہی ہے
چنانچہ ایک صاحب فضل نے ضلع انبالہ الہ آباد
سے ایک طولانی مضمون بجواب تہذیب الاخلاق کے
مضمون (الاسلام ہو الفطرۃ والفطرۃ ہی الاسلام)
کے ارسال فرمایا ہے اور ایک صاحب نے صوبہ بہار
سے سات مضمون مختصر بجواب تہذیب الاخلاق
وتفسیر نیچر ارسال فرمائے ہیں ازانجملہ ایک
مضمون میں نیچری سید احمد خانی کا ابطال ہے۔ دوسرے
مضمون میں نیچری خانصاحب بہادر رسالقہ کی
انکار نسخ قرانی کا جواب ہے۔ تیسرے میں انکار
جواز استرقاق کا جواب ہے۔ چوتھے میں ایکے ہی
افترا کا جواب ہے کہ آنحضرت نے بسم اللہ کو کتاب پر دست
سے لیکر قرآن میں درج کیا ہے۔ پانچویں میں
انکی اس افترا کا جواب ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام
یوسف نجار کا بیٹا ہے۔ چھٹے میں انکے مخففہ کو
حلال کہنے کا جواب ہے۔ ساتویں میں ایک انکار
معجزہ کا جواب ہے۔ اور ایک فاضل محقق نے
دہلی سے ارسال مضامین کا وعدہ کیا ہے۔
مگر افسوس صد افسوس ہمارے پرچہ میں ان مضامین
کے اندراج کی جگہ نہیں ہے مصنفین فاضل الہ آبادی
تین مہینے سے ہمارے پاس پڑے ہیں جنکے اندراج کا
ابتک موقع نہیں ملا لہذا ان حضرات کی خدمات
میں ہم بڑے شکر گذاری کے بعد معذرت کرتے ہیں
کہ اس دفعہ ان مضامین کو درج نکرنے میں ہمکو معذور
سمجھیں آیندہ ان مضامین کو نوبتاً فوبتاً ہم درج
کرینگے۔ اور جناب باری میں صمد بیچون و نیاز سے یہ
دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے خریداران پرچہ کو ادائے
قیمت پرچہ کی توفیق عطا کرے سبھی خریدار پوری
قیمت ادا کردیا کریں تو رسالہ معمولی مقدار دو جزو
سے زیادہ اجزا میں نکل سکے۔ یا وہ خداوند اپنی قدرت
وکرمت سے بطور خرق عادت (علی رغم انف المنکرین) ان
دو جزو رسالہ کو ایسی وسعت و برکت دے کہ بہت
سے مضامین ان میں آجایا کریں۔
خریداران کو اختیار ہے اپنے لئے ادائے قیمت کی
توفیق چاہیں یا ان انہی دو جزو کے بطور خرق
عادت بڑھ جانے کی منتظر و امیدوار رہیں۔

ندہبی اشاعت

ذاتی کام (جو کسی خاص شخص سے متعلق ہو)
گو ایک شخص اپنی ہی ذات سے کر سکتا ہے
مگر جمہوری کام کا اتمام بدون جمہوری اجتماع

و معاونت کے ممکن نہین ہے مثلاً ایک شخص
اپنی ذات سے عابد یا زاہد بننا چاہے تو
کسی مسجد کے حجرہ مین وہ معتکف ہوکر عابد
یا زاہد بن سکتا ہے مگر کسی قوم کا ہادی یا رہنما
بننا چاہے تو اس امر کے لئے صرف اور اسکی ذات کافی نہین
ہے بلکہ اور انصار و اعوان کا محتاج ہوتا ہے
یہہ بادی النظر کا فتوی ہے اور اگر نظر غایر سے
دیکھا جاتا ہے تو جن کامون کو ذاتی خیال کیا جاتا
ہے انکا اتمام و حسن انجام بھی بدون جمہوری
معاونت کے ممکن نہین ہے -

اسی عابد یا زاہد کو مسجد کا حجرہ مین دوسرا
شخص کھانا نہ پہنچائے تو چند روز مین اسکو
اعتکاف توڑنا پڑے اسکی عبادت کے لئے کپڑا
بورا یا کوزہ کوئی بہم نہ پہنچائے تو عبادت کا
قافیہ تنگ ہوجاوے - سترامکا یہہ ہے کہ انسان
مدنی الطبع ہے اسلئے یہہ اپنی ہر کمال مین (ذاتی
ہو خواہ جمہوری) جمہوری معاونت کا جو عدن
کے لوازم سے محتاج ہے -

اور منجملہ جمہوری کامون کے اشاعت مذہبی ہے جو بدون
جمہوری معاونت وجود مین آنے ناممکن ہے
یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب کو جب تک جمہوری معاونت

پہونچتی ہے اسکی ترقی ہوتی گئی اور جب
وہ معاونت منقطع ہوئی تو اسمین سستی واقع ہوئی
مذہب اسلام ہی کو دیکھو جب تک اسکو انصار
و جمہوری مدد گار سلاطین والا تبار و علماء
خیار ہوون بدن ترقی پذیر رہے - اور جب سے
اس سلسلہ کا انقطاع ہوا روبہ تنزل مذہب اسلام
مین تنزل شروع ہوگیا - اسوقت کی عیسائی
مذہب کی لوگون کو مذہب کی اشاعت کیطرف
توجہ ہے اور اسپر انکا جمہوری اتفاق و اجتماع
موجود ہے - امریکہ و افریقہ انگلنڈ وغیرہ بلاد مین
جا بجا مذہب کی اشاعت کے لئے انکی کمیٹیان
و سوسائٹیان قایم ہین اور ادنی سے اعلی تک
اون کمیٹیون مین چندہ دیتے ہین جس سے لاکھون
روپیہ مشن مین جمع ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ سے
دیہات اور پہاڑون اور جنگلون مین انکی
منادی و واعظین پہونچتے ہین اور جا بجا انکے
مدرسہ قایم ہین اور اکثر شہرون مین انکے
مطبع جاری ہین جنمین انکی مذہبی کتابین تصنیف
اور ترجمہ ہوکر چھپتی ہین اور مفت بٹتی ہین اور انکو مذہبی اخبار شایع
ہین - جنمین انکی خیالات عام لوگون مین

پہلتے ہین تو اس صورت سے یو بالفیوض کچھ نہ کچھ
انکو مذہب کو ترقی ہے۔

مگر کمال افسوس کا مقام ہے کہ اہل اسلام سے اب
یہہ خیال بالکل اٹھہ گیا ہے۔ اور اونہون نے اس
جمہوری اتفاق و تعاون کو کافرون کا شعار
سمجھکر اسکو ان ہی مخالفین مذہب کے سپرد کر دیا ہے
و نیا رعلیہ مذہبی اشاعت کا چارج بھی ان ہی کو
دیدیا ہے۔ اور خود دین سے فارغ ہوکر اپنا
اپنا دال پسند کام اختیار کیا ہے۔

امرا کا کام رات دن کا عیش و آرام ہے اور
علما کو مسجدون کے حلوے مانڈے سے کام۔
رہے فقرا و کافہ انام سو انکا کیا ذکر و نام ہے بس
اب اشاعت اسلام کا کام تمام ہے۔

اگر مسلمانان ہند وغیرہ بلاد فی کس بحساب فی روپیہ ایک پیسہ
ماہوار اشاعت مذہبی کے لئے بطور چندہ جمع کرین
تو کروڑون روپیہ جمع ہو جاوے اور نہین تو
اگر عام مسلمانان پنجاب دہلی سے پسند در تک فی
کس ایک پیسہ ایک پیسہ گرہ سے نکالین تو بھی لاکھون
روپیہ ہو جاوے۔ اور نہین تو اگر خاص فرقہ
موحدین متبعین سنت سید المرسلین ہی یہ عہد
اختیار کرین تو بھی ہزارون روپیہ سے تو کم نہو

پھر دیکھین جو کام پادری سو روپیہ مین نکالتے
یہان وہ دس مین کس خوبصورتی سے ہو تا ہے؟
اور تھوڑے دنون مین اسلام کیا رونق پکڑ تا ہے؟
پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ ہماری اس بات کو
خیال مین لاوین اور اسلام کی رونق قدیم کو تازہ
کر دکھاوین۔ ہمین اپنے اسلاف امرا مومنین و سلاطین
مسلمین کا اقتدا کرین۔ یا اپنے مخالفین مذہب
دشمنون کی بتا قرین اور ترجیحون التعلا پر جون کا
مصداق ٹھہراتے ہین، ہی کی سرگرمی و جوش مذہبی
پر رشک کہاوین اور شرم کو کام مین لاوین۔
بس ہر شہر و قریہ مین اشاعت مذہب کے لئے
جماعتین یعنے کمیٹیان قایم کرین اور انکی استعانت
سے چندہ کی فراہمی مین کوشش کرین پھر بعد
فراہمی چندہ جا بجا مدرسہ قایم کرین۔ اور علما کو
تصانیف و ترجمہ و وعظ کے لئے مقرر کرین اور
مذہبی اخبار و رسایل جاری کرین اور جن سے
خود اس امر کا سرانجام نہو سکے وہ دوسری کمیٹیون کی
و معاونت کرین اور تھوڑی یا بہت اسوقت کہین
کہین کوشش ہو رہی ہے اسمین شریک ہو جاوین
اس تھوڑی بہت کوشش کی ایک مثال

اخبار منشور محمدی ہے جو مدت سے

پادریون کے مقابلہ مین جاری ہے مگر عام
عام مسلمانون سے اسکی پوری معاونت
نہین ہوتی صرف بعض عالی ہمتون کی اعانت
سے وہ جاری ہے - ایسا ہی اخبار مہر
درخشان و نصرت الاسلام
اسکی مثالین ہوسکتی ہین یہ اور ایک مثال
اسکی مدرسۃ القرآن دہلی ہے جو جناب
بقیۃ السلف وحجۃ الخلف شیخنا و مولانا سید
محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور انکے
احباب و اصحاب کی توجہ سے جاری ہے
جسکا ذکر ہمنے نمبر چہارم جلد ۳ کی اخیر مین کیا ہے
اور ایک مثال اسکی براہین احمدیہ ہے
جسکا اشتہار ہمنے ضمیمہ نمبر ۴ جلد ۳ مین شایع
کیا تھا پھر نمبر ششم مین دوبارہ اسکی معاونت
کا شوق دلایا - اور ایک مثال اسکی
مدرسۃ العلوم مقام آرہ ضلع شاہ آباد
ہے - یہہ دونون مثالین آخر الذکر
ترقی اسلام کے لئے عمدہ ذریعے ہین اسلئے
انکا ذکر کسقدر تفصیل سے اس مقام مین
مناسب ہے بلکہ جو کچھہ اوپر ذکر کیا گیا ہے
وہ سب ان ہی دو مثالون کے ذکر خیر

کی تمہید مین کیا گیا ہے مثال اول (براہین احمدیہ)
کی پوری تفصیل تو اس کتاب کے دیباچہ مین ہے - اور اسکا
خلاصہ اشتہار سابق الذکر مین شایع ہوا -
اسکا خلاصہ اس مقام مین ذکر کیا جاتا ہے کہ یہہ کتاب
کل فرقہ ہای مخالفین اسلام کے مقابلہ مین تصنیف ہوئی
ہے جسمین یہود و نصاریٰ و براہمہ اور برہم سماج وغیرہ
منکرین دین محمدی سے مقابلہ مین عمدگی کے ساتھہ بحث
کی ہے اور ایسے پر زور دلایل سے انکا مقابلہ کیا ہے
کہ ان دلایل کے توڑ دینے پر اسکے مصنف (اخی و محبی
میرزا غلام احمد رئیس قادیان) نے دس ہزار انعام
کا وعدہ دیا ہے - عام لوگون کو ان دلایل کا
زور اسی وعدہ مصنف سے معلوم ہوسکتا ہے اور
خواص کو جو شک ہو تو کہ خود بوئید نکو عطار بگوید
کے گرویدہ ہین اصل کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے
یہہ کتاب بچیس حصہ مین ہے جسکا ہر ایک حصہ (۵)
جزو مین ہے - از انجملہ دو حصے طبع ہوچکے ہین اور باقی
حصے زیر طبع ہین مگر اہل اسلام کی عدم توجہی سے
ابتک کافی روپیہ بہم نہین پہنچا اور نہ ثمن کتاب
جو سابقا فی نسخہ پانچ روپیہ قرار پایا اور اسکا
پیشگی ارسال فرمانا خریداروں سے چاہا گیا تھا
اکثر خریداروں نے نہین بھیجا - اسوجہ سے مزید

ان ہی دو حصون کے طبع سے چھ سو روپیہ کے
زیر بار ہو گئے ہین و نیز علیہ باقی حصون کے
چھاپنے سے متوقف ہو بیٹھے ہین۔ لہذا مین
بعرض اصل حال دلی جوش کے ساتھہ اہل اسلام
کو رغبت دلاتا ہون کہ بارسال زر قیمت اس
کتاب کو چھپوائین اور باختیار استطاعت اس عمدہ
ذریعہ ترقی اسلام کے سلسلہ کو توڑ نہ دین۔
مگر یہہ امر ملحوظ خاطر رکھین کہ اب حجم کتاب
بہ نسبت سابق بہت بڑھ گیا ہے
اور اسکا انطباع بھی ایسے مطبع (سفیر ہند امرتسر)
مین ہوتا ہے جسکا اور مطابع کی نسبت ڈبل
چارج ہے اسلئے قیمت کتاب اب بجای پانچ روپیہ
فی نسخہ دس روپیہ قرار پائی ہے پس جن صاحبون
نے پہلے نرخ سے قیمت پیشگی ارسال فرمای ہوئی
ہے انکو تو بنظر عقد سابق اسی نرخ سے کتاب لینے
کا استحقاق ہے۔ ہان بنظر اعانت و رعایت
حج مرزا صاحب وہ بھی بجای پانچ روپیہ کے دس روپیہ
دین تو انکی عالی ہمتی ہے) اور جو صاحب آیندہ
خریدار بننگے انسے فی نسخہ دس روپیہ سے کم
نہ لیے جاوینگے۔ خبکو اسباب مین خط و کتابت
یا ارسال منظور ہو وہ براہ راست مرزا صاحب

کو بہ نشان بمقام قادیان ضلع گورداسپور مخاطب
کرین۔ اسمین مجھے واسطہ نہ بناوین کہ اس توسط مین
میرا بھی حرج ہے اور انکی کام مین بھی توقف
ہوتا ہے۔

دوسری مثال (مدرسۃ العلوم آرہ) کے
اصول و اغراض کے بیان مین اسکے بانی (اخی
و نجبی مولوی محمد ابراہیم صاحب) نے ایک سلسلہ
جاری کیا ہے اس مقام مین اسکا خلاصہ نقل کرنا کافی
ہے اور بعضے احباب (جو مذہبی جوش مین سرگرم
ہین) کی خدمات مین اصل اپیل تہا وہی بھیجا
جائیگا۔ آپ فرماتے ہین میرے فتوی بھاولپور
کے بدایت کے لئے یہہ تجویز کی ہے کہ مدرسین
و سطے درس تفسیر و حدیث و ترجمہ قرآن مجید
حدیث و فقہ و فرائض معانی و صرف و نحو و غیرہ
آلات علوم دینیہ کے اور واعظین کے لئے اور
شہرون مین وسطے وعظ و نصیحت کرنے کے
اور مؤلفین رسالجات مخالفین کے رد لکھنے
کے لئے اور مترجمین کتب عربیہ مفیدہ علوم کا
ترجمہ کرنے کے لئے مقرر ہون اور یہہ کتابین
جہپین۔ × × × بہایون کو لازم ہے کہ اس
انتظام و اہتمام کی بزرگی اور اسکا خیر خیال

لاوین اور غور و تامل کرین کہ ہرگاہ جمیع طرق
ہدایت عام و خاص اس انتظام مین احاطہ
ہوگئی تو انشاء اللہ ہدایت عام کس دھوم
دھام سے رونق پذیر ہوگی ×× ×× مومنو
اس گوہر گران مایہ کو جلد خرید و کچھہ نہ کچھہ
ماہوار مقرر کرو ×× ×× اگر ہر شخص اپنی آمدنی
سے چوسٹھوان حصہ یعنے فی روپیہ ایک
پاوا ماہانہ بھی ٹھہرالین تو بھی کم نہین اور
اہل ہمت تو بہت کچھہ کر دکھاتے ہین ۔"
پس مین اس مدرسہ کے لئے بھی اخوان مسلمین
کو عموماً اور فرقہ موحدین کو خصوصاً بڑی
گرمجوشی سے رغبت دلاتا ہون کہ اس
مدرسہ کی اعانت کو بھی اپنا ضمنی مذہبی
سمجھین اور ہر شہر و قریہ مین اسکے لئے
چندہ جمع کرکے بانی مدرسہ کے پاس براہ
راست بہ نشان آرہ ضلع شاہ آباد محلہ
چوک مسجد بھیجتے رہین ۔
اور ایک مثال اس اشاعت (جسکی نظیر
مسلمانون مین نہ زمانہ سابق مین گذری
ہے ۔ نہ زمانہ حال مین نظر آتی ہے) وہ ہی جو
ابھی وجود مین نہین آئی صرف میرے اور میرے

چند احباب کے خیال مین ہے وہ یہہ
کہ مثل بیسائیون کے بڑا ایک اعلے کمیٹی
یعنے بڑی انجمن اسلامی مقرر کی جاوے
جسکے ماتحت بہت سی سب کمیٹیان یعنے چھوٹی
انجمین اکثر اضلاع پنجاب و ہندوستان
مین مقرر ہون اور اسمین عام مسلمانون
یا خاص موحدین سے کرونا کس سے بعینیت
چندہ لیا جاوے ۔ و ہنار علیہ جا بجا مدرسے
قائم ہون ۔ اور رسائل تصنیف ہون اور
اخبار جاری ہون اور واعظین و منادی
کرنے والے مقرر ہون ۔ اور لاوارث لڑکے
و مساکین مسلمین تربیت پاوین ۔ اس
تجویز نے ظہور پایا یا نہ تب کوئی دیکھیگا اسلام
کیسی رونق پکڑتا ہے ۔
اس تجویز کی بنا اسی مہینے مین رکھی جاویگی
اور اسکی کیفیت نمبر آیندہ کے ساتھہ شائع
ہوگی ۔ اب مین اس مضمون کو دعا
پر ختم کرتا ہون اور مسلمان بھایون
کے لئے خدا سے توفیق چاہتا ہون ۔
اللہ تعالے مومنون کی پست ہمتی کو دور
کرے اور انکو اپنے دین کی نصرت و اشاعت

ریویو

جناب مولوی سید الف حسین صاحب سندیس

نارمل سکول ہلی کے رسایل رد نیچر یہ پر۔

اس عالی ہمت و صاحب خبرت منصف مزاج
نصنف امتزاج کو متعدد رسایل اکتشف راز۔
تادیب مدعیان تہذیب۔ تہذیب نیچر وغیرہ
کو مین نے دیکھا اور انسے نفع اٹھایا۔
مؤلف عالی ہمت نے جواب حضرت نیچر یہ
مین ہر طرح ظریف و سخن ظریف کو اختیار
کیا ہے جو آج کل لوگون کو پسند ہے۔
جواب ترکی بترکی وسع ذلک مختصر مصداق
خیر الکلام ماقل و دل مین انکی جوابات کو پسند
کرتا ہوا اور مؤلف علام کا دل سے شکر و ستایش
بجالاتا ہون۔

ایک بڑی عالی ہمتی و نیک نیتی مؤلف کی اس
تالیف مین یہ ہے کہ ان رسایل کے اجرا سے
کوئی ذاتی منفعت آنکو مدنظر نہین ہے۔
غالبًا جس لاگت مین وہ رسایل تیار ہوتے ہین
اسی قدر قیمت کے عوض مین فروخت کئے جاتے ہین
مگر افسوس کہ ہماری قوم انکو رسایل کی قیمت ادا کرنے
بھی اپنی اس ہی اصل پست ہمتی و نادہندگی پر عمل کرتے ہین ہمت
لوگ کیطرف سے قیمت رسایل جناب مؤلف کو نہین پہنچتی
گویا یہہ نادہندگی و پست ہمتی ہماری قوم کا شیوہ
ہو گیا ہے جو کہین اور کسی معاملہ دنیو مین اسی نہین ہوتا
اگر لوگ ہمت و حوصلہ کو بڑہاوین اور کم سے کم سو خریدار
ماہواری رسالہ کے میسر ہو جاوین تو جناب ممدوح رد
نیچر یہ مین ماہواری رسالہ جاری کردین اور قیمت بھی
نہایت مختصر لین جو فی جزو ۰ر سی زیادہ نہو۔ پس
مین اپنے مسلمان بہایئو سے اس امر کی رغبت دلاتا
ہون اور خدا سے چاہتا ہون کہ جیسے اتنا عرصہ سستہ اور
اخبار تیرہوین صدی تہذیب الاخلاق کی جو یہان
جاری ہین ویسے ہی یہہ رسالہ بھی بالاستقلال جاری ہو
اور اگر لوگون سے یہہ جرات نہو سکی تو ہر ہفتہ وار یہ نکلے
کہ جب کبھی حسب اتفاق کوئی رسالہ جناب ممدوح جیپوا کر
کسی کے پاس بھیجین تو اسکی قیمت بالطلب تقاضا بھیجدیا کرین
جنکو رسایل مذکورہ بالا مطلوب ہون وہ وہی
مطبع یوسفی کے پتہ سے جناب ممدوح سے طلب کرین
اور بعض احباب کو بعض رسایل اس پر بھیجکر سا تھ ہی بھیجدی
جاوینگے وہ ان رسایل کی قیمت ہی حساب سے میرے
پاس بھیجدین۔ تین اسباب مین اور بھی کچھہ
لکھتا اور نیز آپکے ان رسایل پر جو شیعہ و سنی کے

یاد رہے کہ وہ اس کتاب کی جناب ممدوح سے درخواست کرین اور آپکے حق مین ترقی دارین کی دعا کرین۔ اللہم یدہ بروح القدس

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر نہم و دہم — بابت رمضان شوال ۱۳۰۹ھ مطابق ستمبر و اکتوبر ۱۸۸۹ء — جلد ۳

درجات و مراتب قیمت	شرح قیمت رسالہ تفصیل خریداران بشرح مراتب	رقم سالانہ
(۱) اخص قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس۔	کم از کم روپیہ ۵
(۲) خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی کے معزز عہدہ داران و اعانہ علیا و لائبریری سوسائٹی ہا	کم سے کم ۴ روپیہ ۵
(۳) عام قیمت	متوسط اہل وسعت۔	۴ روپیہ
(۴) رعایتی قیمت	کم وسعت لوگ جنکی آمدنی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں۔	۲ روپیہ
(۵) اعلیٰ قیمت	جو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی نہیں رکھتے مگر علمی بضاعت رکھتے ہیں اور اس رسالہ کی اشاعت کرتے ہیں	ثواب آخرت

ضروری اشتہار و اعلانات و مفید مطالب

۱۔ اشاعۃ السنہ نمبر گزشتہ و ضمیمہ جات اخبار (جنمیں تقلید و عمل بالحدیث سے بحث ہی) کے پورے اور باترتیب پرچے اب ہمارے پاس بجز ایک فائل کے باقی نہیں ہے جسقدر تھے سب کے سب فروخت ہو گئے۔ اس فائل باقیماندہ میں اگست ۱۸۸۲ء سے دسمبر ۱۸۸۹ء تک کے پورے اور باترتیب پرچے موجود ہیں جو فی ماہ ایکروپیہ کے حساب سے مل سکتے ہیں۔

مطبوعہ باشاعۃ السنہ پریس

اسکے سوا پرچہا ۱۸۷۷ء تو غنقا ہو گئے ہین اور پرچہا ۱۸۷۸ء کے دو فایل پورے ہین جو اُسی حساب سے مل سکتے ہین باقی سب غیر مکمل ہین۔ ضمیمجات ۱۸۷۸ء نمبر ہفتم سے پانزدہم تک ہین۔ اشاعۃ السنہ جلد اول نمبر چہارم سے دہم تک اشاعۃ السنہ جلد ۲ بجز نمبر ۳ اور سب ہین۔

یہہ سب پرچے نا مکمل ہونیکے سبب عام لوگون کو بحساب فی ماہ ۴ جسمین محصول ڈاک بہی شامل ہے مل سکتے ہین اور مساکین کو مفت بلا قیمت صرف محصول ڈاک جو سال بھر کے پرچون کیلئے ۴ سے زیادہ نہ ہوگا بہیجدیتے پرل سکتے ہین۔

یہہ بہی پرچے فروخت یا فی سبیل اللہ تقسیم ہو جاوین تو دوبارہ بہی بہ ترتیب مرغوب و طرز محبوب چہپوائے جاسکین۔ پس اہل ہمت اُن کامل فایلون کو غنیمت سمجہکر خرید فرماوین اور باقیماندہ پرچون کو باقی شایق حسب توفیق و حیثیت خود طلب فرما کر تمام کراوین پہر دیکہین کُل پرچہا سنین ماضیہ کس خوبصورتی سے چہپوائے جاتے ہین۔

۴۔ قیمت اشاعۃ السنۃ کی نسبت جو صاحب آجتک اغماض کئے جاتے ہین اور باوجود مکرر تذکرہ یاد دہانی و اشارات کے متنبہ نہین ہوتے خواب غفلت سے بیدار ہو جائین اور اس امر کے مستظر نہین کہ ہم انکو نام بنام آوازین دیکر جگائین زیادہ افسوس اُن لوگون پر ہے جو جواب خطوط تک سلم نہین اُٹہاتے اور ہم مہینے ہمارے اوقات ور محصول خطوط کا خون کرتے ہین اگر وہ حضرات بجائے ارسال زر یہی لکہدین کہ ہم کچہہ نہ دینگے تو بہی ہم اُنکے شکر گزار ہوتے سب سے زیادہ افسوس حضرات علماء پر ہے جو ثواب اشاعت و اعانت حق و ایفاء وعدہ و حقوق عباد کے مسایل سے واقف ہین پہر انکو نہ وعدہ کا لحاظ ہے نہ ادائے حق کا خیال ہے۔ ایسا ہی اُن رؤسا و اُمرا پر جنہین ایسے ثواب و تعلقہ دار و مالگذار ہین جو اکیلے جیب خاص سے کل مصارف اشاعۃ السنۃ کے متحمل ہو سکتے ہین ایسے لوگ جو دو روپیہ ایکروپیہ یا آٹہ آنہ ماہوار مدون مطالبہ نہ بہیجین اور مطالبہ پر بہی دو دو تین تین خطوط تک کا جواب تک نہ دین تو

پھر دنیا مین ہم افسوس کس پر کرین - میرے ان اشارات کو اُنہون نے نہ سمجھا تو نا چار کسی
کسی صاحب کا بطور مثال نام لینا پڑیگا ؛

۳ - مصباح الادلہ جواب ادلہ کاملہ کے جسقدر نسخے وہلی وڈیرہ دان مین تھے وہ سب فروخت
ہو گئے ہین اب جسقدر نسخے باقی ہین وہ سب لاہور مین ہمارے پاس ہین جو ہمنے مالک کتاب سے
قیمتہً خرید لئے ہین سو یہی دن بدن فروخت ہوتے جاتے ہین تھوڑے سے نسخے باقی رہگئے ہین
پس جنکو خریداری اس کتاب کی منظور ہو وہ تاخیر و توقف نہ کرین جلد زر قیمت ارسال فرماکر
راقم سے کتاب طلب فرماوین عام قیمت مد محصول ارسال ہمنے مسکینون کے لئے ۶ مقرر کی تھی
مگر جبکہ دیکھا کہ غنی لوگ بھی مسکین بنکر چھہ آنہ کو بھی مانگتے ہین اسلئے قیمت کو عام کر دیا تاہم رعایت مسکین
ماتھہ سے نہ جاویگی مگر وہ رعایت حسب موقع و مشاہدہ عمل مین آویگی -

۴ براہین احمدیہ کی معاونت کی نسبت ہم نمبر سابق مین بہت کچھہ ترغیب دے چکے ہین جس سے
مسلمان حامیان اسلام متاثر ہونیکی امید قوی ہے - اب ہم اس کتاب کے مولف مرزا غلام احمد
صاحب کو ایک تدبیر فراہمی چندہ یا قیمت کتاب پر آگاہ کرتے ہین وہ یہہ کہ مرزا صاحب اس باب
مین اُن اعیان و روسا اسلام کیطرف سے مراجعت کرین جنمین اکثر ایسے اہل وسعت ہین کہ
اگر انمین سے کوئی صاحب توجہہ کرین تو صرف اپنی ہمت سے بلا شرکت غیر کتاب کو چھپا سکتے ہین
آگے اس تدبیر کا کارگر ہونا خدا کے اختیار ہے جسکی عظمت شان ہے اللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا
اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ حکایت ہے - آن حضرات کے نام نامی یہہ ہین -

(۱) نواب والا جاہ امیر الملک مولوی سید محمد صدیق حسن خانصاحب بہادر امیر ریاست بھوپال
(۲) نواب محمود علیخان صاحب بہادر رئیس چھتاری ضلع بلند شہر -
(۳) نواب محمد ابراہیم علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ -
(۴) نواب محمد داؤد خان صاحب رئیس کرنول ضلع مدراس -
(۵) جناب خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ دام اقبالہم -

(۶) آغا کلب عابد بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع امرتسر۔

(۷) سید ہدایت علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع گورداسپور۔

(۸) جناب جامع معقول و منقول ماہر فروع و اصول معدن فیض عام۔ ناصر اسلام بررد تصنیف کلام حضرت مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر مراد آباد۔

(۹) خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار کانواڑہ ضلع سیونی۔

(۱۰) خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار آرئی ضلع سیونی۔

قیمت براہین احمدیہ جو بہزخ جدید فی نسخہ دس روپیہ مقرر ہوئی ہے وہ صرف اہل اسلام کے لئے ہے جنکی جانب سے علاوہ از قیمت کتاب اور نوع سے بھی مدد پہنچنے کی توقع ہے ان کے سوا اور مذہب (عیسائی آریہ وغیرہ) والوں سے اسکی قیمت پچیس روپیہ لیجاوینگی اور ایک روپیہ فی آنہ محصول ڈاک علاوہ بران۔

اطلاع

لاہور میں کاتب لیق کے میسر نہ آنیکے سبب رسالہ مدت سے خراب ہو رہا تھا اب کی دفعہ اسکا چھپوانا امرتسر میں تجویز ہوا ہے وہاں اچھا چھپا تو ہمیشہ وہیں سے چھپوایا جاویگا مگر لین دین و خط و کتابت متعلق رسالہ مہتمم رسالہ سے حسب عنوان و نشان قدیم ہونا چاہیئے مطبع امرتسر کو بجز طبع رسالہ اور کچھ تعلق و اختیار نہیں ہے۔

راقم

ابو سعید محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنۃ

ازلاہور محلہ سید مٹھہ۔

فان تاويلاتهم ليست بأبعد من تاويلات اهل الحق للنصوص الظاهرة في خلاف مذهبهم ذلك لان من النصوص ما علم قطعا من الدين انه على ظاهره فتاويله تكذيب معنى بخلاف ما في البعض

مندفع ہوا جسکی تقریر یہہ ہو کہ جو شخص اصول و اعتقادیات مین تاویل کرتا ہے اگر اسکو مکذب شریعت ٹہرایا جاوے تو بہت سے فرقون اہل اسلام (جیسے اہلبدعت بلکہ باہمی مختلف اہلحق) کی تکفیر لازم آتی ہے اگر اسکو مکذب شریعت نہ ٹہرایا جاوے تو منکرین حشر اجسام و حدوث عالم و علم خداوندی متعلق جزئیات کی تکفیر بہی ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اُن لوگون کی تاویلین بہ نسبت تاویلات اہلحق جو وہ اپنے مذہب کی مخالف نصوص مین کرتے ہین بعید نہین۔

اس شبہہ کے دفع ہونیکی وجہ یہہ ہو کہ بعض نصوص (آیات قطعی الدلالۃ) دین مین ایسے ہین جنکا ظاہری معنی کا مراد ہونا یقیناً معلوم ہو چکا ہی (جیسی آیات حشر و نشر و حدوث عالم جنمین منکرین تاویلین کرتے ہین) پہر انکی تاویل یقیناً رسول کی تکذیب ہی اور بعض نصوص (آیات ظاہرۃ الدلالۃ) ان نصوص قسم اوّل کی مخالف ہین یعنی انکی ظاہر معنی کا مراد ہونا یقیناً ثابت نہین ہے جیسی آیۃ ید اللہ یا خلق افعال جنمین معتزلہ وغیرہ تاویل کرتے ہین انمین تاویل یقیناً آنحضرت کی تکذیب نہین ہے۔

فان ظهر ان الكافر اسم لمن اظهر الايمان لم يكن اظهر الايمان خصص باسم المنافق وان طرء كفره بعد الاسلام خصص باسم المرتد لرجوعه عن الاسلام وان قال بالهين او اكثر خصص باسم المشرك لاثباته الشركة في الالهية وان كان متدينا ببعض الاديان والكتب المنسوخة خصص باسم الكتابي

یہہ ظاہر ہو چکا کہ کافر وہ ہی جسکا ایمان نہ ہو پہر اگر وہ بظاہر اسلام کا دعوی کرتا ہی تو وہ منافق ہے اور اگر اسلام کے بعد اسپر کفر طاری ہو گیا ہی تو وہ مُرتد کے نام سے مخصوص ہی اور اگر وہ دو معبودون کا قایل ہے تو وہ مشرک کہلاتا ہے اور اگر وہ سوا دین اسلام اور دین سماوی یا کتاب منسوخ کا قایل ہے تو اسکو کتابی کافر کہا جاتا ہی جیسے یہود و نصاری ہین۔ اور اگر وہ زمانہ کو قدیم سمجہکر حوادث عالم کو زمانہ کیطرف منسوب کرتا ہی (یعنی جو ہوتا ہے

کالیہودی والنصرانی وان کان یقول
بتقدم الدھر واسناد الحوادث الیہ خص
باسم الدھری وان کان لایثبت الباری
تعالیٰ خص باسم المعطل وان کان مع
اعترافہ بنبوۃ النبی صلعم واظہارہ
شعائر الاسلام یبطن عقائد ھی کفر
بالاتفاق خص باسم الزندیق - وھو
فی الاصل منسوب الی الزند اسم کتاب
المجوس مزدک فی ایام قباد وزعم انہ
تاویل کتاب المجوس الذی جاء بہ
زرادشت الذی یزعمون انہ نبیھم

سوزنانہ کرتا ہی) تو اسکو دہریہ کہا جاتا ہی اور اگر وہ
کسی خالق کا قایل نہیں ہے تو وہ معطل کے نام سے مشہور
ہی اور اگر وہ آنحضرت کی نبوت کا اقراری ہی اور شعایر
اسلام نماز روزہ وغیرہ کو ظاہر اعمل میں لاتا ہے
(جیسے آجکل کے بعضے نیچری) پر دل میں ایسے اعتقاد
رکھتا ہے جو بالاتفاق کفر ہیں (جیسے حضرات
نیچریہ کے اعتقادات کہ دوزخ و بہشت جن و ملک
بوجود خارجی موجود نہیں اور حشر و نشر و حساب
و کتاب سے ظاہری معنے مراد نہیں ہے اور قرآن میں
الفاظ و نظم غیب الغیب ہی بوسیلہ جبرئیل میں خارج از ذات
نبوی آنحضرت پر نازل نہیں ہوا بلکہ آنحضرت نے
طبیعت سے بنالیا اور بعض آیات کو اور مذہب الیون کی کتاب سے لیلیا ہے وامثال ذالک) تو ایسا شخص
باسم زندیق مخصوص ہی جسکی در اصلی نسبت زند کی طرف ہی اور وہ ایک کتاب کا نام ہی جسکو مزدک نے زمانہ
قباد میں ظاہر کیا اور دعوے کیا کہ اس میں اس کتاب مجوسیوں کا بیان ہے جو انکی زعم میں انجانب زردشت لایا ہے۔

† بعض کے قید اس لئے لگائی ہے کہ اکثر بیک تو اس مذہب میں داخل ہوتے ہی نماز روزہ وغیرہ احکام اسلام سے استعفا
داخل کرتے ہیں جسکو اس مذہب کے بانی یا مجدد (آقا اسمٰعیل صاحب بہادر) بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور اُن لوگوں
کو ہمارے الفاظ کہ جو کسی حکم مذہبی کو نانے وہ بلاشبہ مسلمان دنیاجی ہے) آزادی دیبا کی کا سارٹیفکٹ دیتے ہیں
دیکھو پرچہ تہذیب ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ۔

‡ دیکھو اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ جلد ۳ صفحہ ۱۱ جسمیں ان اعتقادات کے مواضع تفصیل کا ذکر ہے۔

†† دیکھو تہذیب ماہ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ و تفسیر برتر ویر صفحہ ۱۱ جگی عبارتیں عنقریب منقول ہونگی۔

دیکھو تفسیر جسمیں اپنے یہ مانا ہے کہ بسم اللہ مجوس کی کتاب سے آنحضرت نے لے لی ہے۔

قال المبحث الرابع فی حکم مخالف الحق من اهل القبلة فی باب الکفر والایمان ومعناه ان الذین اتفقوا علی ما هو من ضروریات الاسلام کحدوث العالم وحشر الاجسام وما اشبه ذلک واختلفوا فی اصول سواها مثل الصفات وخلق الاعمال وعموم الارادة وقدم الکلام وجواز الرویة ونحو ذلک مما الانزاع فی ان الحق فیها واحد هل یکفر المخالف للحق بذلک الاعتقاد وبالقول به ام لا والاقل الانزاع فی کفر اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر ونفی العلم بالجزئیات ونحو ذلک وکذا بصدور شیئ من موجبات الکفر عنه - اه ملخصا

بحث ہفتم اُن لوگوں کے حکم میں ہے جو اہل قبلہ ہوکر حق کے مخالف ہیں کہ آیا وہ لوگ کافر ہیں یا مومن - اس بحث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ضروریات اسلام (اعتقاد حدوث عالم وحشر اجسام اور اُسکے نظایر) پر اتفاق رکھتے ہیں اور انکے سوا، اور اصول میں الحق کے مخالف ہیں (جیسے مسئلہ صفات باری اُسکا عرش پر ہونا دیکھنا سُننا بولنا وغیرہ) اور مسئلہ خلق اعمال اور خدا کی ارادہ کا عام ہونا اور خدا کی کلام کا قدیم ہونا اور خدا کی دیدار کا جایز ہونا اور مثل اُنکی اور مسایل جنمیں اہل سنت کی نزدیک بالاتفاق حق صرف (یہی) بات ہے جو اہلسنت کے نزدیک ثابت ومقرر ہے اُن لوگوں کی نسبت یہ بحث ہے کہ آیا یہ مومن ہے یا کافر ہیں ورنہ ایسے شخص کے کفر میں کوئی بحث ونزاع نہیں جو اہل قبلہ کہلاوے اور عمر بھر طاعات (نماز روزہ وغیرہ) پر مداومت کرے ومع ذالک عالم کو قدیم جانے اور حشر اجسام کی نفی کرے یا علم خدا متعلق جزئیات کو مٹاوے یا مثل اُسکے اور اعتقاد رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں ایسا ہی اُس شخص کے کفر میں بحث ونزاع نہیں جس سے ایسا فعل یا قول سرزد ہو جو بالاتفاق کفر کا موجب ہو جیسے کوئی خدا اور رسول کو گالی دے یا نبی کو قتل کرے یا اور وجہ سے اُسکی اہانت کرے یا مسجد کو گرادے (یا اس کی مسجد کو نہ مجھکا) اور بجائے اُسکی کوئی بتخانہ یا کنیسہ یا کوئی اور عمارت کسی صاحب کی یاد گار بنادے یا کسی فرض قطعی سے انکار کرے یا حرام قطعی کو جیسے خنزیر حلال بتاکر نوشجان کرے یا بُت کے آگے سجدہ کرے یا

ایسے افعال اور اقوال اور اعتقادات والی اشخاص ہالاتفاق کافر ہین اگرچہ کلمہ گو ہون اور معہ ذالک نماز روزہ وغیرہا ظاہری طاعات کی بھی ملتزم ہون شرح مقاصد کا مطلب بزیادۃ تشریح وتمثیل تمام ہوا ایسا ہی اور کتب عقاید مین مرقوم ہے۔

ان شہادات وتصریحات اکابر اہلسنت سے خوب **ثابت** ہوا کہ جو اہلسنت نے لانکفر احدا من اہل القبلۃ کہہ رکھا ہے یہہ خاصکر انہی اسلامی فرقون کی نسبت کہا ہوا ہے جن کو اصول اسلام پر اتفاق ہے یہہ قول انکا ایسا عام وغیر محدود نہین ہے جسمین ہر کلمہ گو منافق ہو خواہ زندیق یا متکب کفر یا ملتزم امر مستلزم کفر کا داخل وشامل ہونا ممکن ہوا سکو ایسا عام سمجھنا پرلے درجہ کی غلط فہمی ہے اور اسکے اصلی معنی سمجھکر اس عموم پر اسکو حمل کرنا ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے۔

یہہ تائید اعتراض سوم وچہارم کے متعلق اخیر کلام ہے جسکی اتمام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو کچھہ آپنے اعتراض اول وسوم وچہارم کیا ہے وہ سراسر دھوکہ ومغالطہ ہے۔ اب رہا **جواب** آپکے **اعتراض دوم** کا سو یہہ ہے کہ امام صاحب نے تو صرف انکار حشر اجسام مین دین کا ضرر بتایا ہے مطلق بحث حشر اجسام کو جسمین حشر اجسام کا اثبات اور اسکی حقیقت ذاتی اور وجود اصلی کا بیان ہو مضر دین نہین فرمایا آپ کا مطلق بحث سے مخالفت اور اسمین تجویز مضرت کو امام صاحب کی طرف نسبت کرنا **طرفہ افترا**۔ اور پھر اس **طرفہ** پر یہہ **طرہ** کہ امام صاحب تو بحث حشر ونعیم وآلام بہشت ودوزخ سے منع کرتے ہین اور ہم (خود بدولت جناب سید احمد) اس قسم کی بحثین کرتے ہین اور منکرین ومنکرین دین کو ان اشیاء کی حقیقت سمجھا کر انکو اسلام پر قایم کرتے ہین بہر ہم دونون مین کون شخص دین کا نفع رسان ہے اور کون ضرر رسان ہے؟ پرلے درجہ کی دلیری ہے جو یہہ مصرع یاد دلاتی ہے

؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ؟ آپ کوئی ایسی بحث کرتے جسمین اسلام کی کسی بات کی اصلی حقیقت جو شارع کے نزدیک مقرر ہے بیان کرتے تو یہہ دعوی کرتے ہوئے زیب دیتا آپ نے تو اسلام کی کسی ایک بات کی اصلی حقیقت کو قایم نہین رہنے دیا جبر بات پر ہاتھہ ڈالا اسی کی حقیقت کو تمیست ونابود کر دیا اور اس کو تبادیل وتحریف غیر حقیقت پر

محمول کیا - تس پر یہ دعوی آپ کے مونہہ سے کب زیب دیتا ہے - اِس امر کی تفصیل خدا نے چاہا تو اشاعۃ السنۃ کی دو چار جلدون مین ہوگی - اسمقام مین اسکی تمثیل پر اکتفا کرتا ہون اور آپ کے معتقدین اور عامہ ناظرین کو آپ کے حقایق بیانی و سبق اسلام نفع رسانی پر آگاہ کرتا ہون -

پس واضح ہو کہ اصول اسلام و امہات عقاید و ایمان یہہ ہین کہ (۱) خدا کو بجمیع صفات کمال ماننا اور (۲) رسول کو برحق جاننا (۳) خدا کی کتابون پر ایمان لانا اور (۴) اُسکے ملایکہ کو ماننا (۵) مرنیکے بعد اُٹھنے پر یقین رکھنا -

اِن عقاید کا اصول اسلام سے ہونا نصوص قطعیہ کتاب و سنت سے ثابت ہے اور لڑکون تک جو اُستانی جی سے صفت ایمان مجمل و مفصل سیکھی ہون معلوم ہے -

پس اب دیکھنا چاہیئے کہ اِن اصول مین آپ نے کیا حقیقت بیان کی ہے - اسی سے بقیہ اسلام مین آپ کی حقیقت بیانی و سبق اسلام نفع رسانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے بحکم ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا + ہمارا تو یہہ خیال ہے کہ اِن اصول مین سے جس اصل کو آپنے ہاتھہ مارا ہے اُسکی حقیقت کو نیست و نابود کر دیا ہے اور بجاے اسکے اپنی خانہ ساز حقیقت کو کھڑا کر دیکھایا ہے - آیندہ ناظرین کو اِس خیال کا صحیح یا غلط ہونا تفصیل ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے

ایمان باللہ کی نسبت آپکی حقیقت بیانی

حقیقت ذات باری تعالی آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ اسکے اندہون کا ہاتھی بنا دیا ہے جیسے اندہون کے ہاتھی مین سے جو کچھہ کسی اندہے کے ٹٹولنے مین آتا ہے وہی ہاتھی قرار پاتا ہے ویسے ہی جو کچھہ خدا کی نسبت کسی کے خیال † مین آوے (کہ وہ بیچون بے چگون ہے یا بڑے سر کا یا سیکڑون سر کا یا بہت بڑے

† دیکھو خاتمہ سورہ بقر مین امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل آمن باللہ و ملایکتہ ع اور کرکوع ۴۰ سورہ نسا مین و من یکفر باللہ و ملایکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر ع - ‡ دیکھو تہذیب ماہ رجب ۱۳۲۲ھ ص ۵۵ جسکے بعض فقرات اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۳ مین نقل ہو چکے ہین اور بعض فقرات اسمقام مین نقل کیے جاتے ہین - اسمین آپ فرماتے ہین اسمین شک

پیٹ کالا یا بہت سی ہجا کالا یا نہایت ہیبت ناک خونخوار بدشکل ڈراؤنا یا نہایت خوبصورت دلہن وغیرہ
آپ کے نزدیک خدا کی حقیقت ہوا سلئے کہ آپ کے زعم مین ان خیالات مختلف کیطرف انسان کو
طبیعت (یعنی نیچر) رہنمائی کرتا ہے اور نیچر کی رہنمائی عین خدا کی رہنمائی ہے - پس جو کچھ کسیکو
خدا کی نسبت سوجھا ہے وہ آپ کے نزدیک خدا کی طرف سے سوجھا ہے اور وہی خدا کی حقیقت
ہے - پس آپ کے نزدیک اس خیال کا ماننا خدا کا ماننا ہے اور اس صورت خیال کا پوجنا خدا کا
پوجنا ہے بلکہ اس خیالی صورت کا بت یا کوئی نقشہ بنا لینا اور اُسکی پرستش کرنا عین پرستش خدا ہے اور
جو خدا پرستون (انبیا) نے قبلہ بنایا ہے یا کوئی نشان کھڑا کیا ہے وہ یہی کام کیا ہے اور اسی خیال پر مبنی ہے
اس بیان حقیقت ذات الٰہی کے ضمن مین آپنے حقیقت عبادت جو نبیون سے وقوع مین آئی اور اسکی
جہات و مکانات کی تقریر ہوئی ہے نیز بتادی ہے اور یہ بات جتادی ہے کہ انبیاء علیہم السلام
بھی بت پرست تھے جو بنام بنا و خدا پتھرون کی پرستش کرتے رہے - سبحان اللہ حقیقت بیانی اسی
کا نام ہے - اور سچی اسلام نفع رسانی اسمین تمام ہے -

نہین کہ ایک اعلیٰ قوت کے موجود ہونیکا خیال جسکو کچھ ہی تعبیر کرو (یعنی خدا کہو یا نیرنگار) انسان مین ایک امر طبعی ہے
یہہ بھی ایک لازمی امر ہے - کہ اس اعلیٰ قوت کے قرار دینے مین اختلاف واقع ہوا کوئی قوانین ہی موجودات
اور مخلوقات مین سے کسی کو وہ اعلیٰ قوت سمجھا اور کوئی کسی خیالی وجود کو جسکا نقشہ خود اُس نے اپنے خیال
مین بنایا ہو وہ قوت اعلیٰ قرار دے اور کوئی ایسے لامعلوم اور بیچون و بے چگون قوت کو جو ان
سب کی علت العلل ہے وہ قوت اعلیٰ سمجھے - * * * * * * یہی خیال رفتہ رفتہ مذہب بنجاتا ہے -
* * * یہہ بھی انسان کا ایک امر طبعی ہے کہ صرف خیالی چیز سے نہ اسکو محبت ہوتی ہے نہ اسکی طرف
توجہہ ہوتی ہے پوری توجہہ تب ہوتی ہے جبکہ اس خیالی شے کا کوئی نشان اصلی یا فرضی اسکے سامنے
ہو - اس فقرہ کا اخیر اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۰ مین منقول ہے جسمین خوب وضاحت سے حضرات انبیا
ابراہیم و اسحق و یعقوب و محمد الرسول اللہ سلام اللہ علیہم اجمعین کا بنام بنا و خدا پتھرون کو پوجنا اپنے
پیارا کیا ہے -

حقیقت صفات باری تعالی آپ نے ایسی بیان کی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک خدا تعالی ایک حاکم معزول کی مانند (جیسے غدر سے پہلے دہلی کا بادشاہ تھا اور اسوقت ٹونک کا معزول نواب ہے - جو برائے نام بادشاہ نواب کہلاتا اور حکمرانی میں جو لوازم بادشاہی سے ہے دخل نہ رکھتے) محض معطّل و بیکار ہے و منصب خداوندی (تصرف عالم نیچر کے سپرد ہے آپ کی تحقیق کے رو سے صدور عالم (اجسام و طبایع) تو ایک دفعہ خدا سے (جبراً لا اختیاراً) ہو چکا ہے مگر اب خدا تعالی کو اس عالم میں تصرف و تبدل کا اختیار نہیں رہا - مثلاً† خدا نے آگ کو جلانیوالی اور پانی کو بجھانیوالا پیدا تو کر دیا مگر اب اگر وہ آگ سے پانی کا اور پانی سے آگ کا کام لینا چاہے تو اسپر اسکو قدرت و اختیار نہیں ہے یا مثلاً خدا نے آدم کے بعد انسان کی پیدایش نطفہ سے کی ہے - اسمیں اگر خدا تعالی یہ تصرف کرنا چاہے کہ بے نطفہ نر ایک کنواری کے پیٹ سے بچہ پیدا کرے (جیسے بزعم اہل اسلام و اہل کتاب مریم علیہا السلام سے عیسی‡ علیہ السلام ہوئے) یا مٹی میں روح پھونک کر اسکو انسان بنا دے (جیسے آدم علیہ السلام ہوئے) یا بنا ت کیطرح زمین کو پھاڑ کر اسمیں سے انسانوں کو نکال دے (جیسے بزعم اہل ایمان قیامت کو ہوگا) تو خدا اسپر قادر نہیں ہے -

یہ تحقیق معزولی و بیکاری باری تعالی آپکے جملہ تحقیقات کا اصل اصول ہے - اور آپکے مذہب نیچری و تفسیر نیچری از سر تا پا اسی تحقیق پر مبنی ہے -

---

† تہذیب پارہ ۲۵ صفحہ ۳ میں بعنوان بیان اصول قدیم و جدید کی آپنے فرمایا ہے اصول قدیم یہ ہے کہ خدا کی عظمت و قدرت اسمیں کہ وہ جسے آگ کہا اور آگ سے پانی کا کام لیسکتا ہے - جدید اصول یہ ہے کہ اسمیں خدا کی قدرت اور عظمت و صنعت میں بٹہ لگتا ہے - یہ کلام باعلی ندا منادی ہے کہ سلسلہ حوادث و کائنات نیچر کی سپرد ہے - اور خدا کو اسمیں تغیر و تبدل کا اختیار نہیں ہے یا یوں کہو کہ تغیر و تبدل خدا کی

‡ آپکے پرائیوٹ و تحریروں سے جو بنام بعض حواریوں میں صادر ہوئی ہیں ہمکو معلوم ہوا کہ آپنے مسیح کی پیدائش کو سب کے نطفہ سے بتجویز کی ہے اور یہ بات تفسیر پر تقریر میں لکھدی ہے - مگر ابھی تک وہ جلد تفسیر جسمیں آپنے مریم علیہا السلام پر یہ بہتان لگایا ہے ہمارے پاس نہیں پہنچی - پہنچی تو دیکھیں اسمیں کیا کیا گل کھلائے ہیں -

اور حقیقت ایمان باللہ آپ نے یہہ ٹھہرائی ہے کہ جو ہر کسی کے دل مین خدا کی وجود (جسطرح پر کہ اُس نے ٹھہرالیا ہو بیچون و بے مثل یا بت کی شکل) کا خیال ہے وہی خیال ثبوت ایمان کے لئے کافی ہے۔ گو مونہہ سے اس خیال کا بھی اقرار نہ ہو بلکہ برملا اُس سے انکار اور اُس انکار پر اصرار پایا جاوے اور اگر اس خیال کا کوئی زبان سے اقرار کرلے اور لا الہ الا اللہ کہدے تو پھر تو وہ جو جی چاہے سو کرے۔ خدا کی تکذیب کرے رسول کی توہین کرے مسجد کو گرادے مُصحف کو جلادے زنار پہن لے بُت کے آگے سجدہ کرے خنزیر کو حلال بتادے حلال کو حرام ٹھہراوے اسکی ایمان اور نجات مین کوئی شک و شُبہ نہین ہے۔

---

† یہہ بات آپ کے اقوال اور اصول مین جابجا موجود ہے اسی مضمون الناظر فی التفرقہ بین الاسلام والزندقہ (جسکی جواب مین آپ جماعۃ حمایۃ ہی) کی اس عبارت کو دیکھو جو ذیل تائید اعتراض سیوم و چہارم نمبر ۲ مین بصفحہ ۴۲۵ منقول ہوچکی ہے۔ اور اسی مضمون کی دوسری عبارت نمبر ۳ مین بصفحہ ۴۵۹ آویگی۔

مگر کمال افسوس و تعجب کا مقام ہی کہ آپ نے مضمون دافع البہتان مین (جسکو مین بلا سہو و نسیان سمجھتا ہون اور اسکی تفصیل و بیان کا ارادہ کرتا ہون) اس سے انکار کیا ہے اور ان باتون کے قائل و معتقد پر لعنتون کا مینہہ برسایا ہے چنانچہ تہذیب الاخلاق ص۹ نمبر ۱ جلد ۵ مین کتاب تائید الاسلام تالیف جناب مرزا سید علی بخش صاحب سے اپنی نسبت یہہ الزام نقل کیا ہی کہ سید احمد خان باوجودیکہ مذہب مین کوئی فعل اگرچہ شمار کفر مین سے کیون نہ ہو مثلاً انکار کرنا نبوت انبیاء سابقین کا یا کتب سماویہ سابقہ کا باوجود ملائکہ کا یا معاذاللہ قرآن شریف کا عمداً بوجہ ازمین الودہ کرنا یا پینک دینا یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا یا کسی نبی کو معاذاللہ گالی دینا یا بہشت و دوزخ اور قیامت آنیکا منکر ہونا یا ضروریات دین کا انکار کرنا کسی آدمی کو کافر نہین جانتا پھر اسکے بعد آپ نے اس بیہودہ الزام کے خنثہ اللہ علی قائلہ وعلی معتقدہ فرمایا ہے اور آٹھہ دفعہ یہہ کلمہ حوالہ قلم کیا اور تعجب یہہ تعجب کی جگہ ہے کہ اسی مقام مین یہہ بھی فرمادیا ہے کہ بُت کے آگے سجدہ کرنا اور زنار پہن لینا ہمارے نزدیک کفر نہین ہے اور یہہ نہین سوچا کہ ان افعال مین جنکے قایل و معتقد پر ہمنے لعنتون کا مینہہ برسایا ہے اور بت کے آگے سجدہ کرنے اور زنار پہن لینے مین کیا فرق ہے جسکے رو سے ان افعال کے مستلزم کفر ہونے سے انکا انکار کیا ہے اور بت کے آگے سجدہ کرنیکا مستلزم کفر نہ ہونا تسلیم کرلیا معلوم نہین۔

حقیقت رسول اور وحی و نبوت آپنے ایسی بیان کی ہے کہ اسمین نہی کو بن پڑے شاعر اور بے لیکے سکھائے گانے ناچنے والی رنڈی - اور مادرزاد مسخری رنڈلی اور چیلی خونخوار فاحشہ مونہی

† تہذیب ماہ ربیع الاول ۹۰ھ مین آپ فرماتے ہین جسطرح کہ انسان مین اور قوائے ہین اسیطرح بلکہ وحی والہام بھی ایک قوہ ہے - × × × یہہ بلکہ ایک آلہ انکشاف علوم وحقایق اشیاء کا ہی ہے - اور اسلئے اسکا تعلق کسی خاص علم یا فن سے منحصر نہین ہے بلکہ ہر ایک سے جداگانہ اور مستقل تعلق رکھتا ہے اور بلحاظ اپنے تعلق کے اسی علم یا فن کے ساتھہ وہ ملکہ منسوب یا موسوم ہوتا ہے جیسکہ ملکہ حکمت یا ملکہ طب ملکہ شاعری ملکہ جدادی ملکہ موسیقی ملکہ قضا وعلیٰ ہذا القیاس انسان جبکہ انسان کی نیچر پر غور کرتا ہے تو اسکی چار حالتین پاتا ہے ایک وہ حالت جو اسکو تربیت وصحبت وتمدن واخلاق سے حاصل ہوتی ہے جسکو **کمال شمس** کہتے ہین دوسری وہ حالت جو اسکو کسی علم یا ہنر مین ترقی کرنیسے حاصل ہوتی ہے جو اس علم کے ملکہ سے تعبیر کیجاتی ہے - تیسری حالت یہہ ہے جب کسی علم وہنر مین غور کرتا ہے اور کوئی مسئلہ حل کرنا چاہتا ہے اور اسکی علمی وا کتسابی قوت اسکے حل سے عاجز رہجاتی ہے تو اسکے دل مین دفعتہ ایک بات آجاتی ہے جسکو وہ نہین جانتا کہ کہان سے آئی اسطرح دل مین آنی والی بات کو **وحی والہام** کہتے ہین (یہہ تینون حالتین انکی کلام سے بالمعنی نقل ہوئی ہین) چوتھے حالت انسان مین ہم یہہ پاتا ہین جسکی بنا اکتسابی علوم پر قیاس نہین ہوسکتی بلکہ اس شخص کے نیچر پر قیاس ہے - ایک جاہل شخص کو جو علم سے واقف ہی نہ ہو عروض سے نہایت عمدہ شاعر پاتے ہین بڑا دیوان دیکھتے ہین اُن پڑھ اور بے علم لوگون نے ایسے دقیق مسایل اخلاق بیان کئے ہین جنکو حال کی ترقی یافتہ دنیا کے بھی تعجب سے دیکھتے ہین × × × × × × ×

پس اسطرح دلمین پڑنیوالی بات کو ہم وحی والہام کہتے ہین اسمین کچھہ شک نہین کہ وہ پڑتی نہین بلکہ اُچھلتی ہے مگر جب اُسکا اُچھلنے کے اسباب ہم نہین پاتے اسکو **القا** کہتے ہین - ہمنے الہام کو خالی نلی مین پانی بہرا نہین مانا بلکہ فوارہ کیطرح اُسمین سے اُچھلنا مانا ہے کوکہ اُسکے لئے خفیف تحریک ہوئی ہو ایسے لوگ ہی ہوئے ہین جنہون نے اپنی حالت کو سوچا اور دوسرون کی حالت کو دیکھا اور ایک لڑکے دلمین پڑا جسمین اُنہون نے ترقیتی اور سوشیلی امرون پر غلبہ پایا - اس دلمین پڑنے والی شے کو بھی ہم **الہام** اور **وحی** کہتے ہین اگر وحی اور الہام نہ تھا تو اور کیا تھا جسنے کالون اور لوتھر کے دل کو اس پرانے راستہ سے پھیرا اس نقرہ کا جسمہ

اور دیوانہ آدمی کا ہمسر و ہمجنس قرار دیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ وحی و رسالت کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ خاص خاص اوقات اور مواقع پر خاص خاص

نمبر ششم میں بصفحہ ۳۹۰ تقریر چکا ہے) خدا تو ایسا فیاض ہے کہ کبھی کسے کے دل میں بھی وحی ڈالتا ہے پھر انسان کے دل میں وحی یا الہام ڈالنے سے اُسکو کیوں نہیں روکا۔ ... الہام یا کتاب الہامی کا پڑھنا (یعنی جیسا پڑھنے والا) خود اسکا دل ہے جسپر الہام ہوا اسکا دل اُسکی تمام اوراق کا مخزن ہے۔ اسکا دل وہ شخص ہے جس سے اُس نے اعتباری طور پر اسکی تصنیف کا دل ظاہر کیا ہے۔ جب یہ خیال کہ وحی والہام اوپر سے آتا ہے نکالدیا جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ وہ آتا نہیں بلکہ جاتا ہے اور پلٹ کر پڑتا ہے اور خاص خاص علوم اور انکشاف سے علاقہ رکھتا ہے تو کتب الہامی کی نسبت بھی یہ خیال صاف ہو جاتا ہے"۔ ... اور تفسیر ثنوی میں فرمایا ہے وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا اسے پیغمبروں کو دی جاتی ہے مگر اگلے مفسروں نے اسکا بیان کہ وہ کیونکر دی جاتی ہے ٹھیک طور پر نہیں کیا اُنہوں نے خدا اور رسول کو دنیا کا بادشاہ اور وزیر کی مانند اور وحی کو بادشاہ کی کلام یا حکم یا پیام کی تشبیہ دی ہے اور جبرئیل کو ایک جسم فرشتہ بادشاہ و وزیر میں ایلچی پیغام پہنچانے والا قرار دیا ہے امام **فخر الدین رازی** تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ آسمان پر جبرئیل خدا کا کلام سُنکر آنحضرت پر اُترتے تھے اور وہ پیغام کہدیتے تھے۔ ... مگر میری سمجھ میں نبوت کو ایک فطری چیز سمجھنا چاہیئے۔ جو انبیاء میں مقتضائے اُنکی فطرت کے مثل دیگر انسانی کے ہوتی ہے جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جو نہیں ہوتا ہے اُسمیں وہ قوت ہوتی ہے جس طرح کے تمام ملکات انسانی اُنکی ترکیب بدن و دماغ و خلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتے ہیں۔

---

† اس بیان کے شروع میں آپنے بصفحہ ۹ تفسیر کے بقسم بحث جبر و اختیار کے اس طرح بیان کیا ہے علم نے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ جس قسم کی بناوٹ انسان کی ہوتی ہے اُسکے مناسبت افعال خواہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے بے رحم سفاک قاتلوں کی کھوپڑی میں ایک خاص قسم کی بناوٹ ہے اور تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ہر قاتل سفاک کی کھوپڑی اسی بناوٹ سے ہوتی ہے۔ پس جسکی کھوپڑی اس بناوٹ کی ہوگی وہ ضرور سفاک قاتل رحم ہوگا اور جسے رحم سفاک قاتل ہوگا اسکی کھوپڑی ضرور اسی بناوٹ کی ہوگی اور خاکسار کی بناوٹ کو نمبر ۱ جلد ۶ [illegible]

پیغام یا احکام بواسطہ ملایکہ خارج از وجود انسان آدمی کیطرف بھیجتا ہے جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے حکم احکام ایلچیوں کے ذریعہ سے اپنے وزیروں اور امیروں کی طرف بھیجتے ہیں بلکہ رسالت

اسیطرح ملکہ نبوت بھی اسی سے علاقہ رکھتا ہے یہہ بات کچھہ ملکہ نبوت پر موقوف نہیں ہے ہزاروں قسم کے جو ملکات انسانی ہیں بعضے فرقہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان میں از روئے خلقت و فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اسی کام کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے - لوہار اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے - ایک طبیب بھی فن طب کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور جسمیں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضائے اسکی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے اور جسطرح کہ اور قوائے انسانی بمناسبت اُسکے اعضا کے قوی ہوتی ہیں اسیطرح یہہ ملکہ بھی قوی ہو جاتا ہے اور جب ایسی پوری قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اُس سے وہ ظہور میں آتا ہے جو اسکا مقتضا ہوتا ہے جسکو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں - خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جسکو ناموس اکبر کہتے ہیں اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانیوالا نہیں ہوتا اسکا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جسمیں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اسکا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا پاس پیغام پہنچاتا ہے اور خدا کا پیغام لیکر آتا ہے وہ خود ہی عجب چیز ہوتا ہے جس میں سے خدا کی کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی کان ہوتا ہے جو خدا کی بے حرف و بیصوت کلام کو سنتا ہے خود اُسکی دل سے نوارہ کی مانند وحی اُٹھتی ہے اور خود اُسی پر نازل ہوتی ہے اُسکا عکس اُسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اُسکو کوئی نہیں بلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہے ہم اجلو نشیل کے گورنر کیسی ہی کم رتبہ خدا کا ثبوت دیتے ہیں ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی وہ بغیر سننے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسیکو کھڑا

ف اس کامل ترقی پر وہی شخص ملکہ خلق ہوتا ہے اور اسلئے جب وہ کسی ایسی بات پر غور کرتا ہے جو اخلاق سے یا یوں کہو کہ دین سے متعلق ہے اُسکے دل پر وہی بات پڑتی ہے جو نہایت سچی اور سیدھی ہوتی ہے اور عین مرضی قانون قدرت کے بنانیوالے کی ہے - اس اللہ کے مختلف طریقے قانون قدرت کے بموجب ہیں جنکو ہم دوسری زبان میں وحی اور الہام اور روح فی النفس کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں - حاشیہ الحاقیہ

اور وحی ایک فطرتی اور جبلی امر ہے جسکی حقیقت یہہ ہو کہ خدا نے نبی کی جبلت و طبیعت اور دل و دماغ وغیرہ کی بناوٹ ایسی کر رکھی ہے کہ جب وہ کسی نیک یا بد امر مین غور و فکر کو کام مین لاتا ہے اور اسکے حسن و قبح کیطرف ادراک و عقل کو دوڑاتا ہے تو اسکے دل سے اُسکے دماغ سے اُسکی طبیعت سے اس امر کی نسبت ایسی بات اُٹھتی ہے جو سچی اور نیچر کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی وہی دل سے اُٹھنے والی بات ایک کلام موزون و مرتب ہو کر اسکو سُنائی دیتی ہے اور کبھی وہی دل کی بات بصوت انسان وغیرہ متشکل ہو کر دکھائی دیتی ہے اور اسکے مُنہہ سے وہ آواز نکلتی معلوم ہوتی ہے - اور حقیقت مین نہ کوئی کلام ہے نہ کوئی متکلم ہے جو ہے اُسیکا دل ہے اُسیکی طبیعت ہے - اسبات کی دل سے اُٹھنے کو القا والہام کہتے ہین اس نظر سے کہ وہ دل سے اُٹھکر یہہ اُلٹ کر اسی پر گرتی ہے اور اس کلام کو جو اسکے خیال نے بنائی ہے کلام الہی کہتے ہین اور اس صورت کو جو اسکے خیال نے دکھائی ہے فرشتہ کہتے ہین - اس مقام کی طبیعت ہی بنا لینے کی قوت کو ملکہ نبوت کہتے ہین اور اس قوت کی حد کمال کو پہنچ جانیکا بعثت نام رکھتے ہین -

یہہ ملکہ نبوت نبی مین ایسا ہے جیسے اس شاعر مین شعر کہنے کا اور اس رنڈی مین ناچنے اور گانے بجانے کا اس رنڈی مین زنا کا اس قاتل مین قتل کا اس دیوانہ مین خیالی صورتین دیکھنے اور خیالی آوازین سُننے کا ملکہ موجود ہوتا ہے - پس جیسا اس قاتل خونخوار کی کہونپڑی کی بناوٹ مین قتل کا ملکہ ہے اور وہی ملکہ اس خونریزی کا حکم دیتا ہے اس خونریزی کی نسبت سوائے تقاضائے

ہوا باتین کرتا ہوا دیکھتے ہین وہ سب انہین کے خیالات ہین جو سب طرح سے جبرئیل ہو کر ایک طرف مصرف اور انہین متعرف ہین - پس جس وہ چیز سے جسکو قلب نبوت پر بصیغہ انعکاس کے بعد فیاض نے نقش کیا ہے جبرئیل انتقاش قلبی کہی مثل ایک بولنے والی آواز کے انہی مقام کا لوگون کو سُنائی دیتا ہے اور کبھی وہی نقش قلبی دوسری بولنے والی کی صورت مین دکھائی دیتا ہے مگر ہے اپنے آپکو وہان کوئی آواز ہے نہ بولنے والا - وہی قوت ناموس اکبر ہے اور وہی قوت جبرئیل پیغامبر ہے بعینہ کلام آخر اصل پیغام ہے جو بالانتصار نقل ہوا اور جو تین محذوف ہوئے وہ زیادہ تر اصل مطلب تھا اسکے حذف سے اصل مطلب ظاہر ہوا جسکو تک ہووے اصل کتاب کو دیکھے اور نقل کو اصل سے مطابق کر لے -

اس ملکہ اور قوت کی کوئی خاص پیغام یا حکم خدا کا کسی خارجی فرشتہ کے ذریعہ سے اسکو نہین پہنچتا اور علی ہذا القیاس ہر شاعر مین شعر کا ملکہ ہے اور وہی ملکہ اسکو شعر کہنے کا حکم دیتا ہے اسکے سوائے کوئی خاص پیغام خداوندی کے مضمون شاعرانہ کا متضمن بواسطہ خارجی فرشتہ اسکو نہین پہنچتا - اور اس رنڈی نا آموختہ مین ناچنے اور گانے کا ملکہ ہے جو اسکو ان افعال پر باعث ہوتا ہے اس کے سوا کسی خاص ذریعہ سے خدا کی طرف سے اسکو گانے ناچنے کا حکم یا طریق القا نہین ہوتا - اور ٹٹی مین ہر ٹٹل کا مادہ ہے جو اسکو ٹٹل سکھاتا ہے بلا واسطہ اس مادہ کے اور طریق سے خدا اسکو ٹٹل کا حکم نہین بھیجتا -

ایسا ہی بھینہ بنی کا حال ہے کہ اسکے دل اور دماغ اور کھوپری کی بناوٹ مین اشیاء کے حلال و حرام کرنیکا ملکہ رکھا ہے اور وہی ملکہ اسکو حلال اور حرام بنانیکا حکم دیتا ہے کسی چیز کے حلال و حرام کرنیکے وقت کوئی خاص پیغام و یا حکم خداوندی کسی خارجی فرشتے کے ذریعہ سے اس کو نہین پہنچتا - اور جیسا شعر کا ناخذ و مخزن بجز لوح طبیعت شاعر اور نہین ہوتا اور بوقت نظم شعر شاعر اپنی ہی طبیعت کیطرف توجہ کرتا ہے اور مضامین سوچتا ہے تو اسکے دل ہی سے اسکے دلپر مضامین کا القا ہوتا ہے اور من حیث لاشعر خدا کی طرف سے بنا بنایا شعر کسی فرشتہ کے ذریعہ سے اسکو نہین پہنچ جاتا اور راگ کا مخرج بجز طبیعت گانے والی کے اور نہین ہوتا اور گانے کے وقت اسکی طبیعت ہی سے طرح طرح کی آوازین نکلتی ہین وہ آوازین اور راگ ہی بنا کے خدا کیطرف سے کسی اور ذریعہ سے نہین پہنچتی و قس علی ہذا ایسا ہی مذہبی احکام حلال و حرام کا مخرج و مخزن بجز لوح طبیعت نبی کے اور نہین ہوتا اور جب نبی کسی چیز کے حلال یا حرام یا واجب یا صحیح غیر صحیح ہونیکی نسبت کچھ سوچتا ہے تو اسکا دل ہی ان اشیاء کا حلال یا حرام یا واجب و مباح ہونا بتا دیتا ہے اور یہہ عبارتین بنا دیتا ہے - یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر یسئلونک عن الیتمیٰ قل اصلاح لھم خیر یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی

† لوگ تجھ سے شراب اور جوے کا حال پوچھتے ہین تو کہدے انمین بڑا گناہ ہے -

سے تجھ سے یتیمون کے مال کی نسبت سوال کرتے ہین تو کہدے انکی خیر خواہی بہتر ہے ۵ تجھ سے حیض کا حکم پوچھتے ہین تو کہدے وہ

وعلی ہذا القیاس۔ اور جیسے شاعر کی شعر اور رنڈی کی رنڈل کے نسبت کہا جاتا ہے ان† ھذا الا قول الشاعر او الساحر ایسا ہی نبی کے اس کلام کو جسکو وہ خدا کیطرف سے بتاتا ہے کہنا کہ ہرگز‡ ان ھذا الا قول البشر اگرچہ خدا نے اُس کہنے والے کے حق مین یہہ کہہ کر کہا ہے سنصلیہ سقر۔ وما ادریک ما سقر۔

اس کلام کی نسبت نبی کا یہہ کہنا کہ یہہ خدا کا کلام ہے جو جبرائیل امین خدا کی طرف سے لایا ہے بعینہٖ اُس قول سے سرمو فرق نہین ہے جیسے وہ شاعر کہے کہ یہہ شعر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے اور نازل یا اسرافیل فرشتے نے (جو اس شاعر کے لکے سے عبارت ہے جیسے جبرئیل نبی کے لکے سے عبارت ہے) خدا کی طرف سے پہنچایا ہے اور وہ رنڈی کہے کہ یہہ راگ یا سُر اور آواز جو میرے منہہ سے نکلتی ہے خدا کی طرف سے میکائیل یا عزرائیل فرشتے نے (جو اس رنڈی کے لکے سے عبارت ہے) خدا کی طرف پہنچائی ہے قس علی ہذا۔

پھر اس خیالی کلام کو کلام خدا کہنا صرف اسی وجہ سے ہے کہ جس دل و دماغ سے وہ کلام پیدا ہوا ہے اُسکو خدا نے بنایا ہے اور اُس کی بناوٹ کو ایسا کیا ہے جس سے وہ خود بخود ایسا کلام پیدا کرتا ہے۔ اسی وجہ شاعر اپنی طبعی شعر اور رنڈی اپنے طبعی راگ کی نسبت بیان کر سکتی ہے کہ خدا نے ہمارے دل و دماغ و طبیعت کو ایسا بنایا ہے جس سے خود بخود راگ، شعر صادر ہوتا ہے۔

اور اس کلام کی نسبت نبی کا یہہ کہنا کہ یہہ کلام میں نے جبرئیل امین سے سُنا۔ اور اسکی صداقت کو انکے دیکھا اور وہ سچے سے بجلگیر ہوا۔

---

† یہہ تو شاعر یا نبیون کا قول ہے۔

‡ یہہ ہرگز شک کی کلام نہیں ہے۔

§ شاید ہم اسکو دوزخ میں ڈالیں گے تجھ جانتا ہے وہ کیا ہے۔

بعینہٖ بلا تفاوت سر مو کوئی ایسا ہے جیسا کوئی پاگل دیوانہ مجنون بغیر موجود ہونے کسی بولنے والے اور دکھائی دینے والے کے یہ کہدے کہ یہ اپنے محبوب یا عدو کو اپنے سامنے کھڑا ہوا بولتا ہی دیکھا اور اس نے مجھے محبت یا عداوت سے بغل میں دبایا ہے۔

* یہ طعن و تشنیع کشاف حقایق اسلام آزاد اہل سنت سید احمد خان علیہ ما علیہ کا جناب نبی اسلام محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد واجب الاتقیاد پر چوٹ ہے جو آن حضرت سے صحیح سندوں سے مروی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غار حرا میں میرے پاس فرشتہ پہنچا اور کہنے لگا کہ پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے مجھے بغل میں دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ اسکو پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے مجھے تین بار کیا آخر کہا اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربک الاکرم اور آن حضرت نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ چلا جاتا تھا کہ ناگاہ میں نے آسمان کیطرف سے آواز سنی جب آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا زمین و آسمان کے بیچ میں کرسی پر بیٹھا ہوا ہے میں اس سے ڈرا اور گھر میں آیا گھر والوں سے کہا زملونی زملونی یعنی مجھے کپڑا اڑھا دو۔

عن عائشۃ ام المؤمنین انہا قالت اول ما بدی بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حرا فیتحنث فیہ ویتعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلہا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حرا فجاءہ الملک فقال اقرا قال فقلت ما انا بقاری قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرا فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرا فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثالثۃ ثم ارسلنی فقال اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربک الاکرم۔

وعن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال وھو یحدث عن فترۃ الوحی فقال فی حدیثہ بینا

یعنی نبی اور مجنون دونون کا یہہ کہنا صرف اپنے خیال کو بتاتا ہے نفس الامر اور خارج مین نہ نبی کے پاس کوئی خارج سے آیا اور نہ اُس نے کوئی کلام سنا یا ہے نہ مجنون کے پاس کوئی آیا اور

بقیہ انا اشی اذا سمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملک الذی جاءنی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت منہ فرجعت فقلت زملونی زملونی۔

وعن عائشۃ ام المؤمنین رض ان الحارث بن ہشام سال رسول اللہ صلعم کیف یاتیک الوحی فقال رسول اللہ صلعم احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ما قال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا ولقد رایتہ ینزل علیہ الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنہ وان جبینہ لیتفصد عرقا۔

وعن ابن عباس رض فی قولہ تعالی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ قال کان رسول اللہ صلعم یعالج من التنزیل شدۃ وکان مما یحرک شفتیہ فقال ابن عباس رض فانا احرکھما کما کان رسول اللہ صلعم یحرکھما فحرک شفتیہ فانزل اللہ تعالی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ قال جمعہ لک فی صدرک وتقرأہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ

اور آنحضرت صلعم نے بجواب اس سوال حارث بن ہشام کی آپکے پاس وحی کس طرح آتی ہے فرمایا ہے کبھی تو مجھے ایسی آواز کیطرح وحی آتی ہے جیسے گھنٹے کی آواز ہوتی ہے اور یہہ اقسام وحی کی سی مجھ پر سخت شاق ہوتی ہے مگر جب یہہ ہو چکتی ہے تو جو کچھہ اس نے کہا ہوتا ہے مجھہ یاد ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ بصورت انسان میرے سامنے متشکل ہوتا ہے اور بالمشافہ مجھسے کلام کرتا ہے پس وہ جو کہتا ہے مین یاد کر لیتا ہون حضرت عایشہ نے نقل کیا ہے کہ مین نے آنحضرت کو بحالت نزول وحی سخت سردیون مین دیکھا تو آپ کی پیشانی کو شدت اور بوجہہ وحی سے پسینے سے بھاری پایا۔

حضرت ابن عباس نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل سے قرآن سنتے اور سیکھنے کے وقت بڑی مشقت اُٹھاتے جب حضرت جبرئیل پڑھتے تو آپ ساتھہ پڑھنے لگ جاتے اور ہونٹ ہلاتے اسپر یہہ حکم نازل ہوا کہ تو بوقت نزول قرآن زبان کو نہ ہلا۔ اسلئے کہ اس قرآن کا تیرے سینہ مین جمع کر دینا اور اسکو تیرا پڑھہ لینا ہمارے ذمہ ہے

تاس نے کچھ سُنایا ہے - اور نبی کا یہ کہنا کہ مجھے خدا نے مبعوث کیا ہے اور یہ لفظ کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے بعینہ بلا تفاوت سر موئے ایسا ہے جیسے وہ شاعر کہے کہ مجھے خدا نے

فاستمع له وانصت ثم ان علينا بيانه ثم ان علينا ان تقرأه فكان رسول الله صلعم بعد ذلك اذا اتاه جبرئيل استمع فاذا انطلق جبرئيل قرأه النبي صلعم كما قرءه - اخرج هذه الاحاديث كلها الشيخان مسلم والبخاري واللفظ له - وعن مسروق قال كنت متكئا عند عائشة فقالت يا ابا عائشة ثلث من تكلم بواحدة منهن فقد اعظم الفرية قلت ما هن قالت من زعم ان محمدا راى ربه فقد اعظم على الله الفرية قال كنت متكئا فجلست فقلت يا ام المومنين انظريني ولا تعجليني الم يقل الله تعالى ولقد راه بالافق المبين ولقد راه نزلة اخرى فقالت انا اول من سال ذلك عن رسول الله فقال انما هو جبرئيل لم ار له على صورته التي خلق عليها غير هاتين المرتين رايته منهبطا من السماء سادا عظم خلقه ما بين السماء الى الارض

اخرجه مسلم

وعن ابن مسعود قال قال رسول الله تعالى لمكا[illegible] ما اوحى الله الى جبرئيل لم يسمع ما يوحى - اخرجه الشيخان -

پس جب ہم یعنی ہمارا بھیجا ہوا جبرئیل اسکو پڑھ چکا ہو کر اسکو سُنا دے پھر اسکا تیری زبان سے بیان ہو جانا ہمارے ذمہ ہے اس حکم کے نازل ہونیکے بعد جب حضرت جبرئیل قرآن لیکر آتے تو آن حضرت چپکے ہو رہتے اور جب جبرئیل چلے جاتے تو آنحضرت اسکو پڑھ لیتے -

اور آنحضرت سے بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ کیا آپ نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے چنانچہ اس آیت میں ذکر ہے ولقد راٰہ بالافق المبین ولقد راٰہ نزلۃ اخری تو آپنے فرمایا کہ اسمیں جس دیکھنے کا ذکر ہے وہ جبرئیل ہے میں نے اسکو اصلی صورت پر چھ سو پر اسکو پیدا کیا ہے - وہی واقعہ لکھا ہے ایک دفعہ معراج میں اور ایک دفعہ اور جسکا اس آیت میں ذکر ہے - اور حضرت ابن مسعود نقل کیا ہے کہ اس موقع معراج پر آن حضرت نے حضرت جبرئیل کو اصلی صورت پر دیکھا ہے تو آپ کے چھ سو پر ہیں -

اس روایت جبرئیل کا قرآن مجید میں جی[illegible] نجم اذا هوی الخ فکر ہے چنانچہ احادیث مذکورہ بالا میں بعینہ یہی اسکا ذکر ہو چکا ہے کی تفصیل تفسیر بضعہ[illegible]

استقام عرف اسی قسم رسیان میں مقصود ہے کہ جس طرح پر آنجبرئیل جناب ملعن کیہ ان باتوں کو خود بعینہ سوا اسکے اپنی زبان سے فرمایا ہے آنجبرئیل جناب نے آنحضرت کی باتوں کو مجنونوں کیسی طرح کی بعینہ مانند

شعر سنانے کے لئے اور گانے والے کہی مجھے خدا نے راگ سکھانیکے لئے بھیجا ہے نبی کا دعوی بعثت صرف اس معنے کر ہی کہ خدا نے اسکی قوت و ملکہ نبوت کو اب کامل کر دیا ہے اور ان معنے کر شاعر اور گانے والی کو بھی بعثت کا دعوی پہنچتا ہے۔

الحاصل آپ کے نزدیک حقیقت نبوت و شاعری و موسیقی و زٹل بازی و حدادی مین سر مو فرق نہین ہے جیسے یہہ کمالات طبعی ہوتے ہین ایسی ہی نبوت بھی ایک طبعی امر ہے اس مین اور اُنمین فرق ہے تو صرف متعلقات کی نظر سے ہے ان چیزون کو شعر و راگ سے تعلق ہے نبوت کو اخلاق یا یون کہو کہ مذہبی خیالات سے تعلق ہے اور یہہ تعلق و اضافت حقیقت جانبین سے خارج ہے۔ **وبناء علیہ** آپ کی تحقیقات کی رو سے نبی پر ایمان لانا اور اسکا اتباع

† مضمون وحی و الہام آنزاہیل صاحب کا جس سے بیان حقیقت نبوت لیا گیا ہے میرے ایک معزز دوست منشی صاحب نے پڑھا تو ہنس کر کہا کہ اگر حقیقت نبوت و وحی یہی ہے جو آنزاہیل صاحب نے بیان کی ہے (جس سے شاعر اور زٹلی اور گانے والی رنڈی وغیرہ کا نبی اور صاحب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے پھر انہون نے دعوے نبوت و وحی نہین کیا) تو اس تقدیر پر نبیون کی نسبت وہ شاعر و زٹلی ہی اچھی رہی۔ جنہون نے اپنے خیالات و کمالات کو ظاہری اسباب اپنی طبایع اور ملکات کی طرف نسبت کیا بناوٹ و تکلف سے یہہ نہ کہا کہ ہمکو ان خیالات و کمالات کا خدا نے القا کیا ہے یا بواسطہ جبرئیل و میکائیل ہمپر نازل کیا۔ اور اُنکی نسبت بزعم جناب نبی (معاذ اللہ) بڑے جھوٹے و فریبی ٹھہرے۔ جنہون نے ظاہری اسباب کو چھوڑ کر اپنے خیالات کے لئے غیبی اسباب بتائے اور از راہ افترا انکے نام بھی جبرئیل و میکائیل و کتاب آسمانی و نزول وحی ربانی گھڑ لئے۔ لوگون کو دھوکا دیا اور خدا پر افترا کیا اور سیدھی سادی بات کو اُلٹا کر کے بتا دیا۔ پس اگر آنزاہیل صاحب کا بیان مین سچا ہون تو نبی (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) جھوٹے ہین اور اگر نبی سچے ہین تو آنزاہیل صاحب جھوٹے ہین۔ **راقم** کہتا ہے ہم مسلمان وغیرہ اہل ادیان تو یہی کہتے اور اعتقاد رکھتے ہین کہ نبی سچے ہین اور آنزاہیل صاحب (جو نبیون کو فریبی و دھوکا باز ٹھہراتے ہین) سراسر جھوٹے ہین خدا انکو ہدایت کرے یا اس تکذیب و توہین

کرنا اور اسکو خدا کی طرف سے سمجھنا۔ اور اسکی ہدایت کے موافق نیک و بد پر کاربند ہونا ایسا ہے جیسے اس شاعر پر شعر مین اور اس زٹلی پر زٹل مین ایمان لانا۔ شعر و زٹل مین ان کا بیان کرنا اور شعر پڑھنے اور زٹل سیکھنے پر کاربند ہونا۔ جیسے انکا اتباع و ایمان صرف مقتضائے بشریت ہے کسی عذاب یا ثواب اخروی کے خوف و طمع سے نہین ہے ایسا ہی اس نبی کا اتباع و ایمان صرف بشریت کا مقتضائے ہے عذاب و ثواب اخروی کے طمع و خوف سے نہین ہے۔

اور جو شخص کہ اسی کا منکر و احکام و تعلیمات نبویہ کا مکذب و مخالف آپکے نزدیک کافر نہین ہے جیسا کہ پرچہ ذیقعدہ مین جسکا ذکر صفحہ ۱۹۲ وغیرہ مین ہوچکا ہے آپ کے تصریح موجود ہے اور اوپر جو آپ نے حقیقت نبوت و وحی کے بیان مین آپ کی طرف نقل کیا ہے یہ آپ کی کلام کا مطلق مفہوم ہے اور اصل کلام جناب جس سے یہ بیان لیا گیا ہے بضمن حاشیہ نقل کر دیا ہے۔ ناظرین اصل کلام جناب کو دیکھین اور جو کچھ ہمنے اسکا حاصل بیان کیا ہے اسکو اصل کے مطابق کرلین۔

اور حقیقت کتب آسمانی آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ انکو زٹلی کے زٹل اور شاعر کے شعر کی جنس سے فرق نہین دی۔ انکا کلام خدا ہونا اور بواسطہ ملایک نازل ہونا اور اُن پر ایمان لانا جس طرح کہ آپ کے نزدیک محقق ہے۔ اسکی تشریح و تفصیل بیان حقیقت وحی و نبوت مین گزر چکی ہے۔

اور حقیقت ملایکہ آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ ملائکہ کو اشیا و ذات خود قایم و موجود کی فہرست سے خارج کر دیا ہے اور منجملہ صفات جو بوجود محل و موصوف موجود ہیں

+ دیکھو تہذیب ماہ رجب ۱۳۲۹ھ مین جہین آپ نے بضمن بیان اصول قدیم و جدید کے فرمایا ہے۔
قدیم اصول یہ ہے کہ نیکی یا عبادت حور و قصور و بہشت کے ملنے اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے یا خدا کی رضامندی کے لئے اور اسکی خفگی سے بچنے کے لئے کرنی چاہیے۔
جدید اصول یہ ہے کہ ہمارے نیچر کا مقتضائے یہی ہے کہ ہم نیک ہونا چاہیے۔

کیجاتی ہین اور اپنے آپ مین وجود نہین رکھتی شمار کیا ہے - جبرئیل امین کے نسبت جو کچھ آپنے کہا ہے وہ ابھی مذکور ہو چکا ہے ایسا ہی عموماً ملائکہ کے نسبت آپ نے کہا ہے کہ ملایکہ سے مراد صرف قوائے موجودات ہین - ملک الجبال سے پہاڑون کی قوت مراد ہے

† تفسیر معدن کفر قدریہ کے صفحہ ۴۲ مین آپنے فرمایا ہے فرشتون کے وجود کی نسبت لوگون کے عجیب عجیب خیالات ہین - انسان کی یہہ ایک طبعی بات ہے کہ جب کسی ایسی مخلوق کا ذکر ہو جسکو وہ نہین جانتا تو خواہ نخواہ اسکے دل مین اس مخلوق کی ایک جسمانی جسم تحیر کا جس کے رہنے کا کوئی جگہہ بھی ہو خیال جاتا ہے پھر ان کے اوصاف پر خیال کرتے کرتے اُن کی صورت جو اُن اوصاف کے مقتضی ہوتی ہے اس کے خیال مین تراشتا ہے اور پھر وہ اسبات کو بھول جاتا ہے کہ مین اس مخلوق کو نہین جانتا نہ مینے اسکو کہین دیکھا ہے اور یون جاننے لگتا ہے کہ وہ مخلوق وہی ہے جو میرے خیال مین ہے اور جب وہ خیال لوگون مین نسل در نسل چلا آتا ہے تو ایسا محکم ہو جاتا ہے کہ گویا اسمین شک و شبہ نہین ہے - یہی حال فرشتون کے نسبت ہوا ہے انکو لازمی ہے کہ گورا گورا سفید برف کا سا رنگ نوری شمع کی مانند ہین بلکہ کسی بڈھیان میرے کسی پاؤن ایک خوبصورت انسان کی شکل مگر نہ مرد نہ عورت تصور کیا ہے - آسمان انکے رہنے کی جگہہ قرار دی ہے آسمان سے زمین پر آتے اور زمین پر سے آسمان پر جانے کے لئے پر لگا دئے ہین کسی کو شاندار اور کسی کو غیر شاندار کسی کو بڑا شان کسی کو چھوٹا شان کیسکو آنکھین کمر دن سے سینہ پر سا تا خیال کیا ہے -

مجوس اور اصل ثنویت کا یہہ خیال ہے کہ عالم کی ترکیب نور اور ظلمت سے اور نور و ظلمت دونون موجود قدیم ہین نور کے بھی بال بچے ہوتے ہین اور ظلمت کے بھی - مگر نہ اس طرح جیسے کہ انسان و حیوان جنتی ہین بلکہ اس طرح جیسے کہ حکمت نور کی اولاد تو فرشتے ہین اور ظلمت کی اولاد شیطان ہین -

یہود بھی فرشتون کو آدمی کی صورت پر مجسم مانتے تھے اور اُن کو اجسام حقیقی سمجھتے تھے - البتہ اُن کے جسم کے مادہ کو مثل انسان کے جسم کے مادہ کے نہین مانتے - بلکہ یہہ

ملک البحار سے پانی کی قوت رقت وعلی ہذا القیاس ملک الرعد وملک السحاب وملک الاشجار سے ان اشیاء کی قوتین مراد ہے ان سے کوئی ایسی چیز مراد نہین ہین جو بذات خود قایم ومتحیز ہو اور انسان وحیوان واشجار وانہار سے خارج ان کا وجود متحقق ہو۔

بقیہ کہتے ہے کہ ان کا جسم مادہ غلیظ سے مرکب نہین وہ اپنے تئین انسانون کو دکھائی بھی دیتے ہین اُن سے بات چیت بھی کرتے ہین۔

عرب کے بُت پرست فرشتون کو ایک مجسم اور متحیز چیز ہی سمجھتے اور جانتے تھے کہ وہ کھاتے پیتے نہین اور نہ کچھ بشری ضرورت اُن کو ہے وہ آسمانون پر رہتے ہین اور زمین پر آتے جاتے ہین۔

عام مسلمانون کا بھی یہی عقیدہ ہے جو عرب کے بُت پرستون کا تھا وہ فرشتون کو ہوا کی مانند لطیف اجسام سمجھتے ہین اور مختلف شکلون مین بن جانے کی ان مین قدرت جانتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ وہ آسمانون پر رہتے ہین اور پر دار ہین کہ اُڑ کر زمین پر اُترتے ہین اور زمین پر سے اُڑ کر آسمان پر چلے جاتے ہین۔

مین (نیچری خان صاحب فرماتے ہین) کہتا ہون کہ جس طرح انسان سے فروتر مخلوق کا سلسلہ ہم دیکھتے ہین اسی طرح انسان سے برتر مخلوق ہونے سے انکار کی کوئی دلیل نہین ہے شاید کہ ہو۔ مگر ایسی خلقت کی درحقیقت موجود ہونے کی بھی کوئی دلیل نہین ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہین ہے۔ قرآن مجید سے فرشتون کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانون نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہین ہوتا بلکہ برخلاف اُسکے پایا جاتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیہ ما یلبسون * * * * اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نہ کوئی جسم رکھتے ہین نہ دکھائی دے سکتے ہین ان کا ظہور

* سراسر تحریف وافترا ہے آیۃ کے صحیح معنے یہ ہین کہ اگر ہم رسول فرشتے کو

مسلمان جو ملایکہ کے نسبت یہہ خیال نہ رکھتے ہین کہ وہ بذات خود قایم و موجود ہین اور انکے جسم رکھتے ہین۔ نور سے مخلوق ہین۔ ان کی صورتین اور شکلین ہین جنہین پر وہ بدل

بقیہ ۱ یا شمول مخلوق موجود کے نہین ہو سکتا۔ لیعنی وہ رجلاً کے قید احترازی نہین ہے۔ انسان مین بحث تھی اسلئے رجلاً فرمایا اور نہ اس سے مراد عام موجود مخلوق ہے۔

‡ ان باریک باتون پر غور کرنے سے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالی جو اپنے جاہ و جلال اور اپنی قوت اور اپنے افعال کو فرشتون سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتون کا قرآن مجید مین ذکر ہے انکا کوئی اصلی وجود نہین ہو سکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتون کے ظہور کو اور اُن قوائے کو جو خدا نے اپنے تمام مخلوق مین مختلف قسم کے پیدا کئے ہین ملک یا ملایک کہا ہے۔ جن مین سے ایک شیطان یا

(بقیہ حاشیہ) کو ضرور اسکو انسان کی شکل بنانی اسلئے کہ انسانون کا فرشتہ کی اصل صورت سے مانوس مخاطب ہونا اور تعلیم و تفہیم کا فایدہ اُٹھانا بنظر طبیعت انسانی عادتاً دشوار ہے۔ دیکھو آنحضرت صلعم نے فرشتہ کو اصلی صورت پر افق المبین مین دیکھا تو آپ کو لرزہ شروع ہو گیا اور اپنے گھر مین پہنچ کر کپڑا اوڑھوا دیا چنانچہ (صفحہ ۴۶۷) اسکا ذکر گزر چکا ہے پھر کافر اس فرشتہ کو بصورت انسان دیکھکر اسی شبہ مین پڑتے جسمین اب ہین کہ انسان کیون رسول ہوا فرشتہ کیون نہوا اسلئے کہنے فرشتون کو رسول بنا کر نہین بھیجا یہہ آیت صاف بتاتی ہے کہ فرشتہ ہی خدا کی مخلوق ہے جسکو خدا نے اس سبب سے جو بیان ہوئی رسول بنا کر نہین بھیجا۔ یہہ سبب نہ ہوتا تو ضرور فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا۔ دیکھو مخاطب نے اسمین کیا تحریف و تصرف کیا ہے۔ بجائے اس مضمون کے انسانون کا فرشتہ کو اصلی صورت مین دیکھنا عادۃً مشکل ہے یہہ مضمون گھڑ لیا کہ انکا نظر آنا محال و ناممکن ہے اور بجائے اس قول خداوندی کے اگر ہم فرشتے کو بھیجتے تو ضرور بصورت انسان بھیجتے یہہ افترا کیا ہے کہ اگر فرشتہ ہوتا تو ضرور موجود ہوتا اس تحریف مین اپنے یہودیون کے بھی کان کاٹے ہین۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حاشیہ

‡ اس عبارت مین خطاب جو بلفظ تو ہے خدا کی طرف سے ہے آپ یہان لفظ معلوم ہوتا ہے یا مثل اسکی کہنا ہل گئے ہین۔

آسمان پر رہتے ہین اور دُنیا مین بھی آتے جاتے ہین اور بصورت انسان متشکل ہوکر انسانون کو دکھائی دیتے ہین اور انسانون سے ہمکلام ہوتے ہین اور خدا کے پیغام و کلام نبیون

بقیہ ابلیس بھی ہے - پہاڑون کے صلابت پانی کی رقت درختون کی قوت نمو برق کی قوت جذب و دفع - غرضیکہ تمام قوائے جنسی مخلوقات موجود ہوئے ہین اور جو مخلوقات ہین ہین وہی ملک و ملائکہ ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے - انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے اور ان دونون قوتون کے بے انتہا درجات ہین جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی مین ظاہر ہوتے ہین - اور وہی انسان کے فرشتے اور انکے درجات اور وہی انسان کے شیطان اور اُسکے درجات ہین " اور بصفحہ ۱۴۸ فرمایا ہے - یہودیون اور عیسائیون کی کُتب مقدسہ مین روحانی عقول کا اکثر ذکر پایا جاتا ہے جن کے حالت وجود جداگانہ ہے اور ایک آسمانی جماعت قرار دی گئی ہے جسکا سردار خود خدا ہے - کتاب دانیال باب ۷ درس ۱۰ و انجیل متی باب ۲۶ درس ۵۳ و انجیل لوقا باب ۲ درس ۱۳ و نامہ عبرانیان باب ۱۲ درس ۲۲ و ۲۳ سے کروڑہا درکروڑہا فرشتون کا ہونا معلوم ہوتا ہے اتنے بڑے جسم عنصیر کے اندر مختلف درجے اور مختلف صفتین موجود ہونی ضرور ہین تاکہ انسان سے لیکر خدا تک ایک ایسا سلسلہ وجود کا قایم ہوجاوے جو خالق اور کمترین ذی عقل مخلوق کے تفاوت کو مربوط کردے - یہودیون کی مقدس کتابون مین فرشتون کا ایسی جماعتون مین منقسم ہونا مذکور ہے - جنکی عزت اور قوت اور صفت غیر مساوی ہے اور اُن پر سردار اور حکام بھی ہین -

اسمین کچھ شک و شُبہ نہین ہے کہ یہودیون کی قدیم کُتب مقدسہ مین یعنی ان کتابون مین جو قید بابل سے پیشتر لکھی گئی ہین یہہ خیال صاف صاف بیان نہین ہوا بلکہ جو کتابین جلا وطنی کے زمانے ہین اور اُسکے بعد کو لکھی گئی ہین ان کتابون مین اس خیال نے صورت پکڑی ہے اور خصوصًا حضرت دانیال اور حضرت زکریا کی تحریرات مین اس خیال کا پتہ ملتا ہے - کتاب زکریا باب اول درس ۱۱ گیارہ مین ایک فرشتہ سب سے اعلیٰ درجہ کا ہے جو خدا کے روبرو کھڑا رہتا ہے اور

کے پاس پہنچاتے ہین اور دُنیا مین خدا کے احکام و تصرفات کے ظہور کے وسایل ہین کیکو جیسے (میکائیل) مینہہ برسانے کی خدمت سپرد ہے کیکو (جیسے عزرائیل) قبض ارواح

بقیہ اور فرشتون سے بطور اپنے کارندون کے کام لیتا ہے حضرت دانیال نے حضرت میکائیل فرشتہ کو بہت بڑے بڑے لقب عطا فرمائے ہین نامہ یہودہ ورس ۹ - اور اول نامہ تسلنیکیون کے باب ۴ ورس ۱۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رائے کہ فرشتے مختلف درجہ رکھتے ہین صرف یہودیون ہی کے ساتھہ مخصوص نہ تھی بلکہ حضرت عیسےٰ کے حواریون کا بھی یہی خیال تھا ہان اس قدر ٹھیک ہے کہ متاخرین یہودیون نے جو رتبے کی تقسیم فرشتون مین قایم کی ہے وہ حواریون کے وقت مین نہ تھی - یہودیون کے کتب مقدسہ مین فرشتے ہمیشہ مجسم ہوکر انسانی صورت مین دکھائی دیتے تھے اور کسی جگہہ اس بات کا اشارہ نہین ملتا کہ یہہ اجسام حقیقی نہ تھے متقدمین یہودی بیشک یہہ جانتے تھے کہ ان اجسام کا مادہ ہمارے اجسام کے مادہ کی مانند نہین ہے کیونکہ فرشتون مین یہہ قدرت ہے کہ جب چاہین اپنے تئین لوگون کو دکھاوین اور جب چاہین نگاہون سے چھپا ہوجاوین - عیسائی بھی اس سے انکار نہین کرسکتے -

عیسائی اور یہودی دونون فرشتون مین ان صفات کو تسلیم کرتے ہین - انسان سے اعلےٰ عقل کا زیادہ ہونا انکا قوت اور قدرت مین زیادہ ہونا - انکا پاک اور برگزیدہ ہونا - اور یہہ بات کہ فرشتے خدا تعالےٰ کے منشا اور مرضی کے اظہار کے ذریعہ ہین کتب مقدسہ یہود یون اور عیسائیون سے بخوبی معلوم ہوتی ہے اور اسی لیے بعض کاموں کو ان کتابون مین بالکل فرشتون ہی کے طرف منسوب کیا ہے -

ان کاموں کے متعلق امور کے متعلق امور انتظامیہ مین بھی ان کی وساطت ہوتی ہے - یہودی اور عیسائی یہہ بھی خیال کرتے ہین کہ گو فرشتون کے وساطت ہماری نظرون سے پوشیدہ ہے مگر پھر بھی ان کی وساطت تسلیم ہوسکتی ہے - کیونکہ عبرانیون کے خط کے باب اول ورس ۱۴ اور باب ۲ ورس ۷ و باب ۱۹ ورس ۱۱ و انجیل متی باب ۱۸ ورس ۱۰ مین لکھا ہے کہ -

کی خدمت سپرد ہے کوئی (جیسے اسرافیل) افنا، عالم کے لئے صور مُنہ مین لئے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اسمین پھونک مارنے کا اذن ہوتا ہے۔ کوئی (جیسے جبرئیل) انبیا کیطرف

بقیہ خدا تعالی فرشتون کو نجات کے وارثون کی خدمت کے لئے بھیجتا ہے۔

قدیم عیسائی سمجھتے تھے کہ ہر فرد بشر کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اُسکی حفاظت پر متعین ہے۔ مشرکین کا بھی اسیکے قریب قریب عقیدہ تھا۔ یونانی اپنے محافظ دیوتا کو ڈیمن۔ اور رومی جینیس کہتے تھے۔ اور یہودی اور قدیم عیسائی یہہ بھی سمجھتے تھے ہر انسان پر دو فرشتے متعین ہوتے ہین ایک نیکی کا اور ایک بدی کا۔ عام یہودی بھی فرشتون کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہین۔

قدیم عربون کا لفظ ملک اور ملائکہ کی نسبت ایسا خیال جیسا کہ یہودیون کا بھی ثابت نہین ہوا ان یہہ بات تو تسلیم کیجا سکتی ہے کہ لغت کی کتابون مین لفظ ملک کے معنے ایلچی یا رسول یا پیغامبر کے لکھے ہین مگر یہہ تسلیم نہین ہو سکتا کہ قدیم مشرکین عرب اسکا اطلاق اس قسم کے رسولون پر کرتے تھے جنکو یہودی ملک یا ملائک کہتے تھے۔ * * * قرآن مجید مین کلام مقصود مین کسی جگہہ لفظ ملک یا ملایکہ کا اس مُراد سے استعمال نہین ہوا ہے جو مراد یہودیون نے قرار دی تھی جسکی تفسیر ہم ہر ایک مقام پر لکھین گے بلکہ برخلاف اسکے ملایکہ کا اطلاق اُن قدرتی قوا پر جنسے انتظام عالم مربوط ہے ظاہر ہوتے ہین ملایکہ کا اطلاق ہوا ہے۔

ان آیتون مین جنکی تفسیر ہم لکھتے ہین کلام مقصود صرف اس قدر ہے کہ جو شخص اس وحی کا عدو ہو جو خدا نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین ڈالی ہے اور جو کوئی خدا اور اسکے فرشتون اور اسکے رسولون کا دشمن ہو تو بے شک اللہ ان کافرون کا دشمن ہے۔ یہودیون نے اپنے عندیہ مین دو جداگانہ فرشتے ٹھہرا رکھے تھے ایک جبرئیل اور ایک میکائیل پچھلے کو اپنا دوست جانتے تھے اور پہلے کو اپنا دشمن اور جو کہ دین محمدی کو وہ اپنے برخلاف خیال کرتے تھے تو یہہ سمجھتے تھے کہ جبرئیل جو ہمارا دشمن ہے وہ آنحضرت کو یہہ باتین سکھاتا ہے۔

وحی اور منکرون کیطرف عذاب لانے کا کام کرتا رہا ہے بعضے فرشتے (جنکو حفظہ کہتے ہین
انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہین - دو فرشتے ہر ایک انسان کے ساتھہ نیکی و بدی
لکھنے کو مقرر ہین و علی ہذا القیاس - ان سب خیالات مین وہ مجوسیون اور یہودیون اور
عرب کے بت پرستون کے مقلد و متبع ہین ؛

فرشتون کے نور سے مخلوق ہونیکا خیال مسلمانون نے مجوسیون سے اخذ کیا ہے اور انکے
مجسم اور متخیر ہونے اور آسمانون مین رہنے اور پردار ہونے کا خیال عرب کے بت پرستون سے
لیا ہے اور ان خیالات پر اور حواشی و صفات مذکورہ یہودیون سے سیکھے ہین آگے اُن لوگون

خدا نے پیغمبر سے کہا کہ تو کہدے کہ جان جبرئیل ہی اللہ کے حکم سے میرے دل مین یہہ باتین ڈالتا
ہے مگر جو کوئی کہ ان باتون کا اور فرشتون کا اور جبرئیل و میکائیل کا اور رسولون کا دشمن ہے
خدا اسکا دشمن ہے -

پس درحقیقت یہودی جسکو جبرئیل کہتے تھے اور جسکا نام حکایتاً خدا نے بیان کیا ہے وہ
ملکہ نبوت خود آن حضرت مین تھا جو وحی کا باعث تھا - اس سے اگلی آیت مین خدا تعالی نے بلا
ذکر جبرئیل کے فرمایا ہے کہ بیشک ہمنے بھیجی ہین تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیان - ان وجوہات
سے یہہ بات کہ جبرئیل درحقیقت کسی فرشتے کا نام ہے ثابت نہین ہوتی - ہان اس قدر تسلیم
ہو سکتا ہے کہ اسی ملکہ نبوت پر جبرئیل کا اطلاق ہوا ہے - کیا تعجب کی بات نہین ہے کہ باوجودیکہ
خدا کے پاس ان دو فرشتون کے سوا اور بھی بہت سے فرشتے ہین مگر بجز دو فرشتون کے اور
سب بے نام ہین کیونکہ کسی اور کا نام قرآن مین نہین آیا - حضرت عزرائیل بھی بڑے مشہور فرشتے ہین
جو سبکے پاس آوینگے اور کسیکو نہین چھوڑینگے اگرچہ انکا ذکر بلفظ ملک الموت قرآن مین آیا ہے
مگر ان کا نام نہین بیان ہوا ہے ان سب باتون سے صاف پایا جاتا ہے کہ فرشتون کے نام یہودیون
کے مقرر کئے ہوئے ہین جو مختلف قوا کے تعبیر کرنیکو انہون نے کہہ لئے تھے بعینہ الفاظ جناب ہین
جو بعض فقرات مستقل ہیں جنکو انکی مطابقت بالاصل مین شک ہو وہ اصل کلام ۴۶ تفسیر سے ملاحظہ کرے

نے یہہ خیالات اپنی طبیعت سے بنالئے ہین اور اس بناوٹ پر انسان طبیعت و نیچر کے طرف کا مامور و مجبور ہے - نیچری و طبعی قاعدہ ہے کہ جب کوئی ایسے چیز کا ذکر سنتا ہے جسکو وہ نہین جانتا تو ضرور اسکو کچھہ نہ کچھہ بنالیتا ہے (چنانچہ اس قاعدہ کے رو سے خدا کو کچھہ کچھہ بنایا گیا جسکا ذکر بضمن حقیقت بیانی جناب متعلق ذات باری تعالی بصفحہ ۲۵۳ گذر چکا ہے - اسی قاعدہ کے موافق اُن لوگون نے ملایکہ کو بذات خود موجود اور ان صفات سے موصوف بنالیا ہے اور درحقیقت ان خیالات کے لئے کوئی اصل نہین ہے نہ یہودیون کے قدیم کُتب مقدسہ مین (جو قید بابل سے پیشتر لکھی گئی تھی) کہین انکا صاف صاف بیان ہے نہ قرآن مجید مین اُن کا ذکر ہے نہ عرب مین محاورہ و قدیم زبان مین اُنکا پتہ لگتا ہے اور نہ اُن حضرت صلعم کے زمانہ مین اسکا ذکر پایا جاتا ہے - اور جو قرآن مین جبرئیل و میکائیل کا ذکر ہے یہہ یہودیون کے خیال کے مطابق ذکر ہوا ہے اور اُن کے خیال کی حکایت ہے اور جہان اور ملایکہ کا ذکر ہے وہان موجودات عالم کی قوتین مراد ہین -

یہہ **منطوق** یا مفہوم کلام جناب ہے اور اصل کلام بلاغت نظام بضمن حاشیہ نقل کیا گیا جس سے ہمارے بیان کا مطابق یا مخالف ہونا ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے

اور حقیقت بعث بعد الموت یعنے مرنے کے بعد اُٹھنے اور جزا و سزا اعمال مین بہشت و دوزخ کے نعیم و الام پانے کی آپ نے ایسی بیان کی ہے جیسے بچون کے خیال مین ہوتے یا ڈائین کی حقیقت ہوتی ہے جو کہنے اور سمجھہ لینے کو جو کچھہ کہو سو ہی اور حقیقت خارج مین کچھہ بھی نہین -

اس حقیقت بیانی سے خدا نشمند و مہذب تو یقین کر بیٹھے ہین کہ جو کچھہ بیوقوفی اسباب مین کہا ہے وہ بچون کی تخویف اور احمقون کی تخویف سے بڑھکر نہین ہے - **آپ کے نزدیک جنیون کا یہہ کہنا** کہ مرنے کے بعد اٹھکر نیک اعمال کے بدلہ بہشت مین جاوینگے اور کیلے اور کھجورین کھاوینگے بعینہہ ایسا ہے جیسا بچون کو کہا کرتے ہین کہ تم فلانا کام کرو گے

تو تم کو سونے کا ہاتھی لیدینگے اور انکا پھل کھنا کہ بد کار اعمال بد کی سزائے مین دوزخ مین جاوینگے اور وہان لہو پیپ تہور کہا وین گے **بعینہٖ** ایسا ہے جیسے بچون کو کہا جاتا ہے کہ اگر تم شوخی کروگے تو تم کو ہوّے یا ڈاین کے آگے ڈال دینگے ؛

یہہ سمجھکر وہ لوگ تو بنیون کو صرف احمقون کے بہلانے اور نادانون کی طفل تسلی سے دام مین لانے والے جان چکے ہین اور بنا علیہ تقلید و تقیید شریعت انبیاء سے بالکل آزاد ہو کر اس شعر پر عمل کرنے لگے ہین ؎ نہ رکھہ روزہ نہ مر ہو کہانہ جا مسجد نہ دے سجدہ ؛ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا۔ **تقلید** و تقیید شریعت کے پابند ہین تو وہی لوگ ہین جو ہنوز آپ کے حقایق بیانی پر مطلع نہین ہوئے۔

یہہ **حقیقت** بیانی جناب نعیم و الام بہشت و دوزخ کے متعلق اسی جلد کے نمبر پنجم و ششم مین صفحہ ۱۵۱ سے صفحہ ۱۷۴ تک مفصل مذکور ہو چکی ہے **اور حشر** کی حقیقت اس قدر تو آپ نے بیان کر دی ہے کہ حشر سے حشر اجسام مراد نہین اور بجواب قول امام غزالی کے کہ منکر حشر اجسام کافر و منکر ضروریات دین ہے آپ نے صاف فرما دیا ہے اعتقاد حشر اجسام ضروریات دین سے نہین ہے اور اس حشر کا منکر کافر نہین چنانچہ اعتراض اول و دوم جناب جسکے جواب مین قسم جاری ہے اور وہ نمبر ہفتم و ہشتم مین منقول ہوا اسپر شاہد ہے۔ اب اسمین یہہ تفصیل باقی ہے کہ جو حشر اجسام قرآن مجید مین وارد ہے اسکی تاویل کیا ہے اور اس سے کونسا وجود حسّی یا خیالی یا عقلی یا شبہی مراد ہے اس تفصیل کا وعدہ آپ نے تفسیر پر تدبیر مین کیا ہے دیکھئے اس وعدہ کا ایفا فرماتے ہین تو کیا بہتر برساتے ہین ؛

یہہ **اصول خمسہ** ایمان مین آپنے حقیقت بیانی فرمائی ہے۔ اسی پر بقیہ اصول و فروع اسلام مین آپ کی حقیقت بیانی کا قیاس ہو سکتا ہے ؛

اب یہہ دیکھنا چاہئے کہ بانی اسلام کے نزدیک ان اصول خمسہ کی حقیقت کیا ہے آیا وہی حقیقت ہے جو زمانہ رسالت سے لیکر اب تک روئے زمین کے مسلمان اعتقاد رکھتے اور

بیان کرتے ہین یا وہ حقیقت ہے جو آپنے بیان کی ہے -
جہانتک کتاب اللہ اور اقوال وحالات رسول اللہ صلعم کو دیکھا جاتا ہے اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو حقایق ان اصول کے مسلمانون کے اعتقاد مین ہین وہی خدا و رسول کے نزدیک انہی حقایق ہین - اور جو آنرایبل صاحب کو سوجھین ہین وہ خدا و رسول کے نزدیک حقایق نہین ہین - اس نئے سمجھہ جناب کی نسبت اخبار تیرھوین صدی کے پرچہ دوم جلد ششم مین کیا خوب کہا ہے ؎ الغرض خوب ہی سوجھی اُنہین جو جو سوجھی ؎ جو خدا کو بھی سوجھی تھی سو انکو سوجھی ؎
پس ناظرین ان اصول کے حقایق کو جو خدا اور رسول و عام مسلمانون کے نزدیک مقرر ہین توجہہ سے ملاحظہ فرماوین -

بیان حقیقت اصل اول

(یعنی ایمان باللہ)

خدا کی ذات و صفات کی نسبت مسلمانون کا یہہ اعتقاد ہے کہ خدا حی قیوم و بصیر قایم و دایم جمیع صفات کمالیہ سے متصف موجود ہے اسکی کسی صفت مین کوئی چیز مانند نہین ہے جس نے خدا کو کسی صفت مین مخلوق کی مانند جانا اُسنے خدا کو نہ مانا -
ان کا قول ہے لجسم ما عبد اللہ + قطعا یعنی خدا کو جسم سمجھنے والے نے ہرگز خدا کو نہین پوجا اور یہہ بھی انکا قول ہے کل ما خطر ببالك فالله منزه عن ذلك یعنے جو کچھہ تیرے دل مین خدا کی ذات یا صفات کی نسبت خیال گذرے خدا اُس سے منزہ ہے ؎

+ یہہ قول اور قول مابعد امام رازی سے منقول ہے اس سے پہلا قول شیخ ابن تیمیہ سے اس قسم کے اقوال رسایل توحید و صفات مین جو لاہور چھپے ہین اور انکے اشتہار دیے گئے ہین بکثرت موجود ہین اور اشاعۃ السنۃ نمبر ششم جلد ہذا مین بھی بعض اقوال نقل ہو چکے ہین -

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم ۔ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

اور یہہ بھی انکا قول ہے المثل اعشی والمعطل اعمی والممثل یعبد ضمًا والمعطل یعبد عدمًا یعنے خدا کی ذات و صفات مین کسی چیز کو مشابہ کہنے والا نیم کور ہے اور خدا کو صفات سے بیکار کرنیوالا اندھا ہے اور خدا کو کسی چیز کی مانند کہنے والا بت پرست ہے اور اسکو صفات سے معطل سمجھنے والا عدم کو پوجتا ہے ۔

اور اس اعتقاد کو خدا تعالی نے ان دو آیتون سے تصدیق کیا ہے (۱) لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع العلیم یعنی خدا سنتا اور جانتا ہے پر اسکے مثل کوئی چیز نہین ۔ (۲) ولم یکن لہ کفوًا احد یعنی اسکا کوئی ہمتا نہین ۔

ان دو آیتون نے مسلمانون کے اعتقاد کو سچا کیا اور آپ کی اس حقیقت بیانی کو کہ خدا کو جو کچھہ کوئی سمجھہ بے بیچون و بے مثل یا نحو بصورت و دلہن یا ڈائن بدشکل وہی خدا کی حقیقت ہے صاف باطل کر دیا ۔

اور خدا کی صفت قدرت و تصرف مین جو کچھہ مسلمانون کا اعتقاد ہے کہ خدا چاہے تو پانی سے آگ کا کام لے سکتا ہے اور آگ سے پانی کا اسکو خدا تعالی نے قرآن مجید مین بہت جگہ تصدیق کیا ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کی شان مین ایسا کر کے بھی دکھا دیا اللہ تعالی فرماتا ہے ۔ کہ خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور فرمایا وہ جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے اور فرمایا وہ ہر شے پر قادر ہے ۔ اور فرمایا کافرون نے کہا حضرت ابراہیم کو جلا دو ہمنے کہا اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا ۔ مگر ایسی ٹھنڈی نہ ہو جس سے ابراہیم تکلیف پاوین بلکہ ایسی ٹھنڈی جسمین سے کافرون نے ابراہیم کے ہلاک کرنے کو ایک مکر کیا ہمنے انہی کو نقصان مین رکھا ۔

ان اللہ یفعل ما یشاء ۔ الحج ۶ ۔
ان اللہ یحکم ما یرید المائدہ ۱ ۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر بقرہ ۲ ۔ قالوا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم وارادوا بہ کیدا فجعلنھم الاخسرین ۔ الانبیاء ۵

اور خدا پر ایمان لانے کی حقیقت مسلمانون کے اعتقاد مین یہہ ہے کہ خدا کو خدا مانے تو پھر ایسے قول و فعل کا مرتکب اور ایسے اعتقاد کا معتقد نہ ہو جو اُسکو خدا کا منکر و مکذب و مشرک قرار دے - اور اس اعتقاد پر جو کتاب اللہ کی شہادت و تصدیق پائی جاتی ہے اسکا بیان نمبر ہائے سابقہ خصوصاً مضمون نمبر ۸ مین بخوبی ہو چکا ہے -

بیان حقیقت اصل دوم

(یعنی ایمان برسول)

حقیقت وحی و رسالت کا پورا بیان تو ہماری مبحث نبوت مین ہو گا - اس مقام پر اسقدر کہا جاتا ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد مین وحی و نبوت صرف امر طبعی نہین ہے جس کے وجود و تحقیق کے لئے صرف نبی کی طبیعت یا خیال یا دل و دماغ کافی ہو بلکہ وہ فیضان و القاء غیبی ہے جو وقتاً فوقتاً و آناً فاناً بحسب مقتضائے ضروریات و دقات توجہات و عنایات ربانیہ پر موقوف ہے -

اسمین شک نہین کہ نبی کی طبیعت یا دل و دماغ کو بھی اس وحی کی تحقیق وجود مین دخل ہے **مگر** اتنا ہی دخل جس قدر کسی چیز کے قابل مادہ کو اُسکی تحقق مین دخل ہوتا ہے بیشک خدا نے نبی کے دل یا سینہ یا طبیعت کو لایق اور قابل انعکاس تجلیات ربانیہ کیا ہے اور اسمین مادہ یا ملکہ قبولیت وحی و انعکاس انوار الٰہی رکھا ہے چنانچہ یہہ ارشاد خداوندی کہ

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ - انعام ع ۱۵	اللہ خوب جانتا ہے جو اس وحی و رسالت کا سزاوار محل و موقع ہے اس قابلیت کی طرف مشعر ہے **مگر** یہہ عام قاعدہ ہے کہ قابل اور محل اپنے آپ فاعل کا کام کبھی نہین دیتا بلکہ جب فاعل کیطرف سے کسی امر کا اسپر فیضان ہو تو اسکو قبول کر لینا ہی اسکا کام ہے -

تمثیل

دیکھو دیا سلائی یا تیل مین جلنے کا مادہ ہے مگر جبتک اسکو خارج سے حرکت نہ پہونچے اور اُسکو آگ نہ لگے
ان سے خود بخود جل اُٹھنا سرزد نہین ہوتا۔

(۲) مصقل (یعنی صیقل شدہ) آئینہ مین شعاع آفتاب کو دوسری چیز مقابل پر منعکس کر دینے کا ملکہ
وہ مادہ ہے مگر جبتک آفتاب اپنی روشنی سے آئینہ پر فیضان نکرے آئینہ خود بخود روشنی کا فیضان کسی
چیز پر نہین کر سکتا ہے۔ اسی قاعدہ کے رو سے نبی کا دل یا سینہ جو قابل ہے خود بخود القا و فیضان نہین کر سکتا
یہہ القاء و فیضان اسی مبدء فیاض کا کام ہے۔ جس نے نبی کے دل و دماغ کو قابل انعکاس پیدا کیا۔ چنانچہ خدا
تعالیٰ کا نور سینہ اصفیا کو روغن زیتون سے تشبیہ دیتا اور اسکی نسبت یہہ کہنا کہ خود بخود جلنے کے قریب ہے

یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار۔ نور ع ۵

یعنے جل نہین اُٹھتا اس امر کی طرف شعر ہے۔ پس جو فیض و القا کو اس دل کا فعل سمجھتا ہے وہ معنے دلوازم فاعل و قابل مین تمیز نہین کرتا اور اُن علوم قدیمہ سے جنمین علل اربعہ مادی۔ صوری۔ فاعلی۔ غائی سے بحث ہوتی ہے واقفیت نہین رکھتا۔

پھر جو فیض و القا اس مبدء فیاض کا نبی کے دل پر دو قسم پر ہے یا بواسطہ اور بلا واسطہ (۱) قسم اول
وہ ہے جو جبرئیل امین اپنی اصلی صورت مین جسپر خدا نے انکو مخلوق و مشخص کیا ہے چنانچہ اسکا بیان عنقریب
آتا ہے یا بصورت انسان (دحیہ کلبی) پہنچاتے اور ایک کلام موزون و مراتب (جسکو وحی متلو کہتے ہین)
خدا کیطرف سے لاتے اور آنحضرت کو پڑھ سُناتے اور کبھی بدون متمثل صورت انسان ایک آواز غیر الادراک
جس سے آنحضرت بہت تکلیف اُٹھاتے اور پسینہ پسینہ ہو جاتے ان سب صورتون مین جبرئیل امین کبھی ایسی
وحی بھی لاتے جسکے الفاظ خدا کی طرف نہ ہوتے بلکہ جبرئیل ارشاد خدا کی مراد کو اپنے الفاظ سے بیان
فرماتے جسکو اہل اسلام وحی غیر متلو سمجھتے ہین۔ اور قسم دوم وہ جو بدون توسط جبرئیل امین خود القائے
آنحضرت کے دل پر خواب یا بیداری مین القا فرماتا ہے قسم القا انبیا علیہم السلام سے مخصوص
نہین بلکہ سوا انبیا کے اور اصفیا و اولیا کے دلپر بھی ہوتا ہے جسکو الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فقط

† اقسام وحی بہت ہین۔ مگر اول اقسام یہی دو ہین۔ اور انہی اقسام کے اقسام ہین۔

نمبر دہم — جلد سیوم

اِس الہام اور الہام انبیاء میں فرق یہ ہے کہ الہام انبیاء میں تلبیس ابلیس کا احتمال نہیں ہوتا اور مع ذلک اِس الہام کے ساتھ دعوی نبوت ہوتا ہے اور الہام اولیا محتمل تلبیس† ہوتا ہے اور اسمیں دعوی نبوت کا نہ ہونا ضروری ہے۔

قسم اول کے ثبوت سے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ پُر ہے۔ متعدد آیات آنحضرت کے رسول ہونے میں وارد ہیں اسیقدر آیات و احادیث جبرئیل ؑ کے آنے اور قرآن و پیغام الٰہی پہنچانے میں وارد ہیں جس شہر ہو تو اُس شہر کے اکثر لوگ بلکہ سب ہی جبرئیل کا بوجود ذاتی موجود ہونا اور آنحضرت کا اُن سے ملنا و باتیں کرنا اور اُنکا آپ سے ملنے کی رپورٹ

---

† دیکھو اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۰۔

‡ چنانچہ آیات سورۃ القیمۃ اور اُنکے متعلق احادیث اِس باب میں نمبر سابق میں مندرج ہو چکی ہیں اور

علمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی
وھو بالافق الاعلی ثم دنی فتدلی
فکان قاب قوسین او ادنی
فاوحی الی عبدہ ما اوحی
ما کذب الفؤاد ما رای
افتمارونہ علی ما یری
ولقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ
المنتھی عندھا جنۃ
المأوی الخ نجم ۱۶۔

سورۃ نجم میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ قرآن جو ہم اللہ صاحب کی طرف سے کہتے ہیں اُسکا سکھانے والا جو بڑے سخت قوت والا ہے وہ جو اُسکے سامنے آیا پھر جبکہ وہ اونچے کنارہ میں تھا پھر وہ قریب ہوا پھر اور نزدیک ہوا پس دو کمان کی برابر رہ گیا یا اور نزدیک پس وحی کی اللہ نے اپنے بندہ پر جبرئیل کی طرف وحی کی جو اُس نے وحی کی دل نے جھوٹ نہیں بتایا جو اُس نے دیکھا کیا تم اُس سے جھگڑتے ہو اُسکے دیکھنے پر جبکہ وہ اُس نے اُسکو ایک اور دفعہ بھی دیکھا سدرۃ المنتہی کے پاس جہاں رہنے کی بہشت ہے۔

ورسالت سے خصم منکر کو بھی انکار نہیں ہے آگے آپکا اسکی حقیقت سے انکار اور اسمین تاویل کرنا اور یہ کہنا کہ جبرئیل ع سے آنحضرت کی قوت وملکہ وطبیعت مراد ہے اور جبرئیل ع کی صورت وآواز کی نسبت یہ کہنا کہ یہ آنحضرت کا خیال ہے جو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) دیوانون کیطرح اپنے خیال کو مشکل دیکھا اور کلام کرتے تھے باوجود اس اعتراف خصم کے جو بعضے (۴۷۱) بعضے حاشیہ منقول ہوا ہے کہ انسان سے برتر مخلوق سے انکار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہے شاید کہ ہو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وجود جبرئیل امین جیسے مسلمان خیال کرتے ہین عقلاً محال نہین ہے اسکا جواب کچھ تو بعضے ثبوت قسم دوم آچکا اور کچھ بعضے بیان حقیقت اصل چہارم یعنی بیان حقیقت الملکیہ اسمقام مین اتنا کہا جاتا ہے کہ یہ کہنا آپکا ایسا ہے جیسے کوئی آپکی نسبت کہدے کہ یہ جو اڈیٹر مین سفید ریش جاکٹ پتلون پہنے ہوئے سر پر ہیٹ دار ٹوپی رکھی ہوئی مدرسہ علیگڈھ کے ایک کمرہ مین ابطال خوارق انبیا کے باب مین لکچر دے رہا ہے وہ آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر بالقابہ نہین ہین جو مدرسہ علیگڈھ کے بانی ہین بلکہ یہ صرف دیکھنے والے کا خیال ہے جو اسکے سامنے متشکل ہوگیا ہے اسی طرح اوب گستاخ کا آپکی نسبت یہ کہنا ایسا ہے جیسے آپ حضرت جبرئیل روح امین روح القدس کی نسبت فرما رہے ہین۔ ہماری اس تقریر پر چند سوالات وارد ہوسکتے ہین جو مع جوابات وار دکئے جاتے ہین۔ سوال۔ سید احمد خانصاحب بالقابہ کا دعوے

انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم بمجنون و لقد راٰہ بالافق المبین (کوت) وانہ لتنزیل رب العلمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک (شعرا ۱۱۲) فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ بقرہ ۱۲	اور سورۃ کوت مین ارشاد ہوا ہے۔ یہ قرآن رسول کریم (جبرئیل) کا کہا (یعنی خدا کیطرف سے بیان کیا ہوا) جو قوت والا ہے خدا کے پاس رتبہ والا ہے (فرشتون مین اسکا حکم مانا گیا ہے) خدا کے نزدیک امانت دار اور تمہارا صاحب (رسول) ہرگز دیوانہ نہین (کہ دیوانون کی طرح اسکو یون ہی خیال دکھائی دی) اسکو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی افق کنارہ مین دیکھا ہے اور سورۂ شعرا مین فرمایا ہے یہ قرآن خدا کیطرف سے اتارا گیا ہے جسکو روح امین (جبرئیل نے) تیرے دل پر اتارا ہے۔ اور سورۂ بقر مین ارشاد فرمایا ہے کہ جبرئیل نے تیرے دل پر خدا کے حکم سے قرآن اتارا ہے۔

تو مشاہدہ سے ثابت ہوا اسلئے آپکے وجود باجود مرئی و مشاہد کو خیالی و وہمی کہنا جائز نہین ہے بخلاف وجود جبرئیل ع کہ وہ مشاہدہ سے ثابت نہین ہے **جواب** جبرئیل امین کا وجود بھی مشاہدہ سے ثابت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے مشاہدہ مین آیا ہے اور ایک نبی کا مشاہدہ لاکھہا عامی سے بڑھکر لایق تصدیق و اعتبار ہے۔ **سوال** وہ مشاہدہ انبیاء مشاہدہ خیالی نہا واقعی ہوتا تو کسی اور کو بھی یہہ مشاہدہ ہوتا اور چونکہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے کسی اور نے جبرئیل ع کو نہین دیکھا اسلئے مشاہدہ انبیاء کی نسبت یہہ یقین کیا گیا ہے کہ یہہ صرف انکا خیال تہا۔ بخلاف وجود باجود سید احمد کے کہ وہ ہر کسیکو نظر آتا ہے اسلئے اسمین مجال تاویل تخییل نہین ہے **جواب** جیسے انبیاء علیہم السلام نے جبرئیل کو دیکہا ہے ایسا ہی اور لوگون نے جبرئیل وغیرہ ملایکہ کو دیکہا ہے اسکا بیان احادیث صحیحہ† مین اس کثرت سے ہے کہ ہمارا رسالہ اور قلم و زبان اسکے بیان سے عاجز ہین۔

رہا یہہ امر کہ وجود جبرئیل امین وجود سید احمدی کی طرح ہر کسیکو نظر نہین آتا۔ اسکی وجہہ یہہ ہے کہ دنیا مین بہت سی ایسی بہت موجودات خارجیہ ہین جنکو سوائے چند اشخاص کے کوئی نہین دیکھتا بااینہہ ان کے وجود کو واقعی ہونیسے خارج کرکے خیالی نہین کہا جاتا۔ دیکھو آسمان پر بعض ستارے ایسے ہین جو پہلے زمانہ کے حکما تک کسی نے نہین دیکھے پیچھے زمانہ مین حکماء فرنگ نے مشاہدہ کیے ہین۔ اور بہت ستارے ایسے ہین جو اکثر اشخاص کو نظر نہین آتے صرف وہی لوگ دیکھتے ہین جو دوربین لگاکر دیکھنا جانتے ہین

† مشکوٰۃ کے ابتدا مین بروایت بخاری و مسلم حدیث منقول ہے کہ جبرئیل بصورت انسان آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور آنحضرت کے زانو سے زانو ملاکر بیٹہہ گئے اور دربارہ ایمان و اسلام و احسان و قیامت چند سوالات کئے۔ جب وہ تشریف لیگئے تو آنحضرت نے صحابہ کو ارشاد کیا کہ اس سائل کو پہچانتے ہو صحابہ نے کہا خدا و رسول بہتر جانتے ہین آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہہ جبرئیل تہا تمکو دین سکہانے آیا تہا یہہ بخاری کے الفاظ ہین صحیح بخاری مین بصفحہ ۱۲ موجود ہے اور صحیح بخاری کے صفحہ ۵۱۳ مین حدیث ہے کہ ایکدفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ام سلمہ حاضر تہین اتنے مین جبرئیل بصورت دحیہ کلبی آئے اور باتین کرکے رخصت ہوئے تو آنحضرت نے ام سلمہ سے پوچہا کہ یہہ کون تہا انہون نے کہا دحیہ کلبی بتایا یہانتک کہ آنحضرت نے خطبہ مین جبرئیل کا ہونا ظاہر کیا ۱۲

ایسے عناصر اربعہ آب باد آتش خاک اور انسے مرکب شدہ وجود انسان کے جسم مین بہت ایسی چیزین ہین جو سوائے خورد بین والے ڈاکٹرون کے کسیکو نظر نہین آتی ہین۔ **سوال** (۳) دفعہ (۱) جنہون نے سوا انبیا کے جبرئیل وغیرہ ملایکہ کو دیکھا ہے اپنے خیال کو دیکھا ہے خارج اور واقعہ مین ملایکہ کا وجود نہین ہے۔ دفعہ (۲) اور اگر وجود ملایکہ ان ستارون اور مخفی چیزون کی مانند ہے جو آلات (دوربین یا خوردبین) سے نظر آتے ہین تو چاہیے کہ ملایکہ بھی آلات سے ہر کسی کو نظر آجاوین جس آلہ سے انبیا نے انکو دیکھا ہے اُسی سے ہر کوئی دیکھ لے **جواب** دفعہ (۱) اگر بلا دلیل وبیوجہ لوگون کی رویت ومشاہدہ کو ہی خیال پر محمول کرنا جایز ہے اور دہریگا دہریگی یا ہٹ دھرمی شریعت نیچریہ کے رد سے منع نہین ہے تو منکر وجود سیّد احمد بھی کہہ سکتا ہے کہ جس کسینے سیّد احمد خان صاحب بہادر کو بزعم خود دیکھا ہے اُس نے اپنے ہی خیال کو دیکھا ہے اور واقعہ مین سیّد احمد خان کوئی ہوا ہی نہین ہے **جواب** دفعہ (۲) بیشک جن آلات (دوربین یا خوردبین) سے ملایکہ کو دیکھا جاتا ہے وہ آلات لوگون کو میسر آوین اور اُنکی بصیرت چشم ہی قایم ہو تو ہر کسی کو ملایکہ دکھائی دین۔ اکثر لوگون کو جو ملایکہ نظر نہین آتے تو اُنکی نظر مین قصور ہے اور اُن کو وہ آلات میسر نہین ہین۔ **سوال** (۴) دوربین وخوردبین آلات مشاہدہ اشیائے مذکورہ تو مشاہدہ مین آتے ہین اور یونہین لوگ دیکھتے ہین۔ اس قسم کے آلات مشاہدہ جبرئیل وسایر ملایکہ کہان ہین اور وہ کہان بھیجے جاتے ہین کہ انکو کوئی خریدے اور آنکھ پر لگاکر ملایکہ کو دیکھ لے۔ **جواب** وہ آلات جسمانی نہین ہین کہ اس آنکھ کی جسمانی قوت سے دکھائی دین بلکہ روحانی ہین جو اس آنکھ مین روحانی طاقت بڑھا جانیسے دکھائی دیتے ہین۔

وہ اسے جبرئیل فرشتے وغیرہ جسمانیات سے نہین بلکہ مکارم اخلاق وپاکیزہ خیالات واعتقادات سے تیار ہوتے ہین۔ انکے لئے کوئی مکان نہین ہین بلکہ روحانی اطبّا علیہم السلام ہین پس جو ان آلات کا طالب ہے اور مشاہدہ ملایکہ کا شایق وہ انبیا علیہم السلام کی شاگردی اختیار کرے اور جس طرح وہ فرماوین نفس کو اوصاف بہیمیہ سے پاک کرے اور اپنے آپ مین ملکی صفات پیدا کرے

اور ان صفات مین ملایکہ کا ہمجنس ہوجاوے پھر انہی ظاہر آنکھون پر وہ دور مین لگی ہوئی دیکھ لے - اور اسکے ذریعہ سے اپنے ہمجنسون (ملایکہ) کو مشاہدہ کرلے اور جسکو یہہ بات میسر نہ آوے وہ اپنے تئین شپر کے مانند سمجھے جو آفتاب کو نہین دیکھتی یا ان عوام کی مثل خیال کرے جو ستارون اور ان مخفی اشیا کا معائنہ نہین کرتے - آزاد صاحب بہادر کی طرح اس ندیکھنے کا گناہ ملایکہ کے ذمہ نہ لگاوے ؎ گر نہ بیند بروز شپرچشم ✻ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ - تھوڑے دن گذرے ہین کہ ایک بے سمجھ نے اشتہار دیا تھا کہ جو کوئی مجھے وجود جن دکھاوے وہ مجھسے کئی سو روپیہ انعام لے - اسکا بھی یہی جواب ہے کہ پہلے آپ کسی روحانی طبیب سے آنکھین بنوائین پھر جن یا ملایکہ یا جس چیز کو چاہین دیکھ لین - ان لوگون کا یہہ کہنا کہ ملایکہ مین تو ہمکو دکھاؤ یا جن کا معائنہ کرادو بعینہٖ ایسا ہے جیسا اندھا کہے کہ مجھے سورج دکھادو یا نامرد کہے کہ مجھے لذت جماع چکھاؤ یا عام لوگ کہین کہ ہمکو ان آنکھون سے سبھی ستارے بتادو - الحاصل جبرئیل یا اور ملایکہ کا دیکھنا ان آنکھون مین روحانی قوت چاہتا ہے صرف ظاہری قوت جو عام لوگون کو حاصل ہے مشاہدہ ملایکہ یا امور ملکوتیہ کے لئے کافی نہین ہے - پس جو اس مشاہدہ کا شایق ہو اسکو بحکم ؎ قدر این بادہ ندانی نخورد تا نچشی ✻ اس قوت کا بھی پہنچانا لازم ہے یہہ نہو سکے تو ان لوگون کی جنمین یہہ قوت ہے اطاعت و تسلیم اس سے اس انکار کسبو بہہ سے مناسب تر ہے - امام صاحب نے قبر کے سانپ اور بچھون کی نسبت احیاء العلوم مین فرمایا ہے -

امثال هذه الاخبار لها ظواهر صحيحة واسرار	ان چیزون کے ظاہری معنے صحیح ہین اور ان کے
مخفية لكنها عند ارباب البصائر واضحة	اسرار مخفی ہین پر وہ اہل بصیرت کے نزدیک واضح ہین -
فلم ينكشف له حقائقها فلا ينبغي	اب جو اہل حقایق پر منکشف نہین ہوئے ہین انکو
ان ينكر ظواهرها بل اقل درجات الايمان	ظاہرین ملایکہ اور دیگر امور کا انکار نہین کرنا چاہیے -
التسليم والتصديق فان غلبت عن	اگر تو کہے کہ ہم کافر کو قبر مین مدتون رہکر دیکھتے ہین پر
نشاهد الكافر في قبره ونراقبه	کوئی سانپ بچھو نہین پاتے - پس اسکو برحقدانا

والا نشاهد شيئاً من ذلك فما وجه التصديق على خلاف المشاهدة فاعلم ان لك ثلاث مقامات في التصديق بامثال هذا احدها وهو الاظهر والاصح والاسلم ان تصدق بانها موجودة وهي تلمع للبصيرة لكن لا عن مشاهدة ذلك فان هذه العين لا تصلح لمشاهدة الامور الملكوتية وكل ما يتعلق بالآخرة فهو من عالم الملكوت الخ (احیاء)

مشاہدہ مان لینے کی کیا وجہ ہے تو اسکے جواب مین جان لے کہ ان باتون کے تسلیم کرنیکے تین مقام ہین - ایک جو بہت ظاہر وصحیح وسالم تر ہے یہ ہے کہ تو یقین کرے کہ وہان سانپ بچھو ہین جو موجود ہین جو بیت کو ڈس رہے ہین پر تجھے نظر نہین آتے اسلیے کہ یہ آنکھ (یعنے ہمین قوۃ) مشاہدہ امور ملکوتیہ کے لایق نہین اور جو امر آخرت کے متعلق ہو وہ عالم ملکوت سے ہے - تا آخر عبارت جو کہ لایق ہے

افسوس آنریبل صاحب نے ان باتون مین غور نہین کی - اور باوجود اس اعتراف کے کہ وجود جبرئیل و ملایکہ کسی دلیل کے شہادت سے محال نہین - وجود جبرئیل علیہ السلام اور انکی اصلی صورت سے آنے اور کلام خدا پہنچانیکے بوجود خیالی تاویل کردی ہے -

زیادہ تر افسوس اسلیے ہے کہ جن باتون سے آپ ایسا انکاری ہوکر تاویل کر رہے ہین انکو پہلے مان چکے ہین اور اپنی پرانی کتاب **تبیین الکلام** مین ہمارے بیان کے مطابق انکی تفصیل کر چکے ہین اسمقام پر ہمارے اصل کلام جناب نقل کرتے ہین اور ناظرین خصوصاً آنریبل صاحب کے مقابلہ کو عبرت دلاتے ہین - آپ اس کتاب کی جلد اول صفحہ ۷ مین فرماتے ہین "وحی وہ چیز ہے جس سے خدا کی مرضی نامعلوم باتون مین کہل جاوے اور یہ بات کئی طرح پر ہوتی ہے **اول** یہہ کہ خدا سے اسکا پیغام سنا جاوے **دوسری** یہہ کہ خدا فرشتہ اپنی طرف سے آوے اور خدا کا پیغام پہنچاوے **تیسری** یہہ کہ فرشتہ خدا آدمی کی صورت بنکر آوے - اور خدا کا پیغام پہنچاوے **چوتھی** یہہ کہ صرف ذریعہ آواز کے بغیر کسیکی مشاہدہ کے پیغام الہی پہنچے **پانچوین** یہہ کہ خدا کی طرف سے دلمین خدا کا پیغام ڈالا جاوے **چھٹی** یہہ کہ خواب مین یا اور طرح پر بذریعہ کشف کے پیغام الہی معلوم ہو - ہم مسلمانون کے مذہب کے بموجب

مطلق وحی کا انا صرف انبیاء پر ہی منحصر نہین ہے بلکہ انبیا کے سوا، مقدس لوگون پر بھی وحی آتی ہے مگر واسطے اس امر کے کہ انبیا، علیہم السلام اور اور مقدس لوگون کی وحی مین شبہ نہ پڑے جدا جدا نام رکھے ہین وحی کی پہلی چار قسمون کو جو انبیا کے سوا، اور لوگون پر اترے تحدیث کہتے ہین - اور پانچوین قسم کو الہام - اور چھٹی قسم کو مشاہدات یا مکاشفات" (پھر الہام و مکاشفات غیر انبیاء کا قرآن و حدیث سے ثبوت دیا ہے اسکے بعد صاف لکھ دیا ہے) مگر ہم مسلمان ان دونون قسم کی وحیون مین یعنی جو نبی پر آوے اور جو غیر نبی پر آوے تمیز رکھنے کو یہہ اعتقاد رکھتے ہین کہ جو وحی انبیاء کو ہوتی ہے اسمین کوئی غلطی نہین ہوتی نہ اصل وحی مین نہ تعبیر معنے وحی مین اور جو وحی انبیاء کے سوا اور مقدس لوگون کو ہوتی ہے اسمین سمجھنے کی غلطی کا احتمال ہے خواہ باعتبار وحی سمجھنے اُس واقعہ کے جو ہوا خواہ باعتبار تعبیر و تفہیم معنے وحی کے - علاوہ اسکے ایسی وحی جس سے شریعت کا کوئی نیا حکم پیدا ہو وہ نبی کے سوا اور کسی کو نہین ہوتی (پھر اسکے سابقین پر وحی کا بالمعنے نازل ہونا بیان کیا ہے - پھر بصفحہ ۱۳ - بہ نسبت وحی آنحضرت کے فرمایا ہے) مگر ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی اُسمین بالذات ایک اور معجزہ فصاحت کا بھی مقصود تھا اسلئے ضرور ہوا کہ وہ وحی بلفظہٖ نازل ہو تاکہ اُسکی بھی فصاحت انسان سے نہ بن سکے چنانچہ قرآن مجید اسی طرح بلفظہٖ نازل ہوا اور وہی لفظ بلفظ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو پڑھ سُنایا - اس سبب سے ہم مسلمانون نے اپنی اصطلاح مین قرآن مجید کو ایک خاص معنون مین سمجھا ہے یعنی وہ وحی جس کے لفظ خدا سے ہی ہون - اور ایسی وحی کو ہم کہتے ہین وحی متلو یا کلام الٰہی اور اُس وحی کو جو بطور مضمون القا ہوئی تھی کہتے وحی غیر متلو یا حدیث مگر بسبب خاص وجہ کے یہہ ایک خاص اصطلاح قرار پائی ہے نعوذ باللہ اس سے یہہ مطلب نہین ہے کہ انبیا سابقین علیہم السلام پر جو القا ہوا اور جو احکام اور ہدایت دین کی اُنہون نے فرمائی یا سوائے قرآن مجید کے اور کچھ دین کے معاملہ مین ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلام الٰہی نہین ہے"۔

اِس عبارت جناب کو ناظرین اور آنریبل صاحب کے مقلدین انصاف سے دیکھین کہ کیسی ہمارے بیان کی مصدق ہے اور آنریبل صاف کی طرف نظر عبرت نظر کرین کہ وہ پہلے کیا تھے اور اب کیا ہو گئے ہین ۔

اِسکا سبب و منشا یہہ ہے کہ آپ باوجود دعوی اجتہاد و ترک تقلید ہمیشہ سے مقلد رہے ہین اور جو کچھہ کہتے ہین اپنے فہم و عقل کو اسمین دخل نہین دیتے ۔ بناءً علیہ جو آپنے تبیین الکلام میں کہا ہے وہ معتقد اہل اسلام کہا ہے اور جواب تفسیر پر تدویر مین فرمایا ہے اسمین قیل سیدنا کو اضافہ کیا ہے جو باتین آپ نے جبرائیل اور اسکی صورت اور آواز اور کلام الہی کے باب مین ذکر کی ہین سب خدا سنہ کی باتین ہین ۔ دیکھو کتاب اشارات بوعلی سینا جسکا حاصل اسی اشارہ اسنہ کے نمبر ۱ جلد ۳ مین بصفحہ ۴ منقول ہوا ہے اور رسالہ فرقان شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی عبارت اشارہ جلد ۳ نمبر ۴ مین منقول ہے ۔

پھر آپ کہتے ہین کہ ہم نے بیشمار دہ ان باتون مین آنریبل صاحب کو جبر و خلق سمجھتے ہین اور کہتے ہین مولوی محمد سجان اللہ سید احمد خان صاحب کیسی باریک باتین اپنی طبیعت اور تحقیق سے نکالتے ہین ۔

جبر و قسم و وہم چندان محتاج بیان نہین ہے اس قسم کا وجود اہل اسلام کے نزدیک خود مسلم ہے چنانچہ اشارہ نمبر ۵ و ۶ جلد ۳ مین اسکی تفصیل موجود ہے اور آنریبل صاحب کو بھی اسکے وجود سے انکار نہین ہے چنانچہ اسی عبارت منقولہ بالا مین وہ اعتراف مصرح ہے **مان** اس قسم کی [illegible] کو اہل اسلام سے نزاع ہے ۔ آپ اسکو امر طبعی و داخلی کہتے ہین اور اہل اسلام اسکو امر خارجی ہونیکا اعتقاد رکھتے ہین ۔ اس **نزاع** مین جو **عقلی فیصلہ** [illegible] شروع بیان تفہیم ہو چکا ہے ۔ اور اسمین آنریبل صاحب کا منشا غلطی کہ انہون نے [illegible] مین تمیز و تفرقہ نہین کیا ہے ۔ اب اس مین **شرعی فیصلہ** کیا جاتا ہے اور شہادت قرآن آنریبل صاحب کے خیال کا ابطال علی بین آتا ہے ۔

قرآن مین جہانتک غور کیجاتی ہے اس سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وحی و الہام (قسم دوم ہو خواہ اول) غیبی و خارجی امر ہے جسکا غیب یا خارج سے نبی اور ولی کے دل پر القا ہوتا ہے طبعی و داخلی نہین جسکا صرف طبیعت سے صدور اور اسکی مصدر و منبع (یعنے طبیعت) کا کمال حضور ہوتا ہے —

اِس پر بہت سے آیات قرآن شاہد ہین - آنا بجملہ چند آیات سے اسمقام مین استدلال کیا جاتا ہے جو تین مقدمات (جنمین دو بدیہی ہین اور ایک یقینی نظری) کی تمہید پر موقوف ہے —

پہلا مقدمہ طبعی امور طبیعت سے عادۃً جدا نہین ہوتی جبتک کہ انکے مقابلہ مین کوئی قاسر (مقتضائے طبع کے برخلاف چلانیوالا) یا عایق (مقتضائے طبعی سے روکنے والا) پیدا نہ ہو ان امور کی تحقیق کے لئے صرف اقتضائے طبع اور ارادہ کافی ہوتا ہے —

تمثیل مچھلی کے لئے تیرنا امر طبعی ہے - تو جبتک مچھلی کو کوئی علت داخلی یا آفت خارجی تیرنے سے نہ روکے یہ تیرنا جب وہ چاہے اس سے جدا نہین ہوتا —

پس جو امر کسی سے باوجود ارتفاع قاسر و عایق و تحقق ارادہ کے نہ ہو سکے وہ امر اسکا طبعی نہین ہے یہ مقدمہ ایسا بدیہی ہے کہ اسکی صحت و ثبوت مین کسی عاقل کو کلام نہین ہے —

دوسرا مقدمہ طبعی امور کا حصول کسبی و اختیاری نہین ہوتا - یعنی جو کسی کا طبعی امر ہوتا ہے وہ اسکو دوسرے سے نہین سیکھتا اور اسکے سیکھنے مین مشقت و تکلیف نہین اٹھاتا —

تمثیل مچھلی کے لئے تیرنا پرند جانور دن کے لئے اڑنا چوپایہ دوپایہ دوانکے لئے پاؤن پر چلنا سانپ کے لئے سینہ پر اور انسان بچہ کا دودھ مانگنا امور طبعی ہین تو وہ انمین سیکھنے سکھانے کے محتاج نہین ہین —

پس جو امر کوئی سیکھنے سکھانے سے حاصل کرے اور اسکے سیکھنے مین از حد مشقت و رنج اٹھاوے وہ اسکا طبعی امر نہین ہے یہ مقدمہ بھی بدیہی ہے جسمین نزاع کا احتمال نہین ہے —

† اسی فرق کے ساتھ جسکا بیان ہماری اور مخاطب کی کلام مین گزرا ہے —

تیسرا مقدمہ طبعی امر کو غیبی نہیں کہا جاسکتا - یہہ مقدمہ نظری ہے مگر چونکہ اسپر دلیل قطعی قایم ہے اِسلئے یہہ مقدمہ یقینی ہے **وہ دلیل** یہہ ہے کہ طبعیت عین ذات ہے یا اسکی ایکحالت وصفت اور ذات اپنے آپ سے غایب نہین اور نہ صفات ذات سے غایب ہین اسی نظر سے اپنی ذات وصفات کے علم کو حضوری† کہا جاتا ہے -

لہذا جو امر طبعی ہو یعنی طبعیت سے سرزد ہوا سکو غیبی یعنی غیب سے سرزد نہین کہا جاسکتا -

تمثیل پہلی کا تیرنا انسان کا بولن لوہے کا پانی مین ڈوب جانا پرند کا ہوا مین اُڑنا طبعی امور ہین تو انکو یہہ نہین کہا جاسکتا کہ یہہ امور غیبی ہین ؛

پس جو امر کسی سے غائب ہوگا یا غیب سے حاصل ہوگا وہ اسکا طبعی امر نہوگا ؛

جب یہہ مقدمات مہد ہو چکے تو اب اصل استدلال کیطرف رجوع کیا جاتا ہے - پس واضح ہو کہ قرآن کی بہت سے آیات سے بلحاظ انکے موقع ومحل صاف ثابت ہوتا ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت کو کئی دفعہ تک وحی والہام نہ ہوتا باوجودیکہ آنحضرت کی طبعیت کا شوق ومیلان بدرجہ کمال پایا جاتا اور شدت سے انتظار رہتا - اور بعض امور مین عمر بھر الہام نہین ہوا - اور آنحضرت نے اِس سے صاف انکار ظاہر فرمایا ہے اور دونون صورتون مین قاسر وعایق طبعی کا وجود ثابت نہین ہوا بلکہ بمقابلہ اسکے ارادہ وتقاضا طبع پایا گیا ہے - اِس انقطاع وانعدام الہام سے بشہادت مقدمۂ اولی صاف ثابت ہوتا ہے کہ الہام امر طبعی وداخلی نہین ہے غیبی وخارجی ہے جسکا حصول غیب وخارج سے ہوتا ہے اگر وہ داخلی وطبعی ہوتا تو باوجود سلامتی ومیلان طبعیت ووقوع ارادہ کبھی اسکا انقطاع نہوتا - اِس قسم کی آیتین بہت ہین از انجملہ چند آیات ذکر کیجاتی ہین -

(۱) سورہ بقرہ مین ارشاد ہوا ہے تیرا آسمان کیطرف مونہہ پھیرنا ہم دیکھ رہے ہین پھر ہم تجھ کو ہر اُسی

قد نری تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها فول وجهك شطر المسجد الحرام - (بقرہ ۱۶)	پھیر نیکے جدہر تیرا دل چاہتا ہے پس (اب) مونہہ کو کعبہ کیطرف پھیر لے -

بخاری ومسلم وترمذی نے روایت کی ہے -

† دیکھو رسالہ دظفیہ اور اسپر حواشی زاہدیہ -

عن البراء بن عازب لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة صلى نحو البيت المقدس ستة اوسبعة عشر شهرا و كان يحب ان يوجه الى الكعبة فانزل الله قد نرى تقلب وجهك فوجه نحو الكعبة وكان يحب ذلك الحديث (جامع ترمذی وغیرہ)

وعنه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى الى بيت المقدس اكثر تقليب وجهه فى السماء وعلم الله من قلب نبيه انه يهوى الكعبة فصعد جبرئيل فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يتبعه ببصره وهو يصعد بين السماء والارض ينظر ما يأتيه به فانزل الله هذه الاية - (سنن ابن ماجہ)

تقلب وجهك فى السماء متطلعا الى الوحي ومتشوقا للامر باستقبال الكعبة (جلالین وغیرہ)

کہ آنحضرت صلعم مدینہ پہنچے تو سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کیطرف نماز پڑہتے رہے مگر دل سے یہی چاہتے تھے کہ کعبہ کیطرف پہرائے جاوین - ابن ماجہ کی روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت بیت المقدس کی طرف نماز پڑہتے تو آسمان کی طرف بہت دیکھتے - اور خدا تعالی نے آنحضرت کے دل ہی سے جان لیا کہ یہہ کعبہ کو چاہتے ہین - جب جبرئیل آسمان کیطرف گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف دیکھتے رہے اور حکم کے منتظر رہے - اس پر یہہ آیت نازل ہوئی -

انہین روایات کی بنا پر تفسیرون مین آسمان کیطرف نظر کرنیکا یہہ سبب بتایا ہے کہ آسمان کیطرف دیکھنا بشوق نزول وحی تہا -

(۴) سورہ کہف مین ارشاد ہے کسی چیز کی نسبت تو یہہ نہ کہہ کہ مین اسکو کل کردون گا بجز اسکے کہ انشاء اللہ بہی کہے اگر یہہ کہنا بہول جاوے تو جب یاد آوے تب کہہ دے - اس آیت کی تفسیر مین مفسرین بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے اصحاب کہف کا حال وغیرہ مسایل پوچہے

ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلك غدا الا ان يشاء الله واذكر ربك اذا نسيت - (سورہ کہف)

سالوه اهل مكة عن خبر اصحاب الكهف فقال اخبركم غدا ولم يقل ان شاء الله فنزل - (جلالین)

قال المفسرون ان القوم سالوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المسائل الثلثۃ قال علیہ السلام اجیبکم عنہا غدا ولم یقل ان شاء اللہ فاحتبس الوحی خمسۃ عشر یوما وفی روایۃ اربعین یوما ثم نزلت ھذہ الآیۃ (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۳)

تو آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ کل بتاؤنگا جسمیں کئی (پندرہ یا چالیس دن تک وحی بند رہی پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) اور سورۃ مریم میں جبرئیل امین کی طرف سے فرمایا ہے ہم نہیں اترتے مگر خدا کے وما نتنزل الا بامر ربک لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک وما کان ربک نسیا (مریم ۴۶)

حکم سے اسیکا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اسکے بیچ میں ہے اور تیرا رب تجھے بھولنے والا نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجبرئیل ما یمنعک ان تزورنا اکثر مما تزورنا فنزلت (صحیح بخاری ص ۷۶۹)

بخاری و ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے جبرئیل امین سے کہا کہ آپ جتنی دفعہ تشریف لاتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سبب سے بھی روایت میں وحی خبر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

وعن ابن اسحٰق من وجہ آخر ان قریشا سالوا عن اصحاب الکہف فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمسۃ عشر یوما لا یحدث فی ذلک وحیا فلما نزل جبریل قال لہ ابطات علی یا جبریل فقال وما نتنزل الآیۃ وعند ابی حاتم انہا نزلت فی احداث اصحاب الکہف بعد ما مکث صلعم اربعین یوما حتی اشتاق اللقاء (اتقان ص ۱۲ ج ۱ صحیح جلد ۲ ص ۱۷۳)

اصحاب کہف کی نسبت آنحضرت کا وعدہ کرنا پھر ہوا ہے اور اس قصہ کی مدت ابن ابی حاتم کی روایت میں چالیس دن بیان ہوئی۔ ان ہی روایات کے دستاویز سے مفسرین نے وہ بات کہی ہے جو آیت سابق کے ذیل میں تفسیر کبیر سے نقل ہوئی۔

ان قریشا بعثت خمسۃ رھطا الی یھود المدینۃ یسالونھم عن صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور اس آیت کے ذیل میں تفسیر کبیر میں کہا ہے کہ قریش نے یہودیوں کیطرف پانچ آدمی کو بھیجا

وهل يجد دنه في كتابهم فسألوا النصارى
عن ذكره فانهم لا يعرفون وقالت اليهود نجده
في كتابنا وهذا زمانه وقد سألنا رجلا من
اليمامة عن خصال ثلاث فلم يعرف فاسألوه
عنهن فان اخبركم بخصلتين منهن فاتبعوه
فاسألوه عن فتية اصابهم الكهف وعن ذي
القرنين وعن الروح قال فجاءوا فسألوه
عن ذلك فلم يدر كيف يجيب فوعدهم ان
يجيبهم بعد ذلك ولم يقل انشاء الله فلبث
الوحي عنه اربعين يوما وقيل خمسة عشر يوما
فشق عليه مشقة شديدة وقال المشركون قد
ودعه ربه وقلاه فانزل جبريل فقال له النبي صلى الله
عليه وسلم ابطأت علي حتى ساءظني واشتقت اليك قال اني
كنت اشوق كما ولكني عبد مأمور اذا بعثت نزلت واذا
حبست حبست فانزل الله تعالى هذه الآية والى قوله
ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلك غدا الا ان يشاء الله
(سورۃ والضحیٰ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۱۲)

اور آنحضرت کی نسبت سوال کیا کہ تمہاری کتاب میں
کیا ذکر ہے ہم انہوں نے نصاریٰ سے پوچھا تو انہوں
نے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اور یہودیوں نے کہا
اسکا ذکر ہماری کتابوں میں ہے اور یہ اسکے ظہور
کا وقت ہے ہمنے (ملک) یمامہ کی رحمن سے اشارہ
اس سے سلیمہ کذاب مراد ہے تین چیزوں سے سوال کیا
تو اگر تم سے انکو سنا تو اس سے پوچھو اگر ان تین
تو اسکی پیروی کرو پس انہوں نے آنحضرت کو آزمانے
اور روح کی بابت سوال کیا آنحضرت کو وحی نازل ہوا
معلوم نہ ہوا اور جواب دینے کا وعدہ کیا اور انشاء اللہ
نہ کہا پس کئے (چالیس پندرہ) دن تک وحی بند رہی
اور اس سے آنحضرت کو بہت تکلیف پہنچی مشرکین
کہنے لگ گئے کہ محمد کو اسکے رب نے چھوڑ دیا ہے اور
اس سے وہ ناخوش ہو گیا ہے پس جبرئیل آئے
اور یہ آیت اور آیت سابق والضحیٰ سے والضحیٰ تک

اس آیت سے قسم اول روح کا خارجی خبر طبعی ہونا ثابت ہوتا ہے جبرئیل امین آنحضرت کا طبیعت
و ملکہ نبوت کا نام ہوتا تو جو کچھ آیت اور اس کے شان نزول میں بیان ہوا ہے ہرگز وقوع میں نہ آتا

(۴) اور سورۃ برأۃ میں کعب و مرارہ ہلال کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تینوں پر رجوع
وعلى الثلاثة الذين خلفوا حتى ضاقت
برحمت کیا ہے جنکے حق میں پچاس دن تک

عن عائشة رضي الله عنها فذلك مرضها
وكان الذي تولى الافك عبد الله بن ابي
بن سلول فقدمنا المدينة فاشتكيت حين
قدمت شهرا والناس يفيضون في قول
اصحاب الافك ولا اشعر بشيء من ذلك
وهو يريبني في وجعي انى لا اعرف من رسول
الله صلى الله عليه وسلم اللطف الذي كنت
ارى منه حين اشتكي انما يدخل على رسول
الله صلى الله عليه وسلم فيسلم ثم يقول كيف
تيكم ثم ينصرف فذلك الذي يريبني ولا
اشعر بالشر × × فدعا رسول الله صلعم
علي بن ابيطالب واسامة بن زيد حين استلبث
الوحي يستأمرهما في فراق اهله × × ×
فاما اسامة فاشار على رسول الله صلعم بالذي
يعلم من براءة اهله وبالذي يعلم لهم في نفسه
من الود فقال يا رسول الله اهلك ولا نعلم
الا خيرا وان هذا لشأن طيب × × فقال
علي يا رسول الله صلعم لم يضيق الله عليك
والنساء سواها كثير وسل الجارية تصدقك
فدعا بريرة فقال اي بريرة هل رأيت من
شيء يريبك من عائشة قالت له بريرة والذي
بعثك بالحق نبيا ما رأيت عليها امرا قط
اغمصه عليها اكثر من انها جارية حديثة السن
تنام عن عجين اهلها فتأتي الداجن فتأكله
فقام رسول الله صلعم من يومه فاستعذر
من عبد الله بن ابي بن سلول وهو على المنبر
فقال يا معشر المسلمين من يعذرني من رجل
قد بلغني عنه اذاه في اهلي والله ما علمت
على اهلي الا خيرا ولقد ذكروا رجلا ما علمت
عليه الا خيرا وما كان يدخل على اهلي الا
معي فقام سعد بن معاذ الانصاري فقال انا
يا رسول الله اعذرك منه ان كان من الاوس
ضربت عنقه وان كان من اخواننا من الخزرج
امرتنا ففعلنا امرك فقام رجل من الخزرج
وكانت امه من فخذ هذا الرجل وهو من
صالحي الخزرج فقال كذبت لعمر الله لا
نقتله ولا تقدر على قتله ولو كان من رهطك
ما احببت ان يقتل فقام اسيد بن حضير وهو
ابن عم الرجل فقال كذبت لعمر الله لنقتلنه
فانك منافق تجادل عن المنافقين فثار الحيان
الاوس والخزرج حتى هموا ان يقتتلوا ورسول
الله صلعم قائم على المنبر فلم يزل رسول
الله صلعم يخفضهم حتى سكتوا وسكت
وقالت فبكيت يومي ذلك كله لا يرقأ لي
دمع ولا اكتحل بنوم ثم بكيت ليلة المقبلة
لا يرقأ لي دمع ولا اكتحل بنوم ويظن ابواي
ان البكاء فالق كبدي قالت فبينما ابواي
جالسان عندي وانا ابكي فاستأذنت علي
امرأة من الانصار فأذنت لها فجلست تبكي
معي فبينما نحن على ذلك دخل علينا رسول
الله صلعم فسلم ثم جلس ولم يجلس عندي
منذ قيل لي ما قيل وقد لبث شهرا لا يوحى
اليه في شأني قالت فتشهد رسول الله صلعم
حين جلس ثم قال اما بعد يا عائشة فانه بلغني
عنك كذا وكذا فان كنت بريئة فسيبرئك الله
وان كنت الممت بذنب فاستغفري الله وتوبي
اليه × × قالت فوالله ما قام

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہین کہ مجھ پر یہ
تہمت لگانے سے جو ہلاک ہوا سو ہوا اور جس
کام کا متولی بنا تہا وہ عبد اللہ بن ابی تہا
جب ہم مدینہ پہنچے تو مین تب ہی سے ایک
مہینے تک بیمار رہی اور لوگ اس بہتان مین
ٹہل کرتے رہے اور مجھے کچہ خبر نہ تہی - ہان
مجہے اس سے بے چینی ہوتی کہ مین اس بیماری
مین آنحضرت کا وہ لطف نہ دیکہتی جو پہلی بیماریون
مین دیکہا کرتی - آنحضرت میرے پاس آتے
تو سلام کہتے اور صرف اتنا پوچہتے کہ کیسی ہے
اس سے مجہے تردد ہوتا اور اصل قصہ میرے
خیال مین نہ آتا - جب مین اچہی ہوئی تو ایک دن
واقف ہوئی اور مان باپ کے گہر گئی
رات روتی رہی اسی اثنا مین آنحضرت
علی ابن ابی طالب اور اسامہ سے مشورہ
دینے کی صلاح پوچہی اور مین
ایسے روئی کہ میری آنکہون مین
آنسوؤن نے بس نہ کی اسی حال مین آنحضرت
تشریف لائے اور میرے پاس
اس سے پہلے جب مجہہ پر تہمت
پاس بیٹہے تہے اسمین مہینہ بہر

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ۱ جلد ۳

اشاعت مذہب اسلام

لایق توجہ علما و روسا اسلام و گورنمنٹ و کافہ انام

قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا - وقال ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم

یعنی اللہ کے دین کو مکڑا ہاتھ مارو اور پھوٹ نہ ڈالو - اور آپس میں لڑو جھگڑو تو بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی

جنگ سے صلح بہتر ہے اور اختلاف سے اتفاق افضل -

جنگ و نا اتفاقی کا ضرر اور صلح و اتفاق کا نفع نہ صرف مقابلین کو پہنچتا ہے بلکہ اسکا اثر اور اشخاص اور ملک پر بھی پڑتا ہے -

تمہید

یہہ وہ مضمون ہے جو بطور تمہید ضمیمہ نمبر ۱ مین مرقوم ہوا اور اسکے اتمام و تاسیس کا وعدہ کیا گیا تھا - اُسوقت تو وہ ذکر سرسری تہا من بعد اسکا ضروری و اہم ہونا خیال مین سما گیا اور اسپر بہت گرمجوشی سے زور دینا واجب نظر آیا - یہہ مضمون جملہ فرقہا ملت اسلام اور ملک کے حقمین مفید ہے -

ملکی فایدہ اسمین یہہ ہے کہ اس مضمون کا نتیجہ و اثر مسلمانون کا باہمی اتفاق و ملاپ ہے اور اتفاق امن ملک کے لئے اصل اصول ہے - جو ہمیشہ سے مسلمانون کے باہمی اختلاف کے سبب وارداتین ہوتی ہین اور عدالت مین ان کے مقدمات دایر رہتے ہین جنکا اثر

سرکار پر بھی پڑتا ہے کہ قبل از وقوع ان واردات کے سرکار کو نگرانی کی تکلیف ہوتی ہے۔
بعد از وقوع تحقیقات کے تکلیف پڑتی ہے اور انکا اثر ملک پر بھی پڑتا ہے کہ لوگ جرمانہ اور قید
سے سزایاب ہوتے ہین جس سے انکی باہمی عداوتین روز افزون ہوتی ہین اور وہ آیندہ مقدمات
اور واردات کے قایم ہونیکے باعث ہوتی ہین۔ اور اُن تکالیف کا مرجع نہ صرف مسلمان متخاصمین
ہوتے ہین بلکہ سوا انکے اور مذاہب کے لوگ کوئی شہادت مین کوئی کفالت مین کوئی حمایت مین کوئی تحقیقات
مین انمین شامل ہوجاتے ہین یہ سب کی سب مسدود ہوجاوینگی اور ملک مین پورا امن ہوگا۔

مذہبی فائدہ جسکا اثر جملہ فرقہ ہاے اسلام کو پہنچنا ممکن ہے اسمین یہ ہے کہ جو اس مضمون سے اہل اسلام کا
باہمی اتحاد و ملاپ مقصود ٹھہرایا گیا ہے اس سے اسلام کی اشاعت متصور ہے اور مسلمانونکی وقعت
وعزت و قومی ترقی متعلق ہے۔

مگر مجھے خوف ہے کہ سب فرقہ ہاے اسلام کے جلد باز جو اصول و اغراض اسلام پر مطلع نہین ہین یکایک
اس مضمون سے متوحش ہونگے اور اسکو بجاے مفید سمجھنے کے مضر سمجھینگے۔

بعض مسلمان جنکو انکے مخالف **بدعتی** کہتے ہین اس مضمون کی نسبت یہ خیال کرینگے کہ یہ مضمون
ہمارے قدیمی رسوم سوم چہلم و بیاہ شادیون کی رسمون کی بیخ کنی کے لیے تجویز ہوا ہے۔ اِن کے
مقابلین جنکا وہ **وہابی** نام رکھتے ہین اسکی نسبت یہ خیال کرینگے کہ یہ مضمون ان رسوم بدعیہ

† یہ وارداتین پہلے تو شیعہ و سنیون مین ہوا کرتی تہین لاہور وغیرہ معظم بلاد مین ہمیشہ عشرہ محرم پر
کوئی نہ کوئی واردات ہوجاتی۔ اور واردات کا شمیر اکثر لوگون کو معلوم ہے۔ اب ایک مدت سے
اس قسم کی واردات و مقدمات اہلسنت کے دو فرقون مین جنمین ایک فریق کو اُن کے مقابل وہابی
کہتے ہین اور وہ اُن کو بدعتی کے نام سے تعبیر کرتے ہین ہو رہی ہین مسجد چینیانوالی لاہور کا مقدمہ قریبی
ناظرین کو یاد ہوگا اسکے بعد امرتسر مین مقدمہ احراق قرآن معاذ اللہ قایم ہوا پھر لودہیانہ مین فوجداری کا مقدمہ واقع
ہوا جسمین ایک فریق پر جرمانہ ہوا۔ اب ارد ضلع شاہ آباد مین ایک سنگین مقدمہ دکو قتل قایم ہوا ہے جسکی کیفیت بتفصیل اس مضمون کی اخیر مین
اس قسم کا ایک مقدمہ جیسے مین دیا ہے اور اسکے افادہ مندون کو پنجاب مین اور بہت ہین جو ناظرین اخبارات اور واقعین ملکی حالات سے مخفی نہین ہین۔

جاہلیہ کو از سر نو رواج دینے اور تازہ کرنیکے لئے سوچا گیا ہے **حنفی** کہینگے کہ اس سے رفع یدین وآمین بالجہر وغیرہ امور مخالف مذہب حنفی کا رواج دینا مدنظر ہے **شافعی** یا اہلحدیث جن کو بلفظ **غیر مقلد** تعبیر کیا جاتا ہے یہ گمان کرینگے کہ اس مضمون سے سُنن نبویہ (جنکو ہمنے سالہا سال مین بڑی جہد جد سے مباحثات وتصنیفات کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے) کو مضمحل کرنا اور از سر نو مسائل حنفی کا مذہب رواج دینا مطمح نظر ہے **شیعہ** کہین گے کہ چونکہ اس مضمون کا مجوز سُنّی ہے اور جو بنا بر اس مضمون کے کمیٹیان اشاعت اسلام قایم ہونگی انکے ممبر بھی اکثر سنّی ہونگے اسلئے اس مضمون سے مقصود شیعون کا سنی بنانا ہے۔ ان کے مقابل **سُنی** کہینگے چونکہ اس مضمون مین شیعہ وغیرہ اہلبدعت (زعم اہلسنت) کا ساتھ ملانا بھی تجویز ہوا ہے۔ اسلئے اس مضمون کا اصلی مطلب سنیون کو شیعہ بنانا ہے اور مذہب اہلسنت وبدعت کو ملا دینا۔

ولیکن اگر ہر ایک فریق فرقہائے مذکورہ سے تہوڑی دیر کے لئے فہم وانصاف و باریک بینی ومعاملہ اندیشی کو کام مین لاوے اور اس مضمون کے مقاصد واغراض کو غور سے ملاحظہ فرماوے تو منجملہ جزئیات مذکورہ کسی خیال کو اس مضمون کیطرف راہ نہ دے۔ یہ مضمون اور جو اس سے اتحاد کل فرقہا اسلام مدنظر ہے کسی اسلامی فرقہ کے حق مین مضر نہیں اور جو جو مضرتین ان مختلف فرقون کے خیال مین گذرتے ہین یا گذرینگی وہ اس مضمون کا نتیجہ نہین۔

اس مضمون سے خلافیات جزئیہ کسی فرقہ اسلام کا ابطال یا اثبات مدنظر نہین اور جو جو انشاء اس مضمون کے انجمن اشاعت اسلام قایم ہوگی اسکو بھی خلافیات فرقہائے مختلف اسلام سے بحث نہوگی اس انجمن کا نہ یہ فرض ہوگا کسی بدعت کا ابطال کرے اور نہ یہ فرض کہ اسکا اثبات کرے۔ نہ اسکو رفع یدین وآمین بالجہر کے اثبات سے تعرض ہوگا نہ اسکی نفی سے نہ اسکو استحقاق خلافت [illegible] اہلبیت سے بحث ہوگی نہ استحقاق خلافت خلفائے راشدین سے اس انجمن کا فرض صرف اتفاقی اصول اسلام کا قایم کرنا ہوگا اختلافی امور کی نفی یا اثبات سے اسکو کچھ سروکار نہ ہوگا۔

یہ گفتگو تمہیدی ہے جسمین اس مضمون کا مفید مذہب وملک ہونا مجملاً بیان ہوا ہے اب اصل

مطلب کے طرف رجوع کیا جاتا ہے جنمین ان فوایدکی تفصیل ہے ؛

اصل مطلب

اسلام بہت تنزل اور نازک حالت کو پہنچ گیا ہے جسکے لئے بہت سے اسباب ہین مگر از انجملہ بڑا بھاری سبب اہل اسلام کا آپسمین اختلاف ہی جو حد اعتدال سے متجاوز ہوکر افراط کو پہنچگیا ہے اسمین شک نہین کہ اہل اسلام کے مختلف فرقے بہت مسایل مین باہم مختلف ہین اور ان مسائل مین ہر ایک فرقے کے نزدیک حق وہی ہے جسکو وہ فریق حق سمجھتا ہے اور اسکو یہ امر لازم ہے کہ ان مسایل مین وہ اپنے مخالفین کو خطا پر سمجھین اور اس خطا کی نظر سے انکو کراہت کی نظر سے دیکھین - مگر اسمین شک نہین کہ ان مختلف مسایل مین بعض مسایل ایسے ہین جنمین ہر ایک فریق کے نزدیک فریق ثانی ہی حق پر ہے اور اس حق کی نظر سے اسکو اسکی طرف بچشم محبت و استحاد سے دیکھنا ضروری ہے - خطا مسایل خلافیہ کی ذی الاثر و پر زور و عظیم الشان نہین ہے کہ اسکے مقابلہ مین حق مسایل اتفاقیہ مضمحل و بیکار و ساقط الاعتبار ہو جاوے اور حق مسایل اتفاقیہ ایسا ضعیف الاثر و ردی نہین کہ خطا مسایل خلافیہ کے سامنے اسکا لحاظ نہ کیا جاوے یہ ہونا چاہیے کہ مسایل خلافیہ کو اصول و واجبات ایمان سے نہ جانا جاوے اور مسایل اتفاقیہ کو انکے توابع اور فروعیات سے شمار کیا جاوے - مسئلہ خلافت شیخین یا اہلبیت اصول سے ہو اور مسئلہ توحید و نبوت و معاد اسکے فروع - مسئلہ آمین بالجہر یا بالاخفا اصول ایمان سے ہو اور مسئلہ ایمان بالملائکہ اسکی فرع - مگر اسکا کوئی فرقہ فرقہائے اسلام سے قایل نہین -

پھر جب کہ آپسمین کے بعض اختلافات مین فروعات کو اصول پر کیون ترجیح دیجاتی ہے اور لازمہ اختلاف کو لازمہ اتفاق سے کیون مقدم کیا جاتا ہے -

شیعہ جو کہ اسی نظر سے کہ وہ بعد حضرت رسالت کے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو مسند خلافت نہین مانتا بغض کرتا ہے دیکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ اللہ تعالی کو معبود اور آنحضرت کو رسول جانتا ہے نہین دیکھا کیا اسکے نزدیک خدا و رسول کا ماننا امیر المومنین کے

ماننے سے کچھ کم ہے کہ وہ اسکے لحاظ سے اس شخص سے بغض رکھتا ہے اور اسکے لحاظ سے اس سے بغض محبت نہیں رکھتا۔

یہی سوال اس سنی سے ہے جو شیعہ کو اس نظر سے کہ وہ خلافت شیخین کو حق نہیں جانتا بغض و کراہت سے دیکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے حب سے نہیں دیکھتا کیا اسکے نزدیک خدا اور رسول کا ماننا صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ماننے سے کچھ کم ہے کہ وہ اسکے مقابلہ کی کسی وقعت نہیں دیتا۔ اسکے لازمہ (بغض بعد) کا لحاظ کرتا ہے اور اسکے لازمہ (حب بعد) کا لحاظ نہیں کرتا۔ ان دونوں سے بدرجہ بالاتر ہے اس سوال مورد وہ عامل بالحدیث ہے جو حنفی کو آمین بالجہر و رفع یدین (جو اہلحدیث کے مذہب میں بھی صرف مستحب یا سنت ہے جسکے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں گو ترک العمر کردی نہ کرے گناہ نہیں ہے) ترک کرنے کے سبب نہایت بغض و عداوت سے دیکھتا ہے اور بنظر اسکے ایمان و اسلام و بقیہ ارکان نماز کے جسکی ایک جزو صغیر یہ آمین ہے محبت نہیں دیکھتا کیا اسکے نزدیک آمین بالجہر خدا اور رسول پر ایمان اور بقیہ ارکان نماز سے بڑھکر ہے کہ اسکے مقابلہ میں وہ اگر ہیچ نہیں تو کچھ بھی لحاظ نہیں کرتا۔

اسی سوال کا مورد وہ حنفی ہے جو عامل بالحدیث کو آمین بالجہر اور رفع یدین (جو حنفی کے نزدیک غیر مسنون یا نہایت درجہ کراہت میں ہیں حرام و کفر نہیں ہے جسکے ارتکاب پر دنیا میں

---

† دیکھو زبدۃ التحقیق مصنفہ امام المحدثین مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی جہاں شیخ موصوف نے رفع یدین کی بابت فرمایا ہے فلیتأمل ان ما یفعلہ ان ما یفعلہ ان ما یفعلہ ان ما یفعلہ والله اعلم تا کہ وہ ان لوگوں کے حق میں رفع یدین کرنے والا اجر پاوے گا۔ اسکے بعد کہا کہ اگر کسی نے کہا ہمیشہ کیا تو بھی ترک کیا تو دلیل اور اسکا جواب دیا ہے۔ اور اسکا نام سنت بتایا ہے گا اگرچہ مدت العمر ترک کرے۔ اسکے آپ نے فرمایا ہے اور اس قائل کے مسئلہ جاننے کی اس پر کوئی وجہ نہیں ہے اور حکم میں اخطا کیا ہے۔

‡ دیکھو درالمختار وغیرہ جہاں رفع یدین کو صرف غیر مسنون کہا ہے حرام یا مکروہ نہیں کہا۔ بلکہ مفسد کہنے والے کی بات کو رد کیا ہے۔ اور آمین کے نسبت بھی صرف اتنا ہی کہا ہے کہ اسکا آہستہ کہنا سنت ہے۔ اور علی قاری نے رسالہ الاقتداء بمخالف میں کہا ہے کہ رفع یدین و آمین بالجہر ایک کے نزدیک سنت ہے دوسرے کے نزدیک مکروہ امام پر جو مخالف مقتدی کے موافقت ضروری نہیں ہے۔

دسرا اور آخرت مین عذاب جہنم کا خوف ہوتا ہے) کے ارتکاب سے سخت عداوت و بغض سے دیکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اور اس نماز مین اور محرمات و مفسدات اتفاقیہ سے اجتناب کرتا ہے محبت سے نہین دیکھتا ہے کیا اُسکے نزدیک خدا و رسول پر ایمان اور نماز کی باقی ارکان آہستہ کہنا اور رفع یدین ترک کرنے کے مقابلہ مین کچھ چیز نہین ہے کہ وہ بمقابلہ اُن کے اُنکو ہیچ سمجھتا ہے اور اُنکا کچھ لحاظ نہین کرتا -

اس تعجب پر تعجب یہہ ہے کہ ہر ایک فریق اس ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح پر کراہت و بغض فریق مقابل مین اُس حد اعتدال پر نہین ہے جو ان امور اختلافی کے مناسب حال ہے بلکہ اس سے بدرجہا افراط کو پہنچگیا ہے حد اعتدال تو اس باب مین یہہ ہے کہ جس امر کو منجملہ اعتقادات یا اعمال فریق مقابل کے کوئی بدعت یا مکروہ سمجھے اسکے مرتکب یا معتقد سے ایسی ہی کراہت و بغض کہے جیسے کہ اپنے فریق کے مرتکب بدعت کو کراہت سے رکھتا ہے - مگر یہان یہہ افراط ہو رہا ہے کہ اپنے فریق کے تو اتفاقی محرمات و قطعی حرمات کے مرتکبین پر چہرہ مین تغیر نہین آتا - اور مقابل کے ارتکاب مکروہ پر سے پاؤن تک لرزہ شروع ہو جاتا ہے اور خون دل جوش مین آتا ہے - **اونچی** قبر بنانی اور اُسپر چادر چڑھانے پر تو **سُنّی** کو جس کے مذہب مین یہہ اتفاقی بدعتین ہین جوش نہین آتا - مگر شیعہ کے تعزیہ بنانے پر سکو ایسا طیش آتا ہے کہ اُسپر جان دینے کو حاضر ہو جاتا ہے - محرم کے عشرہ مین اہلبیت کے مصائب پر ڈھول شہنائی بجانے اور مرثیون کو راگ مین گانے پر جو یقیناً محققین مذہب شیعہ کے نزدیک بدعات ہین شیعہ کو جوش نہین آتا - مگر اگر سُنی اسی ڈھول بجائی یا سر راگنی تو وہ اُسکو زندیق کا بھائی سمجھکر اُسکے قتل پر مستعد ہو جاتا ہے -

کوئی **سُنّی** مسلمان نماز پڑھتے روزہ رکھتے داڑھی منڈاوے مونچھین چڑھاوے محرمات اتفاقی کا ارتکاب کرے اُسپر کسی حنفی یا سُنی کو ایسا جوش نہین آتا - جیسے اس مسلمان عامل بالحدیث پر جوش آتا ہے جو نماز مین بلند آواز سے آمین کہتا ہے یا رفع یدین کرتا ہے ان لوگون کا یہہ مقولہ ہے کہ نماز مین بالجہر آمین کہنے سے نماز نہ پڑھنا بہتر ہے کوئی **وہابی** کہلاکر جو بدعت چاہے

کرنے میلہ مین جاوے تماشا دیکھے برادری کی شادی غمی کے رسمون مین شریک ہوجاوے پر
کبھی کبھی نماز پڑہے تو اسمین رفع یدین کرلے - اسپر اکثر موحدین کو جوش نہین آتا جیساکہ اُس حنفی نمازی
پر جوش آتا ہے جو نماز مین رفع یدین نہین کرتا - خواہ وہ کیسا ہی اور طاعات وعبادات کا ملتزم ومتقی ہو -
اِن لوگون مین بعض متشددون کا مقولہ ہے کہ جس نماز مین رفع یدین نہین وہ نماز ہی کیا ہے بعض
لوگون سے یہہ بھی سُنا گیا ہے کہ جو شخص رفع یدین نہ کرے وہ کافر ہے اسی خیال سے اکثر عوام موحدین
جو علوم دین سے محض ناواقف ہین اور بن پڑہے پڑہائے مجتہد بن بیٹھے یہہ فتوے دیتے ہین کہ حنفیون
کے پیچھے نماز درست نہین ہے -

پہر یہ افراط اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ مختلف فرقہا اسلام کو آپسمین بدعات یا مکروہات پر وہ جوش
ہے جو مخالفین مذہب اسلام کے کفر وکفریات پر نہین ہے - اسلام چھوڑکر کوئی عیسائی ہوجائے تو اس سے
اس قدر لوگون کو انقباض نہین ہوتا جسقدر کہ سُنّی کے شیعی - اور رسمی مسلمان کے موحد اور موحد کے
رسمی ہوجانے پر اسکے مقابل کو ہوتا ہے بعض اشخاص جو عیسائی یا مذہب ہنود چھوڑکر مسلمان ہوگئے اور سلسلہ
موحدین مین داخل ہوگئے ہین اُنکے حقین متعصبین یہہ کہتے ہین کہ یہہ کہان سے نکلکر کنوئین مین گر پڑے
ہین - وہابی ہونیسے تو یہی بہتر تہا کہ یہہ ہندو ہی رہتے - ایسا ہی دوسری جانب کا خیال وقیاس ہے
بعض لوگ جو عیسائی یا ہنود مذہب چھوڑکر رسمی مسلمان ہوئے ہین اُنکی نسبت وہ وہابی متشدد خیال کرتے
ہین کہ یہہ ویسے ہین جیسے پہلے تہے -

پہر اس کراہت وافراط کا محل ظہور نہ صرف دل یا زبان فریقین متقابلین ہوتا ہے کہ اسکا
اثر ان ہی دو فریق مین محدود ہے بلکہ ظہور اسکا بذریعہ تحریرات وتصنیفات ہوتا ہے جسکا اثر تمام عالم
مین پہیلتا اور اسکا ضرر اصل اسلام کو پہنچتا ہے وہ تصنیفات اس سے تہذیبی فداتیگی وتعصب وتعنت
سے ہوتے ہین کہ انمین اصل مسئلہ اختلافی تو کہین کا کہین پہنچ جاتا ہے - ہر ایک اپنے مقابل کی توہین
وتضحیک وعیب شماری ودل ازاری کے پیچھے پڑجاتا ہے - ہر ایک کے حال پر وہ بات پر صادق
آرہی ہے جو مشہور ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میان تمہارے آزار کٹنے سے نیچے ہے ہمین نماز

مکروہ ہوتی ہے اس نے اسکے مقابلہ مین کہا کہ جاؤ میان تمہارے باواجی کے نکاح مین جو میٹھے چاول پکے تھے اُنمین گڑ کہان برابر تھا - پھر اس عیب شماری مین ایسے بڑھتے ہین کہ اصل اسلام پر چوٹ کرنیسے نہین چوکتے اور اس مشہور بات کو کہ کسی نے پرائی بڈگنی کے لئے اپنی ناک کاٹ ڈالی تھی اپنے اوپر صادق کر دکھاتے ہین - شیعہ سنیون کو کہتا ہے کہ یہ قرآن جو تمہارے ہاتھ مین ہے بیاض عثمانی ہے جسمین فلان فلان آیت اُنہون نے از خود ملا دی ہے اور فلان فلان آیت نکالدی ہے اور اُسپر چند روایات رطب یابس اہلسنت کا حوالہ دیتا ہے - سُنّی شیعہ کو یہی بات کہتا ہے اور اسکی تائید مین چند روایات اہل تشیع کو جن سے اسکا قرآن مین تبدیل و تصرف ثابت ہوتا ہے پیش کرتا ہے اسی روش پر سُنیون کے دو فرقون مین ایکدوسرے کی عیب شماری کرتا ہے -

ایک حنفی مولوی صاحب باجماعت ایک جماعت کے بمقابلہ اہلحدیث ایک رسالہ مین لکھتے ہین کہ تمہاری صحیح بخاری مین ہے حضرت انواج بر خلاف منع فطرت کا جواز لکھا ہے اسکے جواب مین ایک موحد صاحب لکھتے ہین کہ یہ تمہارے ہی مذہب کی بات ہے اور اسکے ساتھ دس نمبر اور نظائر بھی پیش کرتے ہین جنکے اظہار و بیان کچھ ضرورت نہین ہے -

ہمکو یہ تمہید خانہ جنگی و عیب شماری کے سوء نتائج مین مذہب اسلام کا کام نکلتا ہے وہ مُنصفین کے اعتراضات و تنقیصات کو لیکر کہ اصل اسلام مین اعتراض قایم کرتے ہین اور جاہل مسلمانون کو اور ان لوگون کو جو مسلمان ہونا چاہتے ہین یہ سمجھا کر کہ اسلام ایسے ہی مسایل کا مجموعہ ہے بہکاتے اور اسلام سے ہٹاتے ہین - تصانیف پادریان اور منشی امہدین مین جو اسلام پر نکتہ چینیان و اعتراضات مندرج ہین وہ ان ہی حضرات کی تصانیف سے ملتقط ہین اور ان اعتراضات کا مادہ و مخزن یہی تصانیف ہین -

انکی اس کارروائی کا یہ نتیجہ تو بلاریب نکلتا ہے کہ بصورت فتح و غلبہ تحریر یا تقریر اہل تشیع کے شیعہ پکے کے دس ہو جاتے ہین اور بصورت غلبہ اہلسنت سنی دس کے بیس اور بصورت غلبہ اہلحدیث موحد یا غیر مقلدین کے چار ہو جاتے ہین اور بصورت غلبہ سمی مسلمانون یا مقلدین کے مقلد یا سمی مسلمان پانچ کے آٹھ مگر یا اینہمہ کثرت جزئی کا ثمر کلی اسلام مین نقصان ہوتا ہے یعنی اصلی اسلام بہت کچھ

جاتا ہے - اگر یہ آپسمین اختلاف کو اس حد تک نہ پہنچاتے اور اسکا اظہار اس طرز پر نہ کرتے اور بنظر استحاد اصول مسایل اتفاقیہ میل جول رکھتے اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسلام کے اشاعت پر کمر باندھتے اور بجائے باہمی عیب شماری کے اصل اسلام کی خوبیاں ظاہر کرتے تو بجائے چار پانچ شیعوں اور پانچ سات سُنیوں اور دس بیس سمیعوں اور آٹھ دس وہابیوں کے ہزارہا بلکہ لاکھہا غالیوں کو داخل اسلام کرتے لاکھہا منتظر یہود عیسائی دہریہ وغیرہ اسلام کی خوبیاں (جو مسلمانوں کے باہمی اختلاف میں مصروف ہونے اور انکے بیان کے لئے فارغ نہ ہونیکی سبب سے پوشیدہ ہیں) دیکھکر خود بخود مسلمان ہو جاتے - اسلام وہ سچا اور سیدھا اور عقل و فطرت کی موافق مذہب ہے - کہ بجز دشمنان خدا اس محبوب مطلوب کے لاکھہا خدا ایک کا بلا جبر و اکراہ آپسمین داخل ہونا متوقع ہے - دیکھو عیسائی مذہب باوجودیکہ سلطنت اسکی مؤید ہے اور قوم اسکی تائید میں متفق ہو کر جان و مال سے شب و روز سرگرم ہے با اینہمہ اس مذہب میں سال بھر میں داخل نہیں ہوتے جس قدر کہ اسلام میں اسکی ٹوٹی پھوٹی حالت میں سال بھر میں داخل ہوتے ہیں - اس سے ہمارے بھائی مسلمان اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر یہ اسلام کی اصلی حالت کو درست کریں اور اسکی تائید میں بھائیوں کا سا اتفاق کریں اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسکی خوبیوں کا اظہار کریں تو دیکھیں کس قدر اسلام میں کثرت ہوتی ہے زیادہ کثرت کل زیادہ ہوتی ہے یا کثیر جزئی جو آپسمین کی خانہ جنگی کرنے اور ایک کی دوسرے پر فتح پانے سے حاصل ہے -

تنبیہ ۲ اہل انصاف داد دینگے اور انصاف سے اقرار کرینگے کہ بیشک اس مسلمانوں کے اختلاف کی بہت بڑی اتفاق میں اسلام کی کثرت متصور ہے اور ہماری یہ کثرت جو اتفاق کی کثرت کل اسلام میں خلل انداز ہے -

پھر تو اس اختلاف اور اس اختلاف میں افراط اور اس افراط کے بری طرح اظہار میں اسلام کا کس قدر نقصان ہے اب ضرر اہل اسلام جو اسکے دین و معاشرت کو اس سے پہنچتا ہے بیان کیا جاتا ہے -

اس اختلاف اور اسکے نتایج و مظاہر نے مسلمانوں کو جہل مرکب کر رکھا ہے کہ جہاں تک میں پڑھے ایک دوسرے فرقہ اسلامی کا قلع قمع کرے اور جس قدر ہو سکتا ہے زبان ہی زبان سے ایذا رسانی کرے - پس کہاں تعلیم کے وہ آپسمین فوجداریاں قائم کہتے ہوں اور کہاں اس حالت میں دیتے ہیں جن سے بالکل بے خبر ہیں باجرمانہ کا احکام لگائی جاتے ہیں اور اس شغل بیشغل میں مصروف رہتے ہیں دنیا کی دکھل سے بھی بچتے ہیں

جسمین اُنکی آبرو و مال و حسن معاشرت برباد ہوئی جاتے ہین اور یہہ حکام وقت کی نظرون مین ذلیل و خوار و مفسد خیال کئے جاتے ہین اور رعایا غیر مذہب والون کے خیال مین بھی متعصب و فسادی سمجھے جاتے ہین -

ان واقعات کی تمثیلات وجزئیات بہت ہین کہ از انجملہ بعض واقعات کا بمجمل ذکر سابقا ہو چکا ہی اسمقام ایک واقعہ بتفصیل بیان کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانان اس سے عبرت پکڑین اور اب بھی اس قسم کے اختلاف سے باز آوین - **آرہ** ضلع شاہ آباد مین آمین بالجہر اور رفع یدین پر تنازع ہوا - جسکا مقدمہ عدالتمین پہنچا - ہنوز وہان سے کچھ فیصلہ نہوا تھا کہ ایک جنگی مولوی لودہیانہ سے وہان تشریف فرما ہوا - اُس نے وہان جاکر فتوی دیا کہ یہہ لوگ آمین کہنے والے مشرک و کافر و مرتد ہین انکا مسجدون سے نکالدینا بحکم آیہ وما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ لازم ہے - اور اس باب مین ایک رسالہ بھی لکھا جسکا نام انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد رکھا - اور اسکو عظیم آباد مین طبع کراکر مشتہر فرمایا - اسمین یہہ بھی درج کیا کہ یہہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر افترا کرتے ہین اور آنحضرت پر افترا کرنیوالا مرتد ہے حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اسکو قتل کرے اور اگر وہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول نہ کرین اور علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اسکے کفر و ارتداد کے فتوے دینے مین تردد نہ کرین ورنہ زمرہ مرتدین مین یہہ بھی داخل ہونگے یہہ بعینہ آپکے الفاظ ہین جو بریخط ہین - اس فتوے کی درسا اپنے اُس دیار کے دونون فریق مسلمانون مین ایسا اشتعال و جوش پیدا کیا کہ آتا تاریخ مرقومان جنہ حال کو آرہ کے قریب کے ایک گانون مین آمین کے سبب سخت فوجداری ہوئی اور آپسمین خوب لاٹھی چلی اور جو جاری ہونیکی نوبت پہنچی - حکام وقت نے سختی وارنٹ جاری کیا اور چند اشخاص کو گرفتار کرلیا - اسی اثنا مین ایک فریق نے دوسرے فریق کی نسبت حکام کو یہہ خبر دی کہ ان لوگون کا سخت بلوہ کرنیکا ارادہ ہے اسپر صاحب کلکٹر ضلع نے کمپ دانا پور مین اس مضمون کا تار دیا یاد دینا چاہا کہ وہان سے ایکہزار گورکھی مسلح اور دو ضرب توپ جلد روانہ ہون ڈپٹی تجسٹریٹ نے صاحب کلکٹر کو سمجھایا کہ یہہ محض غلط خبر ہے جو دشمنی عناد سے دیگئی ہے فوج بھیجنیکی کچھہ ضرورت نہین ہے یہان ایسا بلوا کرنیوالا کوئی نہین ہے جسپر یہہ تجویز ملتوی ہوئی اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی بعد تحقیقات سات اشخاص کو قید کا حکم ہوا - اور

صدہا روپیہ فریقین کا وکیلون وغیرہ مصارف مین صرف ہوا اور ہنوز مقدمہ محکمہ اپیل مین ہے دیکھئے اسکا انجام کیا ہوتا ہے -

اس قسم کی سزائین (دنیا مین کونسی سزائین خواہ بدعتیون کو سنیون کو خواہ شیعون کو اگرچہ ان حضرات مین سے ہر ایک کے نزدیک مخالفین اسلام کو پہنچتی ہین مگر نفس الامر اور حقیقت مین اور حکام اور عام لوگون کی نظرون مین ان سزاؤن کے مورد مسلمان ہی ہین اور بہرحال مسلمانون کے مال و آبرو مین ہمین ضایع ہوتی ہین -

الحاصل اس اختلاف با افراط نے اہل اسلام کے دنیا و دین کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور یہ اختلاف تنزل و ضعف کی اقوی اسباب سے ہے -

نتیجہ

اس بیان سبب تنزل اسلام سے نہ یہ مقصود ہے کہ شیعہ سنی وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد جملہ اعمال و اعتقادات مین ایک ہو جاوین لوگ کسی مسئلہ مین آپس مین اختلاف نہ کہین اور نہ یہ مطلب ہے کہ اگر اختلاف رکھین تو اسکا اظہار نکرین اور ایکدوسرے کے مقابلہ کوئی رسالہ یا تحریر نہ نکالین ہمانتک چاہین اس اختلاف کو وسعت دین اور اسکا اظہار جسطرح کرین اس سے ہمکو تعرض نہین ہے -

بلکہ ہمارا **مقصود** یہ ہے کہ اس اختلاف کو حد اعتدال سے نہ نکالین اور اسکا اظہار بھی اس طرح انصاف و نا شایستگی سے نکرین جسکی تفصیل ہم کر چکے ہین پھر **خلاصۃ الاختلاف** اس اتفاق کی طرف بھی توجہ کرین جو اصول ایمان و اہتمام اسلام مین کہتے ہین جیسے بعض امور پر عمل کرتے ہین جب امور پر بھی عمل کرین اور اتفاق و حب ملت کی نظر سے باہم اتحاد پیدا کرین اور جہانتک اس اتفاق اصول کا مقتضا ہے باہم شیر و شکر ہو جائین اور اس اتحاد و اختلاط کے ذریعہ سے سب فرقے ملکر ایک انجمن اشاعت اسلام قایم کرین جسکے تحت بہت انجمنین ہون جو سب کے سب اسلام کی اشاعت اور مسلمانون کی ترقی و فرخندگی کے وسایل سوچین اور اس جمہوری توجہ کے ساتھ اسلام کو وسعت دین اور عیسائی مذہب کے علماء کی مانند گاؤن اور بستیون اور جنگلون اور پہاڑون مین اسلام پہنچا دین اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی منادی جنگلیون اور پہاڑیون کو سنا دین اور جو لوگ اسلام کے معایب بیان کرتے ہین انکا نہایت تہذیب شایستگی و حکمت و موعظت سے جیسا کہ قرآن مین ارشاد ہے

جواب دین اور ان کاموں کے لئے جو زر کار ہے وہ کس و ناکس ادنے سے اعلیٰ تک ملکر اپنے پاس سے خرچ کریں اپنی اپنی آمدنی سے ایسے مقدار مقرر کریں جسکی لایق ہوں -

اس انجمن کے اصول و فرایض اور تحصیل زر کے وسایل اور اسکے مصارف جو ہمارے خیال مین آئے ہین وہ ذیل مین مع روض ہین جو اور صاحبون کے خیال مین آوین وہ بھی بیان فرماوین پس جو اصول و وسائل صحیح قرار پاوین وہ دستور العمل ٹھہرائے جاوین -

اصول و فرایض انجمن عالم اشاعۃ الاسلام

(۱) یہہ انجمن معصیت کی معاون نہ ہو -

(۲) اسکا اصلی فرض اشاعت اسلام ہو جو اتفاقی اصول اسلام و قطعی الاحکام حلال و حرام سے عبارت ہے اور اسکا تتمہ یا ضمیمہ مسلمانون کی بہبودی دنیاوی اور حسن معاشرت کی وسایل و تدابیر کا سوچنا بھی ہو -

(۳) کسی خاص فرقہ اسلامی کے اصول مشتبہ سے اس انجمن کو سروکار نہ ہو ان خصوصیات کی اشاعت کے لئے جیسے ہر ایک فریق کو پہلے سے خود مختاری و آزادی حاصل ہے اب بھی رہے مگر بلحاظ اصل اسلام و اغراض و مصالح اس انجمن کے ان خصوصیات کی اشاعت مین رعایت اعتدال لابد واجب ہو -

---

† **تشریح** مثلاً ایک فرقہ سنی یا شیعہ اپنی خصوصیات خلافیہ کی اشاعت کے لئے ایک مدرسے اور اس مدرسے کے انتظام کے لئے ایک انجمن خاص (انجمن اہلسنۃ یا انجمن اہل امامیہ مثلاً) قایم کرنا چاہے تو ہمین کیا عذر ہے یہ لوگ ممبر و معاون ہون جو اس انجمن عام کے ممبر ہین شمولیت و عضویت کو معصیت نہ سمجھین - وہی لوگ اسمین چندہ خاص دین سوا اس چندہ کے جو انجمن عام مین دین وہی لوگ اسکے منتظم و مہتمم ہین یا اسکے سوا اور ممبر انجمن عام کے جو ان کے متفق الاعتقاد ہون انکی معاونت و موافقت نہ کریں بلکہ مخالف کرنا چاہین تو بلاشک کریں مگر اسمین حد اعتدال سے آگے نہ بڑھین - اور بلحاظ اصول اتفاقیہ یعنی اتفاق ہی پر رہے نہ یہ کہ اپنی مخالفت کو ہوا دیکر ہوا کھڑا کر دین تو مخالفین اسلام پر یہ ظاہر نہ ہونے دین - وہ سب یہی جانین کہ مسلمان باوجود اختلافات جزئیہ سب ایک ہین جیسا کہ عیسائی فرقون کا باوجود اختلافات جزئیہ ایسی ہی عمل ہے اور اسلام ہی ہمکو یہی سکھاتا ہے دیکھو آیات قرآنیہ جو بارہا عنوان سے نقل ہو چکی ہین اور آیہ یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم - اور حدیث نبوی جو اس آیت کی تفسیر مین وارد ہوا ائتمروا بالمعروف و تناھوا عن المنکر حتی اذا رأیت

(۴) اس انجمن اعلیٰ کا ممبر (یعنی رکن) وہ ہو جو کم سے کم اکیر روپیہ ماہوار دے اور انجمن ہائے ماتحت کے ممبروں سے عام ماہوار مقرر سے دو چند لیا جاوے یعنی فی روپیہ ادہ آنہ ماہوار۔

(۵) عام ماہواری چندہ فی روپیہ ایک پیسہ کے حساب سے لیا جاوے اور اگر کوئی اس سے کم دے تو اس کے لینے سے بھی انکار نہ ہو۔

(۶) اعلیٰ انجمن کل اہل اسلام کی ایک ہو جسکا مقام لاہور یا اور کوئی شہر جسب تجویز ارکان انجمن ہو اور اس کے ماتحت بہت سی شاخیں ہوں جو غالباً ہر شہر و قصبہ میں قایم کیجاویں۔

(۷) ممبران انجمن اعلیٰ کے اختیارات تولیت و تصرف و تجاویز و تدابیر اشاعت اس انجمن اور سب انجمن ہائے ماتحت پر محیط ہوں اور ممبران انجمن ہائے ماتحت کے اختیارات حسب منظوری انجمن اعلیٰ ہی انجمن سے مخصوص ہونگے وہ ممبروں

(۸) اس انجمن کے کارروائی متعلق اشاعت اسلام جو انجمن کا نتیجہ اقصیٰ ہے صرف تہا ذیل سے ہوا در کارروائی متعلق بہبودی دنیاوی حسب مشورہ اہل شوریٰ وقتاً فوقتاً۔

صورتہائے اشاعت اسلام

الف اشاعت اصول اسلام و واجبات ایمان کے لئے جا بجا منادی کرنیوالے مقرر ہوں جو عام گلی کوچوں جنگلوں پہاڑوں میں مسایل اتفاقی اسلام کی منادی کریں خصوصاً ان مواضع میں جہاں ابتک کلمۃ الاسلام نہیں پہنچا یا برائے نام پہنچا ہے تو اسکا کچھ اثر نہیں ہو۔ وہاں جو مسلمان کہلاتے ہیں وہ بتوفیق پرستی نہیں چھوڑے اور قطعیات احکام اسلام حلال و حرام سے بھی واقف نہیں ہوئے چنانچہ کئی پہاڑی ٹکڑوں میں جہاں راجگان ہنود کی ریاست ہے اور نواح چین وغیرہ بلاد اقصیٰ میں یہی حال ہے۔ ان منادی کرنیوالوں کے لئے ایسے مواعظ اور رسایل جو مسلمات مذاہب اسلامیہ میں متفق علیہ

شیخاً مطاعاً وھو متبعاً ودنیا موثرۃ وایثار کل ذی دین علی بوایۃ ورایت امرا لا بد لک منہ فعلیک نفسک ودع امر العوام۔ اسمیں اتفاق اسلام کی ہدایت کیگئی۔ اور اختلاف مذہب ملیح کا بھی کسی فرقہ پر دعوہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ علیگڈھ کی مدرسہ کی تعلیم مذہبی پر بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ اسمیں سنی معتبر تعلیم مذہب شیعہ کی معاونت میں اور شیعہ معتبر تعلیم مذہب سنی کی موافقت میں مداخلت کرتے ہیں۔

ہین سب ممبران مختلف مذاہب کی اتفاق رائے سے تجویز ہونے ممکن ہین -

ب توحید و نبوت و معاد وغیرہ اصول اسلام و اسرار اتفاقی احکام حلال و حرام مین عمدہ اور مدلل مضامین لکھے جاوین اور بذریعہ اخبار و رسایل مختلف زبانون اردو فارسی انگریزی وغیرہ مین شایع ہون تاکہ اقوام غیر جو عربی زبان سے واقف نہین ہین اور اسوجہ سے وہ حقیقت و محاسن اسلام پر مطلع نہین اسلام کی خوبی سے واقف ہوکر شوق دل سے اسلام کی طرف متوجہ ہون -

ان تصانیف و تحاریر مین جوابات اعتراضات مخالفین اسلام کے جو نا واقفی حقیقت اسلام کے سبب وہ اسلام پر جماتے ہین اور ان اعتراضات کے ذریعہ سے نا واقفون کو اسلام کیطرف سے بدظن کررہے ہین نہایت تہذیب و شایستگی سے جسمین کسی مذہب کی توہین ہو نہ کسی ملت کے لوگون کی اشتعال طبع تحریر کئے جاوین -

ج اکثر شہرون اور بستیون مین اس قسم کے مدرسے قایم ہون جنمین مبادی علوم اسلام جیسے صرف و نحو اور بقدر ضرورت منطق و معانی جنکو کسی مذہب و ملت سے خصوصیت نہین پڑہائے جاوین جب ان علوم مین طلبا ماہر ہوجاوین تو مذہبی تعلیم مین وہ اختیار دئے جاوین جس مذہب کا کوئی پابند یا پابند ہونا چاہے اس مذہب کے مدارس خاص مین مذہبی تعلیم پاوین - اور اگر آمدنی چندہ مین وسعت ہو تو ان علوم مبادی کے ساتھہ ایک شاخ علوم معاش کے بہی قایم کیجاوے جسمین دنیاوی علوم و فنون کی مختلف زبانون اردو فارسی انگریزی وغیرہ تعلیم ہو جسمین مسلمانون کو دنیاوی کمالات کے سبب عزت و شوکت حاصل ہو اور انکی معیشت مین عفت -

---

† یہ اختیار دینا مداہنت و معصیت نہین - بلکہ یہ عین اسلام کی ہدایت ہے جو جبر و اکراہ سے بری ہے - افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین - (یونس ع۱۰) اللہ تعالی نے قرآن مین فرمایا ہے کہ کیا تو لوگون کو جبر و اکراہ کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہوجاوین - اور فرمایا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی دین مین جبر نہین ہے ہدایت گمراہی سے متمیز ہوچکی ہے -

روی ابن جریر عن ابن عباس قال کانت المرأۃ تکون مقلاۃ فتجعل حضرت ابن عباس سے اسکی تفسیر مین حدیث مروی ہے

ان سب مدارس مین مختلف مذاہب فرقہ ہاے اسلام کے طلبا رکھیان تعلیم پاوین کسی کو کسی پر ترجیح نہ ہو۔

د انجمن کی آمدنی سے نومسلم مسلمانون کے لاوارث لڑکے لڑکیان جولاوارثی کے سبب گورنمنٹ کی کفالت مین رہتے ہین یہ وہان سے پادریون کی سپرد ہوتی ہین تربیت وتعلیم پاوین —

ایسے لونگون کے نسبت جو اہل اسلام کا باہم اختلاف راے ممکن ہے شاید سُنّی کہے کہ یہہ نومسلم سُنّی عقاید کے موافق مسلمان کیا جاوے اور ان ہی عقاید کے مطابق تعلیم پاوے اور شیعہ اسکو اپنی طرف کھینچکر لیجانا چاہے اسکا تصفیہ اس طور پر متصور ہے کہ اس شخص کو اتفاق اصول پر مسلمان کیا جاوے اور ان مدارس مین جہان مبادی علوم اسلام کی تعلیم ہو تعلیم مبادی کے لئے سپرد کیا جاوے جب وہ مبادی علوم سے واقف ہوکر قرآن پڑہنے اور سمجھنے پر قادر ہو اور مذہب مرجح کی تمیز کرنیکے لایق ہوجائے تو جس مذہب کو چاہے اختیار کرے اسپر مختلف خیال کے لوگون کی طرف سے کچھہ جبر و اکراہ نہو۔

بقیہ فرایض و قوانین انجمن کہ انجمن علمی کے اختیارات کہان تک ہون اور انجمن ماتحت کے اختیارات کہانتک ہون۔ اور عام کارروائی کے لئے انجمن کے ممبر کون لوگ ہون اور ان کی تعداد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴)

علی نفسها ان عاش لها ولدان تهوّد (زمانہ جاہلیت مین کسی کی کہ اولاد نہ مرجاتی تو منت مانتی کہ اگر بچہ زندہ رہا تو ہم اسکو یہودی بنائینگی جب بنی نضیر یہود یونکو اجو
فلما اجليت بنو النضير كان فيهم
من ابناء الانصار فقالوا لا ندع ابناءنا انحضرت کو بہت ستاتے اور ہمیشہ تکلیف دیتے) مدینہ سے جلاوطن کیا
فانزل الله عزوجل لا اكراه في الدين قد تبيّن تو انصار نے چاہا کہ بیٹے ان کے پاس منقول کے سبب سے رہین کہا ہم تو اپنے
الرشد من الغي رواه ابو داود ص ج وزاد في المعالم بیٹون کو نہ چھوڑینگے اسپر یہ آیت نازل ہوئی آپ آنحضرت نے فرمایا ان
فقال رسول الله صلعم قد خيرا صاحبكم فان لوگون کو اختیار دیا گیا ہے اگر یہ تمہارے پاس رہنا اختیار کرین تو تم
اختاروكم فهم منكم وان اختاروهم فاجلوهم معهم مین سے ہونگے اور اگر یہود یو کو اختیار کرین تو انکو اپنے ساتھ جلا وطن کردینا

کیا ہو، اور خاص بڑی بڑی کارروائیون کے لئے کون لوگ ممبر ہون، اور ان کی تعداد کہانتک ہو، اور ہر ایک کو خرچ کرنیمین کہانتک اختیارات ہون، اور مربی انجمن کون، اور صدر انجمن کون، اور منشی کون، محاسب کون۔ یہ سب قواعد بعد انعقاد و تقریر انجمن و شروع آمدنی قرار دئے جاوینگے

دعا

اب مین اس مضمون کو ختم کرتا ہون اور خدا تعالی سے اسکی اجابت کی امید رکھتا ہون الہی تو اپنے کرم سے ہماری قوم کو ان کے عیب پر متنبہ کر۔ اور اس سے بچ جانیکی توفیق دے۔ یہ باہمی اختلاف کو اعتدال پر لاوین اور اپنے اتحاد و اتفاق کیطرف بھی متوجہ ہوکر اسکے ذریعہ سے تیرے دین کو عالم مین پھیلاوین۔ اور غیر قومون کی نظرون مین معزز نظر آوین۔ الہی کبھی وہ زمانہ بھی آئیگا جسمین سب فرقہ ہائے اسلام اشاعت اسلام کے لئے یکقالب ہوجاوینگے۔ اور اس قول آنحضرت کے کہ سب مومن ایک جسم کی مانند ہے جسکا ایک عضو دکھے تو تمام جسم درد کرنے لگتا ہے۔ مصداق بن جاوینگے۔ الہی کبھی وہ دن بھی دکھائی دیگا کہ پنجاب ہندوستان بھی مدراس بنگالہ سب ملکون کے مسلمان اس انجمن کے ممبر ہوجاوینگے اور تیرے دین کی اشاعت کے لئے لاکھون روپیہ سالیکے ماتہ مین نظر آئینگے اور تیرے دین کی تبلیغ کے لئے غیر ملکون کیطرف عیسائی مشنون کیطرح اسلامی مشن وہ روانہ کرینگے اور دنیا کی بہبودی کے لئے عمدہ تجارتون کی کمپنیان اور عجائب فنون و صنایع کے مدرسہ کارخانے قائم کرینگے۔ ربنا تقبل منا انک علی کل شیء قدیر و بالاجابۃ جدیر۔ آمین ثم آمین۔

التماس

روسا، اسلام و علماء و فضلاء کرام سے التجا ہے کہ اس مضمون کیطرف دلی توجہ کرین پس جسکو اس سے توافق ہو وہ توافق سے مجھے اطلاع دین۔ اور ملکی اخبارون کے مسلمان اڈیٹرون سے تمنا ہے کہ اگر اسمین ملکی یا ذہبی فوائد دیکھین تو اسکی تائید مین اپنے اخبارون مین نوٹ اور آرٹیکل درج کرین۔

موید ان مذہب اسپر خدا سے اجر پاوینگے۔ اور مویدان ملک دنیا مین نیک نام و مشکور ہونگے۔

راقم ابو سعید محمد حسین لاہور محلہ سید ٹولہ

مطبع ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر یازدہم — بابت ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ مطابق نومبر ۱۸۸۱ء — جلد سیوم

معذرت

ع والعذر عند کرام الناس مقبول

رسالہ کے متعلق اکثر کام میں خود کرتا ہوں۔ آمدنی قیمت میں اسقدر گنجایش نہیں ہے کہ ہر ایک کام کے لئے علحدہ علحدہ نوکر رکھوں اس وجہ سے عدم فرصتی بہت رہتی ہے اور رسالہ دیر سے نکلتا ہے اور اسکی تصحیح کا بھی پورا اہتمام نہیں ہو سکتا اسلئے بعض غلطیاں رہجاتی ہیں۔ نمبر ۹ سے امرتسر میں چھپتا ہے تو اور بھی دیر ہوتی ہے نیز بوجہ کثرت غلط چھپنا ناظرین و خریداران مجھے آمین معذور سمجھیں اور تصور تصحیح و توقف کو بدیل حقوق نہ لیں یہ عذر ان حضرات معاونین کیلئے نہیں ہے جو از راہ مروت و عالی ہمتی سالانہ زر قیمت پیشگی بھیجنے فرما چکے ہیں۔ اور جو ہمارے تئیں ہیں انکو تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہہ سب خلل و خرابیاں تمہاری ہی نامہ رسانی سے ہیں آپ لوگ جلد جلد روپیہ بھیجتے رہیں اور زر کافی ہاتھ میں ہو تو ہر ایک کام کے لئے علحدہ علحدہ کارندے مقرر ہوں اور جسقدر جلد اور عمدہ کام ہونا ممکن ہے ہوا کرے۔

تصحیح بعض اغلاط نمبر ۹ و ۱۰۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵۸	۱۰	نمبر ۱۰ بصفحہ ۴۵۸ آدمی	کسی نمبر ۹ بصفحہ ۴۵۸ آدمی	۴۷۰	۱۱	لازمی	توان
۴۷۲	۴	اور نہ	ورنہ	۴۷۲	۱۳	بصفحہ ۴۶۷	بصفحہ ۴۶۷
۴۷۹	۶	پچھ دوم جلد ششم	پچھ ششم جلد دوم	۴۸۱	۱۳۰	تحقق	تحقیق
۴۸۲	۱۴	مراتب	مرتب	۴۸۲	۱۵	او ادراک	او ادراک
۴۸۴	۶	اسکا جواب	کون مبتنے باہم المجلوا	۴۸۶	۶	لوگون	سبھی لوگون
۴۸۶	۱۹	اطباء	اطباء انبیاء	۴۸۷	۱۳	نخشی	نخشبی

مطبع ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

التماس

سال قریب اختتام ہے۔ جن صاحبوں کے ذمہ سنہ ماہی یا ششماہی یا سالانہ رقم اس سال کی باقی ہے وہ عنایت فرماویں اور ہمکو مرہون منت کریں۔ یہہ اُن حضرات معاونین کی خدمت میں گذارش ہے جو ہمیشہ سے اس پرچہ کی دل سے معاون ہیں اور تقاضا طلبی بلا تقاضائے زر واجب بھیجا کرتے ہیں مگر کبھی کبھی اس خیال سے کہ ہمارا روپیہ نہیں پہنچا تو وہاں کا کام ہی کیا مرج متصور ہے ہمارے سوا روپیہ بھیجنے والے کیا اور تھوڑے ہیں (ع) توقف بھی کر دیتے ہیں انکی خدمت میں فہرست باقیات کو اس غرض سے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ حضرات یہہ خود کر دیکھیں کہ اس خیال نے کیسے کیسے اور کتنے معاونین کو ارسال زر سے روک رکھا ہے اور کس قدر روپیہ اس کارخانہ کا باہر ہے اور جس چھوٹے سے کارخانہ کا اس قدر روپیہ باہر ہو اسکا کام کیوں کر چل سکتا ہے اور اسمیں حرج و توقف کیونکر نہیں ہوتا۔ اس التماس میں نادہندوں سے خطاب نہیں ہے انتہی فوٹو بلاک ہونے کے ٹیبل پیج میں کہا گیا۔ اس فہرست میں نہایت قسمہ شدہ باقیات ہیں اور یہی تصویر نام باقیہ ار حرف اول و آخر نام کاٹ کر لکھ گیا اور جہاں ایک جزو

نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم
م ن	امرتسر	۳		سیالکوٹ	۵	ا ی	پٹیالہ	۴	ب ا	لاہور	۴	س ن	راولپنڈی	۳
م ف	〃	۳		〃	۸	ا د	〃	۸	ب ن	〃	۳	ع ن	〃	۳
	انبالہ	۳		فیروزپور	۳	م ل ہ	〃	۳	ج ی	حیدرآباد	۴	ان	〃	۳
	پھلواری شریف	۴	ج ن	بہرہ پور	۵	ف ل	پاٹول	۵	م م ی	〃	۵	غ ث	سکندرآباد	۵
	آرہ	۳	ش ی	ٹونک	۵	ش ن	〃	۵	س ر	دہلی	۸	ن ن	سیکرول	۳
م ل	بٹالہ	۳	ان	پٹیالہ	۴		جموں	۵	ا م د	دہکا	۸	ف ن	عظیم آباد	۳
م ر	〃	۳	گ د	〃	۴	ن ہ	جلیسر	۵	ع غ ر	〃	۳	ا ح ن	〃	۳
ان	〃	۴	م ف	〃	۳	ع ن	〃	۳	ان	ڈیرہ اسمٰعیل خان	۵	ک ش	کانپور	۴
ع م	بمبئی	۳	س د	〃	۳	ا ی	〃	۴	ب س د	راولپنڈی	۵	چندا سنگھ	لاہور	۴

چندہ سالانہ ۲ روپیہ ۸ آنہ ۔ ہر دو ماہ بعد ۱ پرچہ ۔ ۱۲ پرچہ کا سال ۔ ۱۲ سے کم نہیں ۔ ۲۴ سے زیادہ نہیں ۔ ۱۲ سے کم و بیش کی صورت میں حساب ۱۲ پرچہ کا ہوگا ۔ ۱۲ سے زیادہ کی صورت میں حساب ۲۴ پرچہ کا ہوگا

رسول اللہ صلعم ولا تخبر احدا من اھل البیت حتی انزل علیہ فاخذہ ما کان یاخذہ من البرحاء حتی انہ یتحدر منہ مثل الجمان من العرق وھو فی یوم شات من ثقل القول الذی ینزل علیہ فلما سری عنہ وھو یضحک فکانت اول کلمۃ تکلم بھا یا عائشۃ امّا اللہ فقد برأک وانزل اللہ تعالی ان الذین جاءوا بالافک عصبۃ الآیۃ (صحیح بخاری ص ۶۹۲ و غیرہ مختصراً)

میرے باب میں آپ پر وحی نہ ہوئی پس آنحضرت نے بعد خطبہ پڑھنے کے بعد کہا اے عائشہ اگر تو اس تہمت سے بری ہے تو خدا تجھے اس سے بری کریگا اور اگر گناہ کے پاس ہو چکی ہے تو اس سے توبہ کر پھر خدا کی قسم ان حضرت کچھ نہ ہوئے تھے اور کوئی صاحب بیت سے باہر نکلی تھی کہ وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت پر ایسی آگئی جو بوقت نزول وحی آپکی شدت سے آیا کرتی تھی کہ سردی کے دن میں موتیوں کے دانوں کی طرح آپ سے قطرہ ہونا جب اس حالت شدت کا انقطاع ہوا تو آنحضرت ہنستے ہوئے پہلا کلمہ فرمایا۔ اے عائشہ خدا نے تجھ پر بری کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا ان الذین جاءوا بالافک الآیات ان آیات سے بلحاظ سیاق کے موارد نزول کے کئی کئی دنوں تک باوجود شدت انتظار و توقف وحی کے وارادہ نبوی کے وحی کا نازل ہونا ثابت ہوا۔ اب ان آیات کا ذکر کیا جاتا ہے جنسے بعض امور کی نسبت آنحضرت پر تمام عمر وحی کا نازل نہ ہونا اور آنحضرت کا ان امور کو باوجود تقاضائے طبع و شوق جاننے سے نہ جاننا ثابت ہوتا ہے۔

(۶) سورہ لقمان میں ارشاد ہے۔ اللہ کے ہی پاس ہے قیامت کا علم اور وہ مینہ برساتا ہے

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ (لقمان ع ۴)

(یعنی اسکا علم بھی اسی کو ہے) اور وہ جانتا ہے جو رحموں میں ہوتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کریگا۔ اور نہ کوئی زمین میں مریگا اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

(۷) اور سورہ اعراف میں ارشاد ہے۔ تجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ وہ کب کہاں

یسئلونك عن الساعة ایان مرسیها قل انما علمها عند ربی لا یجلیها لوقتها الا هو ثقلت فی السموات والارض لا تاتیکم الا بغتة یسئلونك کانك حفی عنها قل انما علمها عند الله ولکن اکثر الناس لا یعلمون (اعراف ع ۲۳)

ہوگی تو کہدے اسکا علم خدا ہی کے پاس ہے اسکو اسکے وقت پر وہی ظاہر کریگا وہ آسمانون اور زمین مین بڑی بھاری ہو رہی ہے وہ تم پاس ناگہان آویگی۔ تجھے یون پوچھتے ہین کہ گویا تو اسکا متلاشی ہے تو کہدے اسکا علم خدا ہی کے پاس ہے پر اکثر لوگ نہین جانتے۔

صحیح بخاری وغیرہ مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس جبرئیل امین بصورت انسان آئے اور چند سوالات کئے از انجملہ یہہ ایک سوال بھی تھا کہ قیامت کب ہوگی آنحضرت نے اُسکے

عن ابی هریرة فی قصة مجیئ جبرئیل قال متی الساعة قال ما المسئول عنها باعلم من السائل وسانحبرك عن اشراطها اذا ولدت الامة ربها واذا تطاول رعاة الابل البهم فی البنیان فی خمس لا یعلمهن الا الله - وفی روایة اذا رأیت الحفاة العراة رؤس الناس - (صحیح بخاری ص۱۱ و ص۷۰ وغیرہ)

جواب مین فرمایا کہ مین اسکا حال تجھ سے زیادہ نہین جانتا۔ ولیکن اُسکی نشانیان بتاتا ہون پھر فرمایا جب لونڈی اپنے مالک کو جنے (یعنی جسکو جنے وہی ازراہ نافرمانی اسکا مالک بن بیٹھے۔) اور ننگے محتاج اونٹ چرانیوالے سردار بنجاوین اور بڑے بڑے مکانات بناوین تو قیامت آویگی یہہ علم قیامت اُن پانچ چیزون مین سے ہے جن کو سوائے خدا کوئی نہین جانتا۔

(۸) اور سورہ انعام مین فرمایا ہے اے نبی تو کہدے مین یہہ نہین کہتا کہ میرے پاس خدا

قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملك ان اتبع الا ما یوحی الی وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو (انعام ع ۶ و ۷)

کے خزانہ ہین اور نہ یہہ کہتا ہون کہ مین فرشتہ ہون اور نہ یہہ کہتا ہون کہ مین غیب جانتا ہون مین تو اُسی کے پیچھے چلتا ہون جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور فرمایا غیب کی کنجیان خدا ہی کے پاس ہین اُنکو بجز خدا کوئی نہین جانتا

وعن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلعم مفاتیح الغیب خمس لا یعلمها الا الله لا یعلم ما فی غد الا الله ولا یعلم ما تغیض الارحام الا الله ولا یعلم متی یاتی المطر احد الا الله ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا الله - (صحیح بخاری ص ۶۱۸)

حدیث مین وارد ہے - غیب کی کنجیان پانچ ہین جنکو بجز خدا کوئی نہین جانتا پھر ان پانچ چیزون کو شمار کیا جن کا ذکر چھٹی آیت مین گذرا ہے -

(۹) اور سورہ اعراف مین فرمایا ہے - اے نبی تو کہدے مین تو اپنے جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہین بجز اس کے جو خدا چاہے اور اگر مین غیب جانتا تو بہترین بھلائیان اکٹھی کرلیتا اور مجھکو کبھی ضرر نہ پہنچتا -

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون (اعراف ع ۳۱)

تفسیر مین لکھا ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ ارزانی و گرانی غلہ کا حال معلوم ہو تو بتا دیا کرو کہ ہم اکٹھا غلہ خرید لیا کرین اور جس زمین مین قحط پڑنا ہو اُس کا حال بتا دیا کرو تو ہم وہان سے کوچ کرین تب یہ آیت نازل ہوئی -

روی ان اهل مکة قالوا یا محمد الا نخبرک بارخص والغلاء حتی نشتری فنزرعها بالارض التی تجدب فنرتحل الی الارض الخصبة فانزل الله هذه الآیة - (تفسیر کبیر ص ۲۴۶ ج ۴)

اور جو ضرر و نقصان اس غیب نہ جاننے کے سبب آنحضرت اور اہل اسلام کو پہنچے (جیسے جنگ احد مین آنحضرت کا زخمی ہونا - اور اکثر مسلمانون کا ہزیمت کہانا اور حدیبیہ مین مسلمانون کا مخالفون کے سامنے دب کر بے حج کئے واپس آنا اور بیر معونہ مین قاریون کا مارا جانا وعلی ہذا القیاس عدہا وافرہا) انکی تفصیل کتب حدیث و سیر مین موجود ہے -

† اس قسم کی آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے امور آنحضرت کو بذریعہ وحی معلوم نہین ہوئے جن کے سبب آنحضرت نے ضرر و نقصان اُٹھائے -

† یہ لڑائی آنحضرت کی اُن لوگون سے ہوئی تھی جنہون نے آنحضرت کو ہجرت کرنے پر ستایا اور گھر سے نکالدیا اور صدہا مسلمانون کو قتل کر دیا پھر مدینہ پہنچکر آنحضرت سے لڑنے پر تیار ہوئے ناچار آنحضرت کو انکا مقابلہ کرنا پڑا -

اشرا اسپرنگل صاحب نے بھی ان آیات کے ظاہری معنی پر تاویل کا ماتھہ نہیں بڑہایا اور تسلیم کر لیا ہے کہ آنحضرت کو علم غیب نہ تہا پھر تعجب ہے کہ وحی کو امر طبعی کیون کہا جب وحی آپ کے نزدیک آلہ انکشاف علوم حقایق اشیا کا ہی ہے چنانچہ بصفحہ ۳۵۹ سے نقل ہو چکا ہے اور اسکا مصدر و مخرج بھی سوا طبیعت نہی کہ اور نہیں ہے تو پھر بھی کا کسی شے کو بمجملہ حقایق موجودہ کے اس وحی سے بخانا اور اس بخانے سے دین و دنیا میں ضرر و نقصان اٹہانا اور کافرون و منکرون کے سہام طعن و ملام کا ہدف بنا کیون نہ رکہتا ہے۔ آپنے تقلید نیچرل فلاسفر یورپ کے الفاظ (طبعی و حقایق اشیا) کا ہی وغیرہ رکہنا تو سیکہ لیا۔ اور بنا علیہ وحی کو آلہ انکشاف اشیا کا ہی اور امر طبعی کہدیا ہے مگر ان الفاظ کے معانی و لوازم کے فہم کو تلاون کا شیوہ سمجہکر یہ نہ سوچا کہ وحی کا آلہ علم حقایق اشیا ہونا اور اسکا امر طبعی ہونا اظہر من الشمس ہے کہ چیز عالم میں موجود ہے اسکا جاننا صاحب وحی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور کوئی چیز دنیا کی نبی سے غائب نہو۔ آپ کے حال پر یہ مصرع صادق آتا ہے حفظ ما تقرر و نسیان ما لم یتقرر۔

(۱۰) اور سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے۔ یہودی آنحضرت سے روح کا حال پوچھتے ہیں تو کہا

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ولئن شئنا لنذہبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک ان فضلہ کان علیک کبیرا۔ (بنی اسرائیل ع ۱۰)	روح میرے رب کا امر ہے تم کو بہت تہوڑا علم دیا گیا ہے اور تم تہوڑا ہی سا علم رکہتے ہو اور ہم چاہیں تو جو کچہ ہمنے تمپر وحی بہیجی ہے سو بہی لیجاوین پہر تو کسیکو اسکے لانے کا ذمہ دار نہ پاوے بجز رحمت تیرے رب کے تجہ پر اسکا بڑا فضل ہے

صحیح بخاری و مسلم میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ یہودیون نے آنحضرت سے روح کا حال پوچھا

عن ابن مسعود فی حدیث فقام رجل منھم فقال یا ابا القاسم ما الروح فسکت فقلت انہ یوحی الیہ فقمت فلما انجلی عنہ قال ویسئلونک	تو آپنے سکوت کیا اور کچہ جواب نہ دیا۔ میں جان لیا کہ آپ کیطرف نزول وحی ہو رہا ہے پس میں وہین کہڑا رہا جب آنحضرت کی وہ حالت کرب

عن الروح (بخاری ص)

دیہقراری جو بوقت نزول وحی ہوا کرتی تا ہم
تو آنحضرت نے یہ آیت پڑھ کر اس آیت و حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ آنحضرت کو حقیقت روح کا
علم نہ تھا۔ اور اگر وحی (جو بقول آنریبل صاحب آلہ علوم حقائق ہے) امر طبعی و داخل طبیعت یا خیال میں
ہوتا تو حقیقت روح کیا حقیقت خدا تعالیٰ کا علم بھی آپ کے لئے ضروری تھا۔ علاوہ بریں اس
آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی ایسا امر خارجی و اکتسابی و عارضی ہے کہ بعد نزول بحصول
اسکا ٹھیک ٹھیک جانا اور آنحضرت کے سینہ سے محو کر دینا ممکن تھا خدا چاہتا تو ایسا کر دیتا پر اس نے اپنے
فضل و کرم سے ایسا نہیں کیا۔

اب ہم کہاں تک آیات کو شمار کرتے جائیں ان آیات عشرہ سے ہمارا ایک استدلال یا مقدمات قائم
اول ثابت کرنا تھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت پر کئی دنوں تک اور بعض
حالات حضرت پر چالیس سال کے نزول وحی نہیں ہوا اور بعض اوقات میں غیر وحی کا انقطاع رہا اور
اگر وحی میں داخل ہوتا تو یہ خلاف انعدام وحی ہرگز نہ ہوتا۔ ثانیاً ہمارا استدلال یہ تھا کہ
یہ امور داخل کسبی ہوتا تو بھی اسکے غیر محدود ہونے کا مقتضی نہیں ہے کہ ہر امر کسبی کو
حضرت نے بوجہ غیر محدود ہونے کے علم نہیں کیا ضروری ہے۔ دیکھو بچوں کے لئے نہ ہر امر مفید ہے
نہ کل امور مفیدہ بچوں کو بتلائے جاتے ہیں بلکہ وہ تمام چیزیں جو بچوں کے لئے مفید ہیں ان کو
کرنے خود وحی کو باقید و حصر انکشاف حقائق اشیاء کہا ہے اور ان اشیاء کو محدود نہیں کیا۔
جب یہ دونوں مقدمہ ثابت ہو چکا ہے اور ہمارا مسلک اس کے ان مغیبات کا علم نہ ہونے کے لئے عذر
ٹھہرایا گیا۔ اب اگر بطریق طلبش و ربط شاعر اس کلام کا بھی مطلب دل میں رکھتے اور بیان کرتے ہو کہ ان
اشارات سے جو ہم نے ذکر کئے ہیں جو کچھ معلوم ہو چکا ہے تو بھی ہمارا استدلال (آیات قسم دوم
سے نہیں) آیات خمسہ قسم اول سے صحیح ثابت ہے۔ جس امور محدود و محصور کا دریافت کرنا قوت وحی میں
داخل تھا انمیں وحی کا مدت ہا دراز تک کیوں تا خود انقطاع رہا اور عین موقع ضرورت و حالت شوق
و میلان طبیعت پر انکو کیوں نہ دریافت کیا گیا۔

اسی مچھلی کی نظیر کو دیکھئے۔ جس حد تک مچھلی کے لئے تیرنے کی قوت ہوتی ہے اس حد تک جسیاہ تیرنا چاہے بشرطعدم موانع تیر سکتی ہے۔ اسیطرح جن امور کا دریافت کرنا قوت وحی مین داخل تھا ان امور کو صاحب وحی نے بوقت خواہش وحاجت کیون نہ دریافت کرلیا۔ کیا یہہ تعجب کی بات نہین ہے کہ وحی آپ کے طبعی اقتدار مین ہو پھر اُسکی ذریعہ سے اپنے گھر کا حال آپ پر نہ کھلے۔ بُریرہ لونڈی سے آپ اپنے اہلبیت کی برات کا حال پوچھین اور اپنے دلی مشیر وحی سے دریافت نہ کرین اور اس کشمکش مین مہینا بھر رنج و تردد مین مبتلا رہین۔

ایسے امور کے بروقت شوق وحاجت و میلان طبیعت کے سمجھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وحی فوارہ کی مانند اندر سے نہین اُٹھتی اور وہ داخلی امر نہین ہے بلکہ مینہہ کی طرح اوپر سے برستی ہے اور تار برقی کی مانند خارجی امر ہے۔ اسکا نزول و حصول طبیعت نبی کے اختیار مین نہین ہے۔ بلکہ طبیعت اسمین اس بے اختیار آئینہ کے مانند ہے جس پر آفتاب یا کوئی اور فعل مختار فیضان انوار کرتا ہے وھوالمدعا۔ **استدلال دوم**۔ بہت سی آیات مین یہہ بھی پایا جاتا ہے کہ جو کچھہ آنحضرت پر وحی ہوا ہے وہ آنحضرت نہایت مشقت و جدوجہد سے جبرئیل امین سے سیکھا ہے جب جبرئیل امین وحی لاتے تو آنحضرت صلعم اُنکے ساتھہ پڑھنے لگ جاتے اور اسمین بہت تکلیف اُٹھاتے۔ چنانچہ اس مضمون کے آیات نمبر ۹ و ۱۰ اس صفحہ ۶۶ و ۸۴ و ۸۵ نمبر پر نقل ہو چکے ہین۔

اور سورہ طہٰ مین ارشاد ہے کہ اس قرآن کے سیکھنے مین تو جلدی نکر پہلے اس سے کہ تیری طرف اسکا وحی ہونا تمام ہو اور کہہ اے رب میرا علم زیادہ کر۔ تفسیرون مین لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑھنے مین جلد کرتے جبرئیل کی قرات سے فارغ ہونے سے پہلے یعنے ساتھہ ساتھہ پڑھنے لگجاتے خدا تعالی نے اس سے منع کیا یہہ ایسا ہی جو دوسری آیت مین ارشاد ہے۔ اس قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلا کہ وہ تجھے جلد آجائے۔

لاتعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ وقل رب زدنی علما۔ (طہٰ ع ۷)	
قال المفسرون کان النبی صلعم یبادر جبرئیل فیقرء القرآن قبل فراغ جبرئیل من الوحی حرصا منہ علی ما ینزل علیہ فنہاہ اللہ عن ذالک وعلمہ کیف یتلوہ بلسانہ لتعجل بہ (فتح القدیر علی ہامش فتح البیان ج ۵ ص ۱۹۳ الجزء الحادی عشر)	

(صفحہ ۱۶۲)

مضامین محقق بھاری جنکی اشاعت کا ضمیمہ نمبر ۲ مین وعدہ دیا گیا تھا

نمبر ۱

معجزہ اور قانون قدرت

تفسیر قرآن نیچری خان صاحب مین معجزہ سے انکار ہوا ہے اور اُسپر وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون کو دلیل ٹھہرایا ہے۔

مین کہتا ہون یہہ کہنا ایسا ہے جیسا حضرت مسیح نے کہا ہے چنانچہ متی باب ۱۲ اور س ۳۸ مین ہے تب بعضے کاتبون اور فریسیون نے پیر کے کہا اے مرشد ہم چاہتے ہین کہ تیرا ایک معجزہ دیکھین پر اُسنے اُنہون کے جواب مین کہا کہ اس زمانہ کے بدذات اور حرامکار لوگ معجزہ ڈہونڈتے ہین پر انہین کوئی معجزہ سوائے یونس نبی کے نشان کے دکہایا نجائیگا (تعلیقات جناب منشی چراغ علی صاحب بجواب لالہ دیانند عماد الدین لاہوری صفحہ ۳۴) اور معجزہ کے باب مین حکما، وعلما، یورپ مختلف ہین جو لوگ پابند کتاب ہین وہ مقر و مثبت معجزہ ہین اور جو ملحد و لامذہب ہین وہ منکر و مکذب ہین اور چونکہ خان صاحب بہادر اکثر ملحدون ولامذہبون کی تقلید کو پسند کرتے ہین اسلئے انکار معجزہ مین بھی انہی ملحدون کی تقلید پر چلے ہین۔

معجزہ کا انکار سب سے پہلے ایک بڑے مشہور ملحد **ہوم صاحب** نے کیا ہے اُسکے بعد جو منکر ہوا ہے اُسیکا مقلد ہے یہانتک کہ اسکا سلسلہ وراثت خان صاحب بہادر کو پہنچا۔

اس باب مین **ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب** ایم اے پرنسپل میتھوڈسٹ اپسکوپل چرچ نے ایک کتاب لکہی ہے جسمین اُن ملحدون کے قول کو رد کیا ہے اور معجزہ کا قانون قدرت کے مطابق ہونا ثابت کیا ہے ہم اسمقام پر اُسکا انتخاب وخلاصہ بقید مطلب نقل کرتے ہین۔ اسمین ہمنے اتنا تصرف کیا ہے کہ مصنف نے تو اپنی کلام کو صرف اثبات معجزات مسیح سے مخصوص کیا ہے اور ہمنے اسکو عام معجزات کا مثبت بنا دیا ہے

اور نیز اُس نے بخیال الوہیت حضرت مسیح کے معجزات کو مسیح کی طرف منسوب کیا ہے اور اُنہی کو خالق معجزات ٹھہرایا ہے اور ہمنے اُن معجزات کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے جو مسیح اور اسکی والدہ صدیقہ کا خالق ہے باقی مضمون سب اُسی مصنف کا ہے۔

وھو ھذا

جاننا چاہیے کہ لفظ معجزہ کے اصلی معنی وہی ہین جو عجیب کے ہین لیکن یہہ کچھہ ضرور نہین ہے کہ جو فعل عجیب ہو معجزہ کہلاوے ممکن ہے کہ ایک چیز عجیب و غریب ہو اور معجزہ نہ کہلاوے بلکہ فطرت کے مطابق ہو اور سکو بوجہ عدم واقفیت اُن قوانین کے عجیب و غریب معلوم ہوتی ہو۔ پس معجزہ نام اُس فعل کا ہے جو طاقت انسانی سے باہر اور فطرت کے عام قوانین مقررہ سے مختلف ہو خود خدا نے اپنے کسی حکم یا پیغمبر یا رسول کی تصدیق کے واسطے ظاہر کیا ہو اور ممکن ہے کہ ایک معجزہ سے قوانین فطرت مین جنپر قوام دنیا کا موقوف ہے کسیطرح کی مداخلت ظاہری پائی جاوے لیکن وہ درحقیقت مخل قوانین فطرت یا خلاف قوانین علت و معلول کے نہین ہوتا بلکہ عام نظام خلقی کی مقرری قاعدے سے مخصوص ہوتا ہے۔ پس معجزہ اور غیر معجزہ مین فرق اتنا ہے کہ جو معلومات نظام خلقی کے قواعد عامہ کے موافق ہوتے ہین انکو ہم فطرت کہتے ہین اور جو اس ترتیب عام سے خلاف ہو انکو معجزہ کہتے ہین مثلاً رات دن کا ہونا اور تغیر ایام اور پتون کا سرسبز ہونا اور گرمی پڑنا اور دریاؤن اور دریا کا بہنا بخارات کا اٹھنا۔ سب باتین فطرت کے مقرری قواعد کے موافق ہوتی رہتی ہین یعنی انکا ہمیشہ ایک ہی ترتیب سے جاری ہے جس سے خدا کی قدرت کہ وہ جہان کا محافظ اور ناظم ہے ظاہر ہوتی ہے اور معجزات مثلاً مسیح کا مردون کو جلانا اور پانچ جو کی روٹیون اور تھوڑی سی مچھلیون کو اسقدر بڑھا دینا کہ پانچہزار آدمی کھالین اور بہت بارہ ٹوکرے بچ رہین (یا محمد رسول اللہ صلعم کا ابوطلحہ کی دعوت مین ایک روٹی سے ستر یا اسی آدمی کو رجا دینا۔ اور حدیبیہ کے دن ایک چھوٹی سے برتن کے پانی سے پندرہ سو آدمی کو وضو کرا دینا) یہہ سب کام تجربہ کے برخلاف اور طاقت بشری سے باہر ہین اور یہہ خدا کی قدرت کے غیر معمولی عمل ہین اور اسیواسطے معجزات کہلائے اور کبھی خلقت کے عام ترتیب

سی بھی معجزات ملے ہوتے ہین۔ یعنی خدا کو اختیار ہے وہ جو چاہے تو انہین چیزون سے جو موافق تقرری قاعدون کے معمولی نتائج پیدا کرتی ہین دفعتہً ایسے نتائج ظاہر کردے کہ جو معمولی نتائج سے بالکل مختلف ہون مثلاً موسیٰ نے دریا پہ ہاتھ بڑہایا اور خدا و تعالےٰ نے سبب بڑی مشرقی آندہی کے تمام رات مین

† یہہ مصنف کی رائے ہے جو عیسائی مذہب ہے اہل اسلام کا اس مقدمہ مین یہہ اعتقاد کہ یہان غیر معمولی وغیبی طور سے کام لیا گیا ہے خدا نے موسیٰ کو حکم کیا کہ اپنی لاٹھی دریا کو مار اُس نے لاٹھی ماری تو دریا پھٹ گیا اور پانی کے ٹکڑے ہوگیا اور ہر ایک ٹکڑا پانی کا پہاڑ کا سا ہوگیا پس موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھ والے اُن دروں سے نکل گئے اور فرعون اُنہین پہنچا تو وہ معہ لشکر غرق ہوا۔

واوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم وازلفنا ثم الاخرین وانجینا موسی ومن معہ اجمعین ثم اغرقنا الاخرین وان ترک البحر رھوا انھم جند مغرقون (دخان ۱۶)	

جناب خان صاحب بہادر اس مقدمہ مین ایسی ہی چال چلے ہین جو اہل اسلام کے موافق ہے نہ عیسائیون کے آپ بصفحہ ۹۹ وغیرہ تفسیر عزیزی کی فرماتے ہین کہ وہان چلتا دریا نہ ٹہر گیا تہا اور نہ پھٹ گیا تہا اور نہ اُس کا پانی خشک ہوگیا تہا۔ بلکہ وہان سمندر مین مدوجزر ہوا تہا جسکو ہندی مین جوار بہاٹا کہا جاتا ہے جب حضرت موسیٰ پہنچے تو جزر یعنی پانی اُترنے کا وقت تہا اسلیے وہ پار اُتر گئے۔ جب فرعون پہنچا تو مد آگیا اسلیے وہ غرق ہوا۔ یہان معجزہ خلاف عادت نہین ہوا۔ اسکا جواب ہمارے مولوی سید الطاف حسین صاحب نے رسالہ کشف دا ذمین جو صاحب بہادر کے تاریخی حالات مین مرقوم ہے خوب ادا فرمایا ہے اس مقام مین اُسی کا نقل کرنا کافی ہے آپ فرماتے ہین۔ بہت تعجب و نہایت افسوس ہے کہ مفسر موصوف نے مدوجزر کا نام تو سن لیا مگر ابہی شاید یہہ معلوم نہین کہ جزر کی حالت مین سمندر ایسا پایاب کبہی نہین ہوسکتا کہ فوج پار ہوجاوے۔ وان پانی پہیلا ہوسکر جاتا ہے دار پار ہونیکے قابل نہین ہوسکتا۔ اور پہر اس قدر جلد اترنا تو بدرجہ کثیر کا نہایت مشکل ہے علاوہ ازین دلدل بہت رہ جاتی ہے اسلیے وہان کو اترنا پانی سے بہی زیادہ دشوار و بعجوبہ محال ہے۔ سنا ہے کہ یہہ باتین صاحبزادہ لا مذہب سے سنی سنائی ہین جغرافیہ بھی نہین جو بے سند پیش فرمایا ہے اس سے بجز جغرافیہ دانی سابق اور کچھ ثابت نہین ہوسکتا ہے۔ ہمیں ماننا کہ سمندر کی حالت مختلف رہتی ہے پہلے اسکا ثبوت بخوبی دو کہ ان مقام خاص ایسی حالت بجز قدیم کی تھی

دریا کو چلایا اور دریا کو سکھا دیا اور پانی کو دو حصہ کیا - دیکھئے کہ پانی کے قدرتی کشش جو اسفل کیطرف ہے اُسوقت مین شدت طوفان اُس کشش کی مانع ہوئی - پس یون کہنا چاہئے کہ خلقت کے ایک قاعدے پر دوسرا قاعدہ دفعتہً غالب آگیا نہ یہہ کہ کوئی امر خلاف قاعدہ فطرت ہوا یا ہمیشہ اسکے معجزہ ہونے مین کچھہ کلام نہین وہ ایسا صریحی اور حقیقی ہوا کہ گویا خدا نے بلا علاقہ عام قوانین فطرت یعنی اُن قاعدون کو توڑکر وہ معجزہ دکھلایا پس بلاشک ہم نہین کہہ سکتے کہ وہ امر خلاف قواعد فطرت ہوا شاید وہ فعل کسی اور قاعدہ نامعلومہ کے مطابق جسکو ہم آدمی نہین جانتے وقوع مین آیا ہو الغرض معجزون کی تصریح مینے اِس مقام پر اسوجہہ سے کی ہے کہ خاص اعتراض معجزون پر صحیح معنون کے سمجھنے

اور اتنی ہی دیر مین مدآگیا جو لشکر فرعون ہو گیا - تعجب کہ انہین نہ معلوم ہوا حالانکہ اِس قدر جلد کیا رگی مدوجزر نہین آسکتا - یہہ کشش تو جون جون چاند گھٹتا بڑہتا ہے اُسی قدر دو دو ہفتہ مین ہوتی جاتی ہے سمندر کے پانیکا اُتار چڑہاؤ اسقدر جلد آناً فاناً مین نہین ہوتا اور راستہ صاف ہونا تو کیسا - اب کوئی تاریخ خاص کسی موٴرخ نامی کی ایسی لائے جس سے کمال ہیئت دانی بھی ثابت ہو کہ وہ بدون اختلاف بدرہتا - **راقم** کہتا ہے بطلان تاویل سراپا تسویل جناب پر اور وجوہات بھی شاہد ہین جنکا بیان ہم کسی مستقل تحریر مین کرینگے - **بیحد** بڑی **قوی** وجہہ ہے کہ اگر یہہ مدوجزر ہوتا تو فرعون اور اسکے تمام ارکان دولت و عامہ خلائق کو معلوم نہ ہوتا - ؟ کیا یہہ **تعجب** کی بات نہین ہے ؟ کہ حضرت موسیٰ (جنہون نے حضرت شعیب کی بکریان چرائین ایک مدت عمر بسر کی اور علوم و تجارب دنیاوی سے انکو خبر پوری نہ تہی) مدوجزر کو جانین اور فرعون جو وقت کا بادشاہ تہا اور کمالات دنیاوی مین یہہ دعوی رکہتا تہا کہ داء الوہیت سیکھ چکا اِس سے بے خبر رہے اور یہہ نہ سوچے کہ وقت عبور موسیٰ تو وقت جزر تہا اب وقت مد آگیا ہے اسمین میرا پار اترنا کہان ممکن ہے -

ایسا ہی قوم موسیٰ سے (جنمین بہتیرے معمر دنیادار و تجربہ کار بہی تہے) **تعجب** ہے کہ وہ بہی وقت جزر کو نہ جانے - لشکر فرعون اور دریا کو دیکھتے ہی پکار اُٹہین کہ بس ہم تو پکڑے گئے پہر حضرت موسیٰ کے صرف اتنے ہی کہنے پر کہ میرا رب میرے ساتہ ہے مطمئن ہو گئے -

اڈیٹر -

فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیھدین -

(شعرا ۶۱ - ۴)

سے ہے مثلاً بعضی یہہ اعتراض کرتے ہین کہ جب قوانین فطرت خدا کے بنائے قوانین ٹھہرے تو پھر ہمین تغیر و تبدل یا کسیطرح کی اصلاح کیونکر ممکن ہے یعنی خدا اپنے قانون کو آپ نہین توڑتا پس معجزہ ہونا غیر ممکن ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ واقع مین خلقت کیواسطے کچھہ قاعدے مقرری پائے جاتے ہین جنکو ہم قواعد فطرت کہتے ہین اور وہ بیشک خدا کے مقرر کئے ہوئے ہین لیکن نفس قواعد پر غور کیجاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالذات کچھہ قدرت نہین رکھتے کہ کسی نتیجہ کو پیدا کرسکین وہ تو صرف نام ہے اُس طریقہ عام کا جو خدا نے اپنے جہان کی محافظت کی اور طرطرح کے تغیرات کیواسطے مقرر کیا ہے یہہ دعوی کہ وقوع معجزے کا غیر ممکن ہے اسواسطے کہ قوانین فطرت منسوخ نہین ہوسکتے غلط بنا پر ہے معجزہ کسیطرح مخل قانون نہین ہے تاہم اسکو ہم خود تسلیم کرتے ہین کہ جن معجزات کا ذکر کتب مقدسہ مین پایا جاتا ہے اُنکے وقوع سے قوانین عامہ فطرت مین کسیقدر روک ہوگئی ہے جس سے خدا کی قدرت اور بھی زیادہ صفائی سے ظاہر ہوئی - اگرچہ فطرت کی ترتیب مین ذرا سا فرق آگیا اور اس قسم کے اختلاف کو ہمین فطرت کے عام قواعد سے مخالفت ہو نسخ قوانین فطرت کسیطرح نہین کہا جاسکتا - مثلاً مرغی کے بچون کو دیکھو کہ عام قاعدہ اُنکے پیدا ہونیکا یہہ ہے کہ انڈے مرغی کے تلے رکھے جاتے ہین وہ چند ہفتون معینہ تک اُنکو سیتی ہے یہان تک کہ بچہ نکل آتے ہین لیکن آجکل بغیر مرغی کے تنورین انڈون کو مدت معینہ کی گرمی پہنچاکے بچے نکالے جاتے ہین تو یہہ طریقہ جدید خلقت کے عام قاعدہ سے بیشک مختلف ہوا - لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ خلاف قاعدے کے ہوا یا اسمین نسخ قوانین فطرت لازم آیا - اسیطرح گرم ملکون مین گرمی کے موسم مین پانی کا جمنا فطرت کے عام قاعدے کے خلاف معلوم ہوتا ہے تاہم آدمیون نے ایسی کلین نکالی ہین جن سے بذریعہ چند مصالحون کے گرمی کے موسم مین برف جمایا جاتا ہے اب اسکو کون کہہ سکتا ہے کہ خلاف قاعدہ ہوا اس تشریح سے میرا یہہ مطلب نہین ہے کہ جو فعل انسان سے ہو معجزہ ہے یعنی گرمی پہنچاکر انڈون سے بچے نکالنا یا گرمی مین برف جمانا یہہ بھی معجزہ ہوا نہ یہہ مطلب ہے کہ یہہ مثالین مسیح اور اُسکے حواریون کے معجزون سے مشابہت کلی رکھتی ہین کہ خدا جو تمام خلقت کا خالق اور تمام قوانین کا واضع ہے اسکو اپنے سب قوانین اور افعال کا اختیار کلی ہے اور اسی سبب سے وہ ایسی عجیب باتین

جو طاقت انسانی سے باہر ہون دکھلا سکتا ہے اور ایسے عجیب افعال کو ہم اپنی اصطلاح مین معجزات کہتے ہین ۔ ہمارا مطلب اوپر کی تشریح سے صرف اسیقدر ہے کہ جبکہ آدمی گرمی پہنچا کر پنے نکالنے اور گرمی مین برف جما نیسے فطرت کی عام ترتیب مین تغیر کرتا ہے تو خدا نے اگر اپنی قدرت کو فطرت کی عام ترتیب کے موافق نہ استعمال کیا بلکہ کسی خاص و عجیب طور سے یعنی معجزانہ طور پر ظاہر کیا تو کیا استحالہ لازم آتا ہے اگر آدمی مقررہ طریقہ کے بدلنے سے قوانین فطرت کا توڑنے والا نہین ٹھہرتا بلکہ اور اسکی عقلمندی ظاہر ہوتی ہے تو خالق بھی اپنی عام ترتیب کے بدلنے سے توڑنے والا نہین ہو سکتا بلکہ اُسکی دانائی ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ آدمی کے واسطے کچھ ضرور نہین کہ جو فعل اُس سے سرزد ہو بعینہٖ اُسی قاعدہ فطرت کے موافق ہو کہ جسکے خلاف نہ پڑے بلکہ صدہا افعال انسان سے ایسے وقوع مین آتے ہین جو عام قاعدہ سے بہت مختلف ہوتے ہین تو اسیطرح خدا جو واضع حقیقی ان سب قانونوں کا ہے اُسکے واسطے تو بطریق اولیٰ کچھ ضرور نہ ہوگا کہ سب بعینہٖ اُسی عام قاعدہ کے مطابق کرے پس مطلب یہ ہے کہ خدا جو سب کا مالک ہے گو کیسی ہی غیر محدود قدرت رکھتا ہے اور گو کیسی ہی دانائی اور پاکی اُسکے معجزات سے ظاہر ہوتی ہے اور طریقہ قدرت مین تغیر ہوجاتا ہے لیکن قانون وہی رہتا ہے وہ کبھی نہین ٹوٹتا ہے جیسے آدمی اپنی قدرت خلقت مین قوانین مقررہ سے مخالف طور پر ظاہر کرتا ہے اور پھر بھی نسخ قانون نہین کہلاتا ۔ اسیطرح ممکن ہے کہ خدا بھی اپنی قدرت کاملہ سے اور طور پر اپنے قواعد عامہ جیسے اب نظم و نسق جاری ہے اُن کے سوا اور کسی صورت سے ظاہر کرے اب ہمین اسی بحث پر کہ کتب مقدسہ کے معجزات کو مطابقت دینا چاہیے جس حالت مین کہ انگور درخت سے مے بنتی ہے یہ سمجھنے خدا کی قدرت سے پانی سے شراب بنادی تو عام طریقے سے ذرا جدا ہوا اسی طرح پانچ روٹیون سے کئی ہزار آدمیون کو سیر کر دینا یہ بھی قدرت خداوندی کے نئے طور پر کام مین لانے ان دونون صورتون مین اُس نے دفعتاً اُسی کام کو کر دیا جو موافق قاعدہ عام بہت آہستہ اور دوسرے طور پر وقوع مین آتا جسطرح عرق انگورون مین پہنچتا اور پھر اُس سے انگور شیرہ ہوتے اوپھر اُس سے شراب بنتی اُس نے دفعتاً ایسا کر دیا کہ پانی کی شراب ہوگئی ۔ علیٰ ہذا القیاس روٹی کو سمجھ لو۔

پس پیدا کرنیوالی قدرت کو اس نئے طور کی قدرت سے وہ ہی نسبت ہی جو بڑے کو چھوٹے سے یا کل کو جزو سے ہوتی ہے۔ ان صورتون مین قدرت کا قانون کہ مراد اُس سے صرف اُس پیدا کرنیوالے کو اپنی بے انتہا دانائی اور الوہیت کے مطابق ظاہر کرنا ہے خواہ عام طریقہ پر یا خاص طریقہ سے ہو نہین لوٹتا پس خدا کے قانون کی نسبت یہہ گمان کرنا کہ سوائے اُن عام قاعدون کے اور کوئی صورت اُسکی تاثیر کی نہین صحیح نہین ہے تو ایسا ہوگا جیسے کوئی طالب علم اپنے اُستاد سے صرف ایک دو سبق پڑھکے اُسے ازماوے یا یہہ شیخی مارے کہ مجھے اُسکے سب ہنر آگئے ہین اگر ثابت ہو جاوے کہ فطرت چند پوشیدہ اور محدود علتون اور معلولات کی جو ہمیشہ تک ایک رہینگی پابند ہی تو لازم آویگا کہ مذہب بلکہ شان رزاقی خدا کی بھی باطل ہے اور حقوق انسانی محفوظ ہوگا اور خدا کی بندگی اور نماز حماقت ہو لیکن یہہ خیال خلاف جمہور ہی اسکو کوئی بھی صحیح نہ کہیگا پس امکان معجزات کا انکار سخت الحاد ہے خدا کی ذات ہر طرح پر اپنی خلقت سے اعلیٰ اور اول ہے اور جیسی اُسکی ذات اعلیٰ ہے ویسی ہی اُسکی قدرت بھی ضرور ہے کہ اعلیٰ ہو۔ اور جیسی اُسکی قدرت قدرت انسانی سے بڑھکے ہے ویسے ہی اُسکے افعال بھی برتر ہونا چاہئے۔ پس اُسکی قدرت کا انکار کرنا یعنی یہہ کہنا کہ وہ ترتیب قوانین فطرت نہین بدل سکتا ہے اسکو انسان کے درجہ سے بھی گرا دینا ہے۔ اسواسطے کہ انسان ہر وقت مین یہہ قدرت رکھتا ہے کہ قواعد فطرت مین مداخلت کرے اور چاہے تو اُنکے نتائج بدل دے مین کہتا ہون کہ ایک ذرا سے بچے مین یہہ قدرت ہی کہ قواعد فطرت کی ترتیب مین فرق ڈالکر مختلف نتائج پیدا کرے مثلاً فرض کیجئے کہ کوئی لڑکا باغ مین کھیلتے ہوئے کوئی اچھا پھول دیکھے اور اسکو توڑکے گھر لیجاوے اور اسکو قدرتی میدان سے جدا کرکے پھر پھینکدے تو وہ پھول شاخ سے جدا ہونیکے سبب جلد آفتاب کی گرمی سے مرجھا جائیگا اگر ذرا سا بچا تو یقیناً قانون فطرت کے موافق زیادہ دنون تک اُسکی تروتازگی اور خوشبو قایم رہتی ہے۔ دیکھئے ایک بچہ مین یہہ قدرت ہی کہ مختلف نتیجہ پیدا کر دیا۔ پس جبکہ قانون فطرت ایسا معین نہ ٹھہرا بلکہ ایک بچہ مین یہہ قدرت ہی کہ اُسکی ترتیب بدل سکتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ خدا جو سب سے اعلیٰ اور اول ہے نہین بدل سکتا ہے یا نہین بدلتا ہے علم و تجربہ

سے دریافت ہوتا ہے کہ خدا نے ترتیب خلقت ضرور بدلی ہے خود کرہ زمین سے یہہ بات ظاہر ہے کہ وہ دفعتاً اسی ایک صورت مین نہین پیدا ہوا بلکہ رفتہ رفتہ مختلف ترتیبون سے حالت موجودہ کو پہنچا ہے چنانچہ یہی علم جمادات سے معلوم ہوتا ہے ایک نوع کی چیزون کا پیدا ہو جانا پھر اُس سے نئے نئی طرح کی مخلوق کا ہونا اور اس نئی مخلوق کی طبیعتون کے مناسب آب و ہوا کا بدل جانا چونکہ یہہ سب باتین ایسی ہین کہ مقرری قواعد نہین ٹھہر سکتے ہین بلکہ خلاف ترتیب مقرری ہین اسواسطے یہہ سب گویا کہ اتنے بہت سی نوع بنوع کے معجزات ہوئے طبقہ زمین کی چٹانین جو نوبت بنوبت بنی ہین حقیقت مین تمام معجزات ہین جو کتب مقدسہ کے معجزات سے بھی زیادہ ہین انبیاء اور حواریون نے جس قدر معجزات بیان کئے ہین وہ کچھہ اُن واقعات سے جو زمین کے معدنیات مین گذرے ہین زیادہ نہین ہین - علم جمادات سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آب و ہوا مین اور اُس آب و ہوا کی وجہہ سے جانورون کی حالات مین بڑا تغیر واقع ہوا ہے - گرم ملکون کے جانورون کے بقیے سرد ملکون مین پائے جاتے ہین - خلقت مین بہتیری ایسے چیزین ہزارہا برس قبل اس قانون مقرری کے بموجب اس وقت کے مناسب پیدا ہوئی ہونگی اگر وہ چیزین دفعتاً ہمارے سامنے ظاہر ہون تو ہم اُنکو ضرور معجزہ کہین قطع نظر اسکے ممکن ہے کہ بہتیرے عالم ہون جنمین قوانین فطرت بعینہٖ وہی ہون جو اس دنیا مین معجزات کہلاتے ہین - پس اگر خدا اُن عالمون مین اپنی قدرت اس طور پر ظاہر کرے جیسے اس دُنیا مین ہے تو البتہ وہان کے رہنے والے متحیر ہو جاوین اور اسکو معجزہ کہین کیونکہ اُن کے نزدیک وہ بالکل نئی اور عجیب معلوم ہوین پھر جن باتون کو ہم معجزات کہتے ہین ممکن ہے کہ وہ قواعد فطرت کے مطابق ہون جنکو خدا نے اپنی دینی حکومت کی خاص مصلحتون کے واسطے مقرر کیا ہو جو مدتون کے بعد بوقت ضرورت وقوع مین آتی ہون لڑائی کے قوانین سے ہمارے اس بیان کی اچھی طرح تشبیہ ہو سکتی ہے مثلاً جب ملک مین صلح اور امن و امان ہوتی ہے تو ہر کام موافق قواعد مقررہ کے ہوتا ہے اور جب کوئی ہنگامہ برپا ہو تو صلح کے قوانین جاتے رہتے ہین اور مختلف قاعدے اور نئے نئے ضوابط مقرر کئے جاتے ہین تسپر بھی نفس قواعد جیسے صلح مین تھے ویسے ہی اسوقت مین کچھہ نہ کچھہ ضرور ہوتے ہین

اسواسطے لایق اعتبار نہین جواب دیتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ دوسرا اعتراض پہلے ہی پہل ایک بڑے مشہور ملحد ہوم صاحب نے کیا ہے اُسکے بعد اورون نے اسکی تقلید کی ہے غرض وجوہ خاص اس اعتراض کے جو ہین اُنمین پہلی وجہ یہہ ہے کہ معجزہ مستلزم نسخ قوانین فطری ہے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ چونکہ وہ خلاف تجربہ ہے صرف گواہی سے اُسکا ثبوت نہین ہوسکتا ہے بلکہ اس صورت مین معجزہ کے یقینی جاننے کی نسبت گواہی کا باطل سمجھنا زیادہ یقینی ہے اس اعتراض کا جواب جہانتک نسخ قوانین سے تعلق رکھتا ہے ہمنے پہلے ہی دیدیا ہے یہہ دعوی سرے سے ہی غلط ہے ہم نے خوب ثابت کردیا ہے کہ جسکو لوگ غلطی سے منسوخ ہونا کہتے ہین وہ درحقیقت منسوخ ہونا نہین ہے بلکہ وہ صرف تغیر ہیئت ادنی کا اعلی کیطرف ہے کیونکہ جس حالت مین معجزہ قوانین مقررہ کو بالعوض توڑ دیتے اور زیادہ قایم کرتا ہے اور تقویت دیتا ہے تو یہ اعتراض کہ وہ نسخ قوانین فطرت ہے خود بخود باطل ہوجاتا ہے۔ رہا یہہ امر کہ معجزہ کے یقینی جاننے سے گواہی کا باطل سمجھنا آسان ہے سو اسکے جواب مین یہہ ضرور سمجھنا چاہیے کہ معجزات کسی عام شہادت سے ثابت نہین ہوتے بلکہ خاص طرح کی شہادت سے ہم خود کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ بعضی گواہی غلط ہو لیکن یہہ نہین ہوسکتا کہ ہر طرح کی گواہی ایک قوم غلط ہو کیونکہ بعض قسم کی گواہیان ایسی بھی ہین کہ غلطی سے قریب بالکل خالی ہین یہانتک کہ ہم کہہ سکتے ہین کہ یہہ امر انمین ممکن نہین †۔

نمبر ۲

نیچر اور اسلام

آنریبل صاحب بہادر نے یہہ بھی دعوی کیا ہے کہ اسلام نیچر ہے اور نیچر اسلام اسمین دو وجہ سے بحث ہے اول یہہ کہ نیچر کوئی چیز مشخص و منضبط جسمین تغیر واقع نہو نہین ہے اور اس کا کوئی عام رول دکلی قانون نہین ہے پھر وہ اسلام یا اور مذہب حق جس کا انضباط و پایدار ہونا ضروری و مسلم ہے کیونکر ہوسکتا ہے حکما انگلستان سے بعض لوگون نے کہا ہے

† اس سے مراد وہ شہادت ہے جو تواتر سے ثابت ہوا سکا یقینی اور صادق ہونا مطالب عالیہ وغیرہ کتب کلام مین مدلل

اور آرام اُٹھاتے اور کہانا کہاتے ہین اگر کوئی ضابطہ یا قانون ایسا نہ ہوتا جسکے مطابق دُنیا کا نظم و نسق جاری ہوتا تو بیشک معجزہ کا بھی وجود نہ ہوتا ہر امر بے قاعدہ ہوتا جسکی وجہ سے کوئی مذہب بھی ثابت نہوتا اسواسطے کہ وجود ایمان کا اُسوقت مین غیر ممکن ہوتا اگر آدمی پہلے سے فطرت کے قواعد مقررہ کے ادنی صورتون پر کاربند نہوتا تو کسی چیز پر اسکا اعتقاد اور بھروسہ نہو سکتا۔ بلکہ اُس وقت مین تمام مذہبی باتین اور ذہنی نتایج اور تمام عجیب عجیب کام جو خدا دکھلاتا ہے سب کے سب اتفاقی سمجھے جاتے یعنے لوگ یہ سمجھتے کہ اتفاق سے ہوگئے پھر کبھی نہین وقوع مین آوینگے نہ کوئی خاص غرض انسے ہے۔ پس نظر بوجوہ بالا یہہ دعوی ہمارا کہ باوصف مقرر ہونے قوانین فطرت کے وقوع معجزہ کا ممکن ہے بلکہ یہی قوانین مقررہ امکان معجزہ کی دلیل ہے یعنی خاصکر انہین معجزون کے ممکن ہونیکے واسطے قوانین فطرت مقرر کئے ہین نہایت صحیح ہوگا۔ انسان کا دینی اور ابدی نفع دُنیا کے ہر کام پر کہ چند روزہ ہے بیشک مقدم ہے حیات ابدی کے مقابلہ مین دنیا کی تمام نعمتین اور برکتین کچھہ بھی حقیقت نہین رکھتی ہین اور درحالیکہ یہہ ساری نظم و نسق فطری ہماری دُنیاوی حیات کے لئے کارآمد ہین تو ظاہر ہے کہ دین کے واسطے تو بطریق اولی مفید ہونگی اسی سبب سے معجزہ کا ہونا ہی اگرچہ فطرت کا بندوبست مقرری ہی ہے ممکن ہے بلکہ امکان معجزہ کا اسی لئے ہوا کہ فطرت کے قواعد مقرری ہین۔ پس اگر مذہب آدمی کیواسطے سب سے عمدہ چیز ہے تو کیا یہہ ضرور نہین کہ وہ اور چیزون کی نسبت زیادہ مقرری ہو اظاہر ہے کہ تمام ادنی درجہ کی مخلوق اعلی مخلوق انسان کے تابع ہین۔

الغرض معترضون کا پہلا اعتراض جو ہے کہ فطرت کے قوانین مقرری ہین اسوجہہ سے وقوع معجزہ کا غیر ممکن ہے کیونکہ خدا جو قدیم و غیر متغیر ہے اپنے قوانین کو آپ نہین بدل سکتا۔ اُسکا جواب جیسا کہ اوپر گذر اوپکا اور یہہ ثابت کرکے کہ معجزہ نسخ قانون نہین بلکہ اُسی قانون فطری کی ادنی صورتون کی ہیئت مین کر دینا معجزہ کہلاتا ہے جس سے نفس قانون کی خوبی اور بڑہجاتی ہے اور یہہ ثابت کرکے کہ وقوع معجزہ کا جس بنا پر غیر ممکن سمجھا گیا تھا اُسی بنا پر ممکن ہے یعنے اگر خلقت کیواسطے کچھہ قاعدے مقرر نہ ہوتے تو معجزہ کیونکہ ہوتا۔ اب ہم دوسرے اعتراض کا یعنے یہہ کہ معجزہ کا ثبوت یقینی نہین

تو اسوقت مالک مال کی رضامندی یا عدم رضامندی کا کچھ خیال نہین کیا جاتا اگر وہ بخوشی نہ دے تو بہ جبر لیا جاتا ہے - نوعی فایدون کے سامنے شخصی فایدون کا کچھ لحاظ نہین کیا جاتا - اسواسطے کہ کل ملک کا نفع ایک شخص کے نفع پر مقدم ہے پس اگر مال کے نفع پر عقل کا نفع مقدم سمجھا جاتا ہے یا عقل و ذہن کے حقوق ضمیر کے حقوق کے مقابل ملحوظ نہین ہوتے ہین یا شخصی نفع کا نوعی کے سامنے خیال نہین کیا جاتا ہے تو اسکو کون خلاف قاعدہ کہیگا اسمین یہی ہوا کہ ادنی اعلی کی تابع ہوگیا گویا ادنی اعلی مین ملگیا یا یون کہنا چاہیے کہ نفع عام مین خاص بھی ضمنًا آگیا اگر یہہ امر وسیع طور سے لحاظ کیا جاوے تو عین منشاء قانونی کے موافق ہے اور جیسا یہہ قانون تہا ویسا اب بھی ہے جیسا ضرور ہے کہ شخص تابع ملک جسم تابع عقل اور عقل تابع اخلاق کے ہو ویسے علی ہذا القیاس خلق کے اور قوانین کا حال ہے کہ ادنی اعلی کے تابع ہے - جمادات تابع حیوان کے اور حیوان تابع انسان کے اور اغراض دنیوی محکوم دینی کی ہین - ایسا ہی اگر خدا تعالی نے روحانی و اخلاقی اصول قایم کرنیکے لئے کسی جسمانی قانون کو بدلا مردون کو جلایا یا اندہون کو صرف مسیح کے ہاتھہ لگانیسے بصیر کردیا تو اس سے صرف اتنا ہوا کہ اُسی قدرت الہیہ کی معمولی صورت کو جو ادنی مین پائی جاتی تہی آدمیون کی اعلی زندگی کے واسطے بدل دیا - اسمین اُس نے اپنے قانون کی اعلی صورتون کو بڑہایا اور ادنی کی فیاضانہ اور بجائز استعمال سے گویا اپنے قانون کو عزت بخشی - یہہ ظاہر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عام قانون فطرت معجزہ سے ٹوٹ گیا تاکہ روح کا اعلی قانون قایم رہے لیکن یہہ ظاہری نسخ اسکی حقیقی حفاظت کیواسطے نہایت ضروریات سے تہا اس سے کوئی نہ چھوٹا ہمین قوانین مقررۂ فطرت سے انکار ہے ہماری تسلیم فقط یہہ ہے کہ ادنی درجہ کے قانون کی ظاہری صورت کو اعلی سے بدل دینا قوانین فطری کے عین موافق ہے - ہمارا اقرار ہے کہ ایسے قواعد کا مقرر ہونا حیات انسانی کے واسطے ضروریات سے تہا اگر طلوع اور غروب آفتاب کا کوئی وقت مقرر نہ ہوتا جیسا اب ہے اور موسم و فصل کی کچھہ قید نہ ہوتی اور بیجون کا اپنے اقسام کے پہل لانا ضروری و یقینی نہ ہوتا تو کیسی مصیبت کی حالت مین ہم بنی آدم ہوتے - اسی مقرری طریقہ کے سبب ہم اپنی زندگی کے حالات کا حساب کرسکتے ہین اور ٹہیک وقت پر کام کرتے

صرف اتنا ہے کہ ہیئت قاعدہ کے وقت مناسب بدل دی جاتی ہے لیکن یہہ بھی یاد رہے کہ خدا کا قانون محض جسمانی ہی نہین ہے یعنی حیوانات و نباتات کے طریقہ تمدن پر ہی موقوف نہین ہے بلکہ اس سے عمدہ اور اعلیٰ قانون ہے اور جیسے قوانین خلقت تمام دنیا کے واسطے ہین یہہ اعلیٰ قوانین تمام بنی آدم کیواسطے ہین یعنی مطلب یہہ ہے کہ جیسے جسم کیواسطے کچھہ قاعدے معین ہین ویسے ہی عقل اور اخلاق کیواسطے بھی کچھہ قاعدے پائے جاتے ہین جن سب کا ایک نام الہیات مقرر کیا ہے۔ لیکن ان سب قوانین روحانی اور جسمانی کی نسبت اگر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل یہی نہین ہین بلکہ یہہ تو اُس کل کا صرف جزو ہین خدا کے قاعدے اور مخلوقات اس قدر بیشمار ہین کہ ہماری قاصر عقل اندازہ نہین کرسکتی ہے اور اگر یہہ بھی فرض کرلیا جاوے کہ اسکے سب قاعدہ جہان تک ہمکو معلوم ہین ایک ہی ہین اُسوقت ہین بھی ظاہر ہے کہ درجے اُنکے مختلف ہین مثلاً جو عقل و اخلاق سے علاقہ رکھتے ہین وہ قواعد اجسام سے مختلف ہین یعنی اعلیٰ ہین چونکہ روح ذہن سے افضل ہے اسواسطے جو روحانی قاعدے ہین یعنی صفائی قلب سے علاقہ رکھتے ہین ضرور ہے کہ ذہن و عقل کے قاعدون سے بڑھکر ہون۔ اب سوچیے کہ اگر اعلیٰ کے جاری کرنیکیواسطے ادنیٰ کی کچھہ صورت بدل دی جاوے تو کیا قباحت ہوگی اور اسکو کون نسخ قوانین فطرت کہیگا کبھی لفظ ادنیٰ کا نہین ظاہر کرتا کہ وہ اعلےٰ کا تابع و خادم ہے جیساکہ تربیت الٰہیہ سے ظاہر ہے آدمیون کو ہی دیکھہ لو کہ جسمی نفع کا اگرچہ ناروا بھی ہو روحانی نفع کے مقابلہ مین کچھہ خیال نہین کرتے ہین مثلاً دیکھو عام تعلیم کیلئے طرح تمام شہریون سے خرچ مدرسہ کا لیا جاتا ہے اس صورتمین عقل دولت کی حاکم ٹھہرتی ہے یا فرض کرو کہ ہم اپنے لڑکے کو کسی جگہہ مدرسہ بھیجنا چاہین اور دیکھین کہ وہان دو مدرسے تعلیم کیواسطے مقرر ہین جنمین سے ایک مدرسہ مین بہت اچھی طرح علم ادب اور کچھہ مشہور دینیات ناقص طور پر سکھلائے جاوے اور دوسرے مین خاص دینیات کو کہ اور علوم کا بندوبست اچھا نہو سکھائی جاتی ہو تو ظاہر ہے کہ دینیات کے مدرسہ کو ترجیح دینگے اور اول کو اسکے سامنے محکوم سمجھینگے اسی طرح خیال کیجیے کہ قانون ملکی یہہ ہے کہ رعایا کے مال و اسباب کی محافظت کیجاوے کہ جس طرح رعایا چاہے اُس سے نفع اُٹھاوے لیکن جب سرکار کو کسی عام قاعدے کیواسطے ضرورت دیہہ کی پڑے

مضمون محترم الہ آبادی

اسلام نیچر ہین نیچر اسلام نہین

آنریبل سید احمد خانصاحب بہادر سی ایس آئی نے تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۵ دیقعدہ ۱۲۸۵ھ مین اسبات پر زور دیا ہے کہ اسلام فطرت ہی اور فطرت اسلام ہے۔ اسمضمون کے لکھنے سے آپنے خود بھی وہ کہا کہا یا اوروں کو بھی دیا۔ ہم آپکی خاطر سے اس آرٹیکل کے بابت قولاً قولاً بحث کرتے ہین تاکہ اُن کو اور دوسرے ناظرین کو فایدہ ہو **قول** اگر نیچری ہونیمین بجز اسکے اور کچھ نہین ہے کہ موجودات عالم اور اُنکے باہمی تعلقات پر اور اُن تعلقات سے جو نتایج پیدا ہوتے ہین الخ۔ **اقول** خدا کی حکمتون اور قدرتون کو غور کی نظر سے دیکھنا اور اُن سے خدا کے وجود پر استدلال کرنا بیشک مناسب اور ضروری ہے اس سے کسیکو انکار نہین لاکن اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ہم اپنے آپ کو نیچری کے نام سے موسوم کرین خدا نے قرآن مجید مین اپنی قدرتون اور حکمتون پر غور کرنیکو کہا ہے اور عقل بھی اُسکو مستحسن خیال کرتی ہے مگر انہی قدرتون کو ایک دین اور مذہب قرار دینا کم فہمی ہے کیا اگر کوئی بادشاہ کسی اپنے غلام کو حکم دے کہ تو میری

† اس قول کا نتیجہ یہ ہی "ان پر غور کیجاوے اور انکی دلالت اور ہدایت سے انکی صانع کا یقین کیجاوے کیونکہ موجودات کی صنعت اسکی صانع پر دلالت کرتی ہے اور جس قدر زیادہ اور کامل علم صانع کا ہوتا ہے اُسیقدر صانع کی معرفت کامل ہوتی ہے" تو شرع مین نیچری ہونیکی ہدایت ہے۔ خدا نے قرآن مجید مین فرمایا ہے کہ "اولم ینظروا فی ملکوت السموت والارض وما خلق اللہ من شیئ۔ اس آیت سے صاف صاف نیچری ہونیکا حکم پایا جاتا ہے۔ پھر خدا تعالی نے ابراہیم کی نیچری ہونیکی بزرگی کو بتایا ہے جہان فرمایا۔ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض" پھر اس نیچری ہونیکی بزرگی کے بیان ہی پر بس نہین کیا بلکہ اسکا حکم ہی دیا جہان یون فرمایا کہ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت پھر ایک جگہ فرمایا الذین یتفکرون فی خلق السموت والارض علاوہ اسکے اس قسم کی بہت آیتین ہین جنمین نیچری ہونیکی ہدایت ہے۔ نیچر، جسکو خدا نے فطرت کہا اسلام کا دوسرا نام ہے۔

(ادیتہ واشاعۃ السنۃ)

بزرگی اور بڑائی کو میری خدم وحشم اور اسباب سے وزن کیا کرتو غلام پر لازم ہے کہ اُن خدم وحشم اور اسباب کو بادشاہ کے سارے احکام اور اصولوں کا مصدر اور منبع قرار دے۔ افسوس ہے کہ سید صاحب نے لفظ فطرت سے نیچری بننا تو سیکھ لیا مگر اور کئی ایک صریح آیات اور نصوص سے منکر ہو گئے حشر اجساد اور دوزخ وبہشت وغیرہ کی بابت صدہا آیتیں صادر ہو چکی ہیں اُن سے برابر اعراض اور انکار ہے خداوند کریم جو لوگوں کو اپنی صنایع اور حکم کے دیکھنے کیطرف توجہ دلاتا ہے اُس سے صرف اتنا ہی منشا ہے کہ انکو دیکھکر میری بزرگی اور حکمت اور قدرت کے قایل ہوں نہ یہ کہ انکو مصدر احکام الٰہی اور منبع اصول مذہبی سمجھ لیں فطرت کسی وجہ سے مرادف اسلام نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر ایک شے کی فطرت دوسری شے سے الگ اور جُدا ہے اور اسلام اپنے اصولوں اور احکام میں ایک ہی عورت اور پٹھری پر فاہم اور ثابت ہے غور سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت عموماً دو قسم پر منقسم ہے عامہ اور خاصہ عامہ وہ فطرت ہے جو ہر ایک نوع میں بالعموم پائی جاتی ہے جیسے انسانوں کا دو قدموں پر چلنا اور بہائم کا چار پاؤں پر۔ خاصہ وہ ہے جو ہر ایک فرد کے ساتھ مختص ہے سکاٹی صاحب کے قول کے بموجب فطرت عوارضات کی حدوث اور لحوق سے بدل بھی جاتی ہے جیسے درخت رنگترہ کی فطرت تو یہ ہے کہ اُس سے رنگترہ ہی پیدا ہو مگر مٹھیا کا پیوند کرنے سے میٹھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں جب فطرت کوئی خاص امر مشخص شے میں ہے یا کہ موجودات الٰہی کے خصائص طبعی اور عوارضات قدرتی کا نام ہے تو اسکو اسلام کا مرادف بنانا ایک کمزور خیال ہے سید احمد صاحب آیۃ کریمہ فاقم وجھک للدین حنیفا اپنے آپکو اور اسلام کو نیچری ثابت کرنے میں صاحب اگر خدا کی موجودات دین اسلام کے مرادف ہوتی اور پہاڑ دین محمدی کے اصولوں میں سے ایک دینی اصول قرار پاتا تو اس آیت کی تنزیل کی کیا ضرورت تھی لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ الخ خدا فرماتا ہے کہ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ خوف الٰہی سے لرزتے

† اسکی تفصیل بالتمثیل محقق پہاڑی کے مضمون نیچر کے ذیل میں ہے۔ اڈیٹر۔

‡ راقم نے اس بات کو بڑے زور وشور سے اشاعۃ السنہ نمبر ۳ و ۴ جلد ۱۳ میں ثابت کیا ہے جسکا جواب آجتک طرف ثانی نے نہیں دیا اور نہ کوئی آیندہ دے سکتا ہے۔ اڈیٹر۔

کہا جاتی۔ جب خیال جنکو سید احمد صاحب نیچر اور قرآن اور اسلام قرار دیتے ہین قرآن اور اسلام ہے تو پھر یہہ آیت جس سے صاف طور پر نیچر اور قرآن مین تمیز ہوتی ہے کیون نازل ہوتی پہاڑ تو قرآن اور اسلام کا مرادف تہا اُسکو خشیت سے کیا علاقہ اگر سید احمد صاحب کے اقوال کو صحیح مانا جاوے تو اس آیت کے یہہ معنی ہونگے اگر قرآن قرآن پر نازل کیا جاتا تو قرآن خشیت الہی سے کانپ جاتا کیا کوئی دانا آدمی ان معنون کو صحیح خیال کریگا ہرگز نہین۔ اگر ہم سید احمد صاحب کے بہروسہ پر اس امر کو مان بہی لین کہ اسلام نیچر کا مرادف ہی تب بہی بڑے بڑے ادق اور لاینحل اعتراضات اور خدشات سے پیچھا نہین چہوٹتا۔ فرض کرو کہ اسلام فطرت کا مرادف ہی اور فطرت ہر ایک شے کو حاصل ہے اور وہی فطرت اسلام ہے۔ اس سے قرآن کا نزول اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بہٹ لگتا ہے اس وجہ سے کہ جب ہر ایک شخص بجائے خود فطرت کی رو سے مسلمان ہے تو پھر قرآن کے نزول اور نبیون کی بعثت کی کیا ضرورت ہی کسواسطے کہ آپکے قول کے بموجب ہر ایک شخص کو فطرت حاصل ہی اور وہ ہی فطرت اسلام ہے قرآن کے نزول اور بعثت آنحضرت سے تحصیل حاصل لازم آتی ہے دوسرا خلف۔ دوسرا یہہ کہ ہر ایک شخص دین اختیار کرنیکی طرف راغب ہے چاہتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کے تحقیقات کو وزن کرکے پیرو بنے جب لوگون کی فطرت مین مذہب و دین داخل تہا تو پھر ایک انسان باوجود اس فطرتی خاصہ کے موجودگی کے دوسرون کی طرف کیون دوڑتا ہے لازم تو یہہ تہا کہ اپنی فطرت سے مدد لیکر نجات کا طالب ہوتا مگر اُسکی الٹی پیٹڑی جم جاتی ہے نہ تو اُسکو فطرت اس اضطراب کیوقت پہاڑ کیطرف رغبت دلاتی ہے اور نہ چاند سورج کیطرف سیدہا بزرگون اور نبیون کیطرف ہی چلتا ہے۔ اگر سید صاحب یہہ کہتے کہ انسان فطرت کی تقاضا سے ایک قانون الہی اور اقتدا ہی کا محتاج ہے تو شاید بن پڑتی۔ اسلام کے اصول اور احکام شخص اور حل شدہ ہین انمین کسی قسم کا نقص اور کمزوری نہین پائی جاتی فطرت سے اسلام کو نسبت دینا جاتی ہے مجہول الکیف ہی کسی حکیم اور نیچری نے آجتک باوجود شب و روز کی کوشش اور محنتون کے حقایق الاشیاء اور دقایق فطرت کو معلوم ہی نہین کیا حکیم **بارہ بتہولن** اور [illegible] کا قول ہے کہ حقایق الاشیاء کا حیطہ قدرت مین آنا ہے ناممکن اور محال ہے اس دلیل سے کہ [illegible]

کی حکمتیں اور قدرتیں دن بدن ترقی پکڑتی جاتی ہیں اور انسانوں کی عقلیں بشریت کے تقاضا سے اُنپر حاوی اور محیط نہیں ہوسکتی **کارآن** صاحب کہتے ہیں کہ جو شخص یہہ دعوی کرے کہ میں حقایق الاشیا پر محیط اور عارف ہوگیا ہوں یا کسی وقت میں ہوجاونگا میں اُسکو پاگل اور مجنون جانتا ہوں فرمی صاحب فرماتے ہیں کہ گو میں بھی علم ہیئت کا قایل ہوں مگر سچ یہہ ہے کہ اجرام سماوی کی بابت جو ہزارہا برس تک تحقیقات کی گئی ہے اُس سے اضطراب اور تذبذب کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ایک حکیم کچھ کہتا ہے اور ایک کچھ فلاسفرزاور حکیموں کا اختلاف ہی شاہد ہے کہ آجتک کسی فلاسفر اور حکیم کو حقایق الاشیا کے ادراک کی ڈگری حاصل نہیں ہوئی سب کے سب مضطرب اور بیقرار ہیں البتہ الہام اور اسلام سے ان امور کی بابت سیدھی طور پر تسلی ہوجاتی ہے حشر اجساد کی بابت فلاسفروں نے تنگ آکر انکار ہی کردیا افسوس اس بات پر ہے کہ جس نے پہلے نابود سے موجودات کو بود کیا کیا وہ پھر پیدا نہ کرسکیگا۔ جب فطرت کا اصل طور پر معلوم نہیں اور اُسکو کوئی شخص ایک حاطہ میں محاط اور محصور نہیں کرسکتا تو اسلام کو اُس سے مقارن اور مواقف کہنا نوآوری نہیں تو اور کیا ہے اسلام کے پورا اور کامل کرنیکے بابت حضرت رب الافواج قرآن مجید میں صاف طور پر فرماتے ہیں الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الخ اگر اسلام قانون قدرت کا مواقف ہوتا تو ضرور یہہ حصہ یعنی تکمیل اور اتمام اُسکو بھی ملجاتا مگر یہہ تو کوسوں کا فرق ہے **اقول** اسلام ایسا سیدھا مذہب ہے الخ **اقول** اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسلام سارے مذاہب اویان سے صاف اور سیدھا ہے مگر سید صاحب کا یہہ قول بوجہ اکمل ہونا کے صحیح نہیں

† تنقید اقول کا یہہ ہے کہ نادانی یہی ہوگی کہ ہم اپنے خیال میں سمجھ رکھی ہو درحقیقت اسلام ہی کا ایک نام ہے علم مجمل کا تو وجود ہی نہیں پس ناچار کوئی مذہب رکھتا ہوگا اور وہی اسلام ہے۔ مذہب اول دوم اور قسم دوم ممیز ہوتا ہے جنسے ہر ایک مذہب مقید ممیز ہے۔ اُن تمہید و ممیزات کو نہ ماننا لامذہبی کہی جاتی ہے۔ پھر اگر تمام جہان کے مذاہب کی اُن قیود و ممیزات کو جنسے ایک مذہب دوسرے سے ممیز ہوا ہے نکال ڈالو تو بھی کوئی ایسی چیز باقی رہیگی جو بتحقیق ہوگی یعنی اسکی تخصیص نہ ہوسکے دین مذہب بھی اور وہی لامذہبی ہوگی اور وہی اسلام ہے اور وہی عین نیچر اور عین فطرت ۱۲ — اڈیٹر

بھی اسلام ہے اور اسلام ہی کا جو طریقہ ہے وہی اسلام ہے کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے یہ نہ جانتا کہ یہ جملہ جس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا گیا ہے اس کے کیا معنی ہیں کہ ہر ایک مذہب کے اصول و طریقہ کو اختیار کرنا ہی اپنے اصولوں اور طریقوں کی خوبیوں کو بیان کر سکتا ہے جناب من کیا مذہبی تواس لفظ کا نام ہے جس میں کل مذہبی وکتب و فرائض و سنن کو فضا جہاد تا لقتال کیا جاوے۔ حالانکہ جہاد میں بہت فرق ہے اگر حضور کو اعتبار نہ ہو تو جہاد کی ایک لائبریری کے خیالات بکھیریں۔ پھر آپ کا مذہبی ہوئی اسلام کو دیکھے کہ وہ کس طریق اور اصول کا نام ہے جو اسلام ہے جب اسلام کی بابت سوال کیا گیا تو جواب میں کہا گیا کہ۔

(الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا والایمان ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ متفق علیہ) مضمون قرآن و آیات کلام الٰہی بھی انہیں بالقول اعمالوں کو اسلام ہی سے موسوم کرتی ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (ویقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ) ایک اور سورۃ میں مسلمانوں اور مومنوں کی ایک خاص نشانی اور علامت بیان کی گئی ہے ارشاد فیض بنیاد ہوتا ہے (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر) اسی آیت کریمہ کے موافق حضرت نے ارشاد فرمایا ہے (لا یزال امتی بخیر ما قاموا بامر اللہ) اوپر کی آیت کریمہ اور حدیث شریف میں حضرت جل جلالہ اور حضرت نبی نے اسلام کے علامات اور خواص کو امر المعروف اور نہی عن المنکر سے وابستہ کر دیا جب قرآن اور بانی اسلام کے ارشاد فیض بنیاد سے اسلام میں اوامر اور نواہی کی قید و کاپایا جانا ثابت ہوگیا تو لامذہبی سے نسبت دینا بڑی بے ادبی اور توہین ہے تو بتلائیے کہ اسلام اور کیا لامذہبی میں مصر عہ چہ نسبت تاک را با عالم پاک ہے اگر سید جی اپنی اسلام اور نصوص قرآنیہ کی شہادت سے اسلام کو پایا امر ضروری اوامر و نواہی سے جنکو لامذہبی سے عموماً وضعی جو خیال کرتے ہیں معرا ثابت کر دیتے تو موافقت کا پہلو نکلتا۔ مگر جب اسلام نصوص قرآنیہ اور بانی اسلام کی شہادتوں سے مربوط بالاوامر والنواہی والعبادات ہے تو پھر اسکا لامذہبی سے مشابہت دینا ایک بڑی بے ادبی نہیں تو اور کیا ہے۔ **قول** اسلام کے اصلی اصولوں کے موافق وہ شخص جو نہ کسی نبی کو مانتا ہو نہ کسی ادتار کو نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو جو مذاہب میں فرض و واجب ہے تعمیر کرے

گئے ہیں † الخ اقول سید صاحب نے اس قول میں تو ساری کتابوں اور انبیاء علیہم السلام سے انکار ہی کر دیا ہے مگر اپنے قول کو ولی اوہام اور وساوس کی مدد سے ہی تقویت دی نہ قرآن کو ساتھ لیا اور نہ حدیث کو نہ توریت کو نہ انجیل کو نعوذ باللہ سید احمد کے خیالات کی رو سے ایسا شخص جو الہامی کتابوں اور اسکے مرسلین کو نہ مانتا ہو مسلمان ہے بانی اسلام اور قرآن تو گواہی دے کہ ایسا شخص کافر بلکہ اکفر ہے اور ہمارے سید صاحب اسکو مسلمان قرار دیں عقل کا پیر یا بصیر اسکو کہتے ہیں قرآن مجید میں حضرت جل جلالہ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ جو شخص میری کتابوں اور رسولوں کو نہیں مانتا کافر ہے چنانچہ سورۃ النساء رکوع ۱۴ میں ارشاد ہوتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا ترجمہ تحقیق جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اسکے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں میں فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور بعضوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ نکالیں ایک راہ اسکے بیچ میں سے یہی لوگ کافر ہیں سچ مچ۔ اے ناظرین باتمکین ذرا غور اور انصاف سے اس آیت کریمہ کو پڑھیئے اللہ فرماتا ہے کہ جو لوگ میری اور میرے رسولوں میں سے انکار کریں اور راست نہ مانیں گے وہ سچ مچ کافر ہیں۔ سید احمد صاحب اس آیت کے بموجب چاہتے ہیں کہ رسولوں اور الہامی کتابوں سے

† اس قول کا تتمہ یہ ہے۔ اور صرف خدا واحد پر یقین رکھتا ہو کون ہی ہندو نہیں ہے زردشتی ہی نہیں موسائی ہی نہیں عیسائی ہی نہیں محمدی ہی نہیں پھر کون ہی مسلمان گو ہمنے ایسے شخص کے محمدی ہونے سے انکار کیا مگر اسکا محمدی ہونا ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ اسکا مسلمان ہونا کیونکہ انہیں کے بدولت وہ مسلمان کہلاتا ہے پس وہ بھی درحقیقت محمدی ہے پر ناشکر امحمدی جیسے ہمارے زمانہ میں بعض فرقے ہیں جو غالباً توحید ذات باری پر بجا الیقین رکھتے ہیں اگر کہو کہ وہ کافر ہیں تو غلط ہے کیونکہ کافر تو نجات نہیں پائیگا مگر موحد سے تو خدا نے نجات کا وعدہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصارا تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین بلی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون سورہ الم بقر آیت ۱۰۵ و ۱۰۶۔ اور پھر ایک جگہ فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما سورۃ النساء آیت ۴۸ اور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا من شھد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ فدخل الجنۃ پس جو شخص اس کلمہ پر یقین کرتا ہو وہ بلاشک مسلمان و مومن ہے۔ اڈیٹر۔

منکر ہو کر ایک اور راستہ پیدا کریں یہ امت نیچریوں پر خوب چسپاں ہے گویا نیچریوں کے حق میں پیشگوئی ہے کہ وہ ماورائے اسلام ایک اور راستہ نکالیں گے افسوس خدا اور رسولوں کے منکرین کو کافر بتاوے اور حضرت سید احمد صاحب مسلمان۔ پھر سورۃ نساء رکوع ۲۰ میں ارشاد ہوا ہے یا یہا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتب الذین انزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ والیوم الاخر فقد ضل ضلال بعیدا۔ یعنی اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اتاری پہلے اور جو کوئی منکر ہو اللہ سے اور اسکے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اسکے رسولوں سے اور آخر روز سے پس بالتحقیق وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔ بیضاوی اس کہتا ہے امنوا باللہ ورسلہ والکتب الذی انزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل اثبتوا علی الایمان بذلک وقیل واعلیہ وامنوا بہ بقلوبکم کما امنتم بلسانکم وامنوا ایمانا تاما یعم الکتب والرسل فان الایمان ببعض کلا ایمان۔ اس آیت میں بھی خداوند کریم نے منکران مرسلین اور کتب الہامی کو کافر اور گمراہ کہا ہے اور ایک اصل قائم کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کتاب اور رسول کو نہ مانیگا تو اسکو گمراہوں اور کافروں میں محسوب کیا جائیگا سید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ علماء کے اصولوں کو ہم نہ مانیں گے اچھا نہ مانیں ان نصوص کو تو قبول کریں۔ دیکھو صاحبو قرآن مجید تو منکرین کتب اور مرسلین کو بصدائے بلند گمراہ اور کافر کہہ رہا ہے اور ہمارے سید صاحب خمر نیچر کے نشہ میں سرمست ہو کر مسلمان بنا رہے ہیں ھذا بھتان عظیم افسوس سید صاحب کو نیچری دھن نے اس قدر ناچار کر دیا ہے کہ صریح نصوص اور آیات کا بھی خیال نہیں رہتا کوئی ہے کہ ہمارے سید احمد صاحب کو ہوش میں لاوے اور کہے کہ علماء کے اصول اور قول تو درکنار آپ تو قرآن سے ہی منکر ہوئے جاتے ہیں۔ سورہ انعام کے رکوع ۱۹ میں ارشاد ہے وھذا کتاب انزلنہ مبارک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون یعنی یہ کتاب مبارک ہمنے نازل کی پس اسکی تابعداری کرو اور خدا سے ڈرو شاید کہ تم رحم کئے جاؤ۔ سورہ بقر رکوع ۱۴ میں ہے الذین اتینا ھم الکتب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ ومن یکفر بہ فاولئک ھم الخسرون۔ ایک دوسری آیت میں یوں فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ایک اور آیت میں کہا گیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ

فانہ فی جہنم اللہ یہہ آیتیں پورے طور پر شامل ہیں کہ جو شخص خدا کی کتاب اور اسکے رسولوں کو نہ مانیگا قطعی کافر اور کافر ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ سید احمد صاحب کی عقل اور فہم کو کیا ہوگیا قرآن مجید کو اپنے تحقیقات اور اقوال کے صریح منافی پاتے ہیں پھر اسی پر اڑے جاتے ہیں۔ سید احمد صاحب نے آیت قالوا لن یدخل الجنۃ الخ جو نقل کی ہے اس سے نفس دعوی کو کچھ بھی علاقہ اور نسبت نہیں ہے مسلم سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ منکرین کتب الٰہی اور مرسلین کافر نہیں ہیں جب خداوند کریم نے اسلام کی تعریف وہ یہ کی ہے کہ اسکی کتاب اور رسولوں پر ایمان لانا تو اسکے مخالف کیونکر مراد لیجاوے اوپر کی لفظوں اور آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام تصدیق کتب الہامیہ اور مرسلین کا نام ہے خدا نے ہر جگہ قرآن میں لفظ اسلام سے مراد لی ہے کہ جو شخص وجہہ متصد مسلمان ہوا جسکی تعریف دوسری آیات میں ہیں اس پر کچھ خوف اور اندیشہ نہیں خدا تو اسلام سے تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ مراد لیتا ہے سید احمد صاحب سمجھ کے دہن میں اور ہی پہلو پر چلے۔ جب خدا نے قرآن میں صدہا جگہہ اور حدیث نبوی میں شیدان لا الہ الا اللہ سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو شخص خدا کی کتاب اور رسولوں سے منکر ہو وہ کافر ہے نعوذ باللہ منہا خدا جانے سید صاحب کی انصاف اور عقل کو کیا ہوگیا۔

شرک جسکے کرنے میں شرک صرف گورپرستی اور عبادات اصنام ہی کا نام ہے جناب من شرک چار قسم پر ہے شرک فی الذات۔ شرک فی الصفات۔ شرک فی العبادات۔ شرک فی الاحکام خدا کی کتاب اور اسکے رسولوں کا ماننا شرک فی الاحکام ہے جب خدا نے (جیسا کہ اوپر کی آیتوں میں گذرا) اسلام صرف اسی طریق عمل کا نام رکھا ہے کہ اسکی کتابوں اور رسولوں کو مانا جاوے اور ان پر جتنی تعلیم عمل کرنا ضروری اور موجب خیال کیا جاوے تو ان کے نہ ماننے اور اقرار کرنے سے شرک فی الاحکام لازم

آویگا۔ خدا تو یہہ کہے رہا ہے کہ جو شخص رسولوں مین سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا وہ گمراہ اور کافر ہوگا اور ہمارے سید صاحب اسکو خاصہ مسلمان بنا رہے ہین اس سے بڑھکر اور کیا شرک ہوگا کہ خدا کی پاک کتابون اور مقدس رسولون کو نہ مانا جاوے اور اپنے ملحدون اور لامذہبون کی طرح غیر زندگی کو بسر کیا جاوے حدیث من شہد کے یہہ معنی نہین ہین کہ لوگ وجوہ باجوہ حضرت محمد رسول اللہ سے منکر ہو جاوین اور اسلام صرف لا الہ الا اللہ ہی قرار دین مستیقن کی مضبوط قید اور شرط اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ خدا کی پاک کتابون اور رسولون کا ماننا بھی لازم اور فرض ہے خدا کی ذات فیض آیات کو وہی شخص بالاستیقان تسلیم کریگا کہ جو اسکے ضروری احکام اور واجبی آداب کو بھی قبول کرے خدا کے سارے حکمون اور فرضون کو (جو الایضاح والتصریح قرآن مین بیان کیئے گئے ہین) اور انہین کو ایمان اور اسلام کہا گیا ہے) چھوڑ دینا اور پھر اس امر کا دعوی ہونا کہ مین خدا پرست ہون اپنے مونہہ سے میان مٹھو بننا ہے۔ یہہ عجب خدا پرستی ہے خدا کے حکمون اور فرضون کو تو چھوڑا اور بنا ڈالی جا سنا اور خدا پرستی کا دعوی کرنا اُن دنون مین جبکہ ہمارے سید صاحب گورنمنٹ کی طرف سے ملازمون کے مفرز جماعت مین محسوب ہوتے تھے اگر اپنی کوٹھی مین ہی بغیر کسی کام کرنیکے بیٹھے رہتے تو یقیناً چاہی دن مین گھر کو واپس جاتی سید صاحب اسواسطے اتنی مدت ملازم رہے کہ گورنمنٹ کے اصولون اور احکام پر چلتے رہے خدا کے ضروری حکمون کو تو نہ ماننا اور دعوی کرنا کہ مین خدا پرست ہون یہ ایک ہنسی کی بات ہے۔ کسی کا ماننا نہ ماننا اُسیوقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب اُسکے حکمون کو مانا یا نہ مانا جاوے کیا نوکران غلام صرف اپنے آقا کے نام ہی لینے سے بلا کسی قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اقبال الاحکام کے فرمان بردار اور سچا غلام قرار دیا جا سکتا ہے ہرگز نہین ؎ خشک ابر یکہ بوزاب تہی ۔ نا پایدار وے صفت آمد می ۔ جب قرآن مین صاف طور پر آگیا کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ تو پھر ہم کس طرح خدا کے رسولون سے انکار کرین آنحضرت کے قول کے صرف یہی معنی ہین کہ بالاستیقان خدا کے احکام مندرجہ قرآن کو جنہین تصدیق مرسلین اور تسلیم کتب الہامیہ بھی داخل ہین بالواور انہین کے بموجب عملدرآمد کرو۔ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ

خدا نے نبیوں کے نہ ماننے کو بھی کفر اور موجب دخول دوزخ قرار دیا ہے۔ جو شرکوں اور کافروں کی سزا ہے چنانچہ فرماتا ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدا فیہا۔ منکر رسالت کو بھی قرآن میں مشرک سے تعبیر کیا گیا ارشاد ہوتا ہے وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون جب منکرین رسالت بھی مشرک اور کافر قرار پا چکے ہیں تو انکو مسلمان ومحمدی قرار دینا قرآن اور رسول کا خلاف کرنا ہے چنانچہ حضرت کی حدیث من شہد ان لا الہ الا اللہ کی جو احکام الہی بالاستیقان سے متعلق تھی اسیواسطے آنحضرت نے دوسری حدیثوں میں اقرار رسالت کی بابت تاکید مزید فرمائی ہے مامن احد یشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے مروی ہے والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ اور بخاری میں ہے عن عبد المطلب انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔ ان حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت تصدیق رسالت کو ایمان اور اسلام کی جزو اعظم خیال کرتے ہیں اسیواسطے خدا نے قرآن میں منکرین رسالت آنحضرت کو مخلود فی النار کا خوف دلایا ہے اور انکو کافر قرار دیا ہے۔ افسوس ہے حدیث من شہد کے الفاظ بالاستیقان اور لفظ لا الہ الا اللہ نے سید کی طبیعت کو خراب کر دیا اگر وہ اقرار رسالت کو پا جاتے۔ وہی شخص خدا کو بالاستیقان مانیگا کہ جو اسکے سارے حکموں اور اوامر نواہی پر دل سے اعتبار کریگا تسلیم اور اقرار بالاستیقان کی تعریف ہی یہی ہے کہ دل سے خدا کی کتاب اور اس کے رسولوں اور پیغمبروں اور احکام وفرایض کو مانا جاوے اور اسکے ہر ایک حکم کو سچا اور مضمون عن الالفاظ اور ماسون عن الاسقام سمجھا جاوے رسولوں کو قانون اور احکام اور کتاب اسیواسطے بھیجی جاتی ہے کہ انکے متبعین ان پر چلیں اور انکو اپنا قانون اور اصول قرار دیں اگر تنزیل کتب الہیہ سے یہ غرض اور مدعا نہ ہو تو ان کا نزول عبث ٹھہرتا ہے تعزیرات ہند جسکو سید صاحب بھی بر سبیل استدلال پیش کرتے ہیں اور جسکی رو سے بیسیوں مجرموں کو جیل میں بھیج چکے ہیں عمل ہی کیواسطے ہے اگر عمل کیواسطے نہ ہو تو انکی کونسلوں کے قوانین اور ضوابط کے اغراض اور انحراف سے سزا ملتی۔ ہر ایک شئی کے

نزلیج کرنے اور اشاعت سے کچھ نہ کچھ غایت ہوتی ہے بعثت انبیا علیہم السلام اور تنزیل قوانین الہی سے یہ غرض اور منشا ہے کہ مخلوق انپر چلے اور نجات ابدی کے وارث اور مالک بنے - توریت اور انجیل مین بھی ایماندار اسیکو کہا جاتا ہے جو خدا کی کتابون اور رسولون پر یقین رکھے اور انپر عمل کرے قرآن مین تو کھلے طور پر تاکید کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا امنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالا بعید (سورہ نساء رکوع ۲۰) جب آنحضرت مبعوث ہوئے اور قرآن کی تعلیمات کے اشتہار اور انتشار کو زور تھا تو اسوقت مین اکثر عرب اور غیر ملکون کے یہودی موحد تھے بلکہ انبیا علیہم السلام کو بھی بجز حضرت مسیح علیہ السلام کے مانتے تھے اگر حضرت کا یہی منشا اور مدعا تھا کہ لوگ صرف اقرار توحید بلا استیقان تام کے جسمین خدا کی کتابون اور رسولون کا ماننا بھی لازم آتا ہے مسلمان اور مجوسی ہو سکتے ہین تو اُن کو کیون گمراہ اور کافر کہا گیا ہزارون برس تک تصدیق رسالت کی بابت ہی مباحثات ہوتی رہے اگر تصدیق رسالت کا مسئلہ درمیان مین نہ ہوتا تو ایک ہی آن مین عرب اور دوسرے ملکون کے تمام یہودی اور یونی ٹیرین وغیرہ جو موحد اور خدا پرست تھے مسلمان اور مومن بنجاتے ہزارون یہودی صرف مسئلہ رسالت کی بابت ہی حضرت سے متنفر اور کشیدہ خاطر ہو گئے اُس نازک وقت مین آنحضرت کا اس مسئلہ کو رائج نہ کرنا صریحًا اس امر پر دال ہے کہ حضرت منکران رسالت کو کافر اور گمراہ خیال کرتے تھے حدیث من شہد کی اعلان سے جو حضرت عمرؓ نے صحابی کو منع کیا اُسکا یہی باعث ہے کہ حضرت عمر کی دانست مین صحابی مُعلن نے استیقان کے معانی پر غور نہین کی تھی شاید اس نے استیقان کے لفظ سے استیقان محدود المحصور فی جزو لا الہ الا اللہ سمجھ لیا ہوگا چونکہ اصل مین آنحضرت کی مراد اس استیقان سے (جیسا کہ آن حضرت کی دیگر حدیثون سے ظاہر ہوتا ہے) استیقان کلی ہے یعنی خدا کے تمام حکمون کو بالاستیقان ماننا اسواسطے حضرت عمر نے اس صحابی کی غلط فہمی کے باعث منع کیا فافہم - **قولہ** - جن لوگون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا کے وجود کے بھی قایل نہین ہین مین تو اُن کو بھی مسلمان جانتا ہون - **اقول** - آپ

† اسی خیال پر آپنے یہ آیت دلیل پیش کی ہے - وللہ اسلم من فی السموٰت والارض طوعًا وکرھًا والیہ یرجعون -

بیشک انکو مسلمان جانین قرآن اور بانی اسلام تو انکو کافرون اور مشرکون سے بھی خراب اور بدتر خیال کرتے ہین آیت له اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً دہریون اور منکران خدا کا مسلمان قرار دینا سید صاحب کا ہی کام ہے کیون نہ ہو عربی اور انگریزی کے اعلیٰ درجہ کے فاضل ہین اس سمجھ سے خوب ہی علم و فضل ظاہر ہو رہا ہے - آیت مین تو ذکر ہے کہ جو شخص طوعاً و کرہاً مسلمان ہوا آپنے اُس سے منکران خدا کا مسئلہ کہان سے نکال لیا طوعاً و کرہاً اسلام کا قبول کرنا اور چیز ہے اور خدا کے وجود سے منکر ہونا اور شے - واہ خوب عقل ہے اب تھوڑے اور آگے چلکر فرماتے ہین کہ منکران خدا کا دل بلحاظ امر معنوی مصدق وجود خدا ہے کیا کہین بیان تو سید صاحب نے کمال ہی کر دکھایا منکرین کہے جاتے ہین کہ ہم خدا کو مانتے اور جانتے ہی نہین اور سید صاحب انکو مصدق بناتے ہین وہی بات ہوئی مدعی سست اور گواہ چست خدا تو قرآن مین اپنے نبی کی معرفت اس امر کو ظاہر کرے کہ اگر کوئی شخص نبیون اور مرسلین مین سے ایک نبی اور مرسل کو بھی نہ مانیگا تو مین اُسکو دوزخ مین ڈالون گا اور سید صاحب اسکو جنتی بناتے ہین مصرعہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ؟ اس قول کے آگے سید صاحب نے اپنے پرانے طریق کے موافق علمائے محمدیہ کی توہین اور فضلائے اسلامیہ کی تحقیر شروع کی ہے ہمارا منصب نہین کہ ہم بھی سید صاحب کی طرح جادہ تہذیب اور منصب آدمیت سے جدا ہو کر تمسخر اور ٹھٹھہ پر کمربستہ ہون ہمارا اس آیت پر عمل ہے ادع الی سبیل ربك بالحکمة الخ مبارک ہین وہ لوگ کہ جو ٹھٹھہ کرنیوالون اور بُرا کہنے والون کو بُرا نہین کہتے بلکہ صدق دل سے بہ اوقات خمسہ دعا کرتے ہین کہ اے خدا انکو اسلام کے صاف اور سیدھے اور وسیع راستہ پر چلا تاکہ وہ بھی تیری رحمتون اور عنایتون مین شامل ہو کر مسرور اور بہرہ ور ہون - اللھم آمین -

راقم

نصیر الدین احمد عفی عنہ -

مقام الہ آباد -

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر دوازدہم | بابت ذی الحجہ ۹۸ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۰ء | جلد سوم

معروضات

(۱) جن صاحبوں نے اشارات معروضہ سرورق پرچہ ماہ نومبر کیطرف توجہ فرماکر زرباقیات مرحمت فرمایا ہے مہتمم ممنون کا دل سے شکر گذار ہے۔ اور بذکر مواضع سکونت اُن حضرات کے اس شکر کا اظہار کرتا ہے وہ مواضع یہ ہین۔ بہوپال (بلدۂ طیبہ ورب غفور) بدایون۔ بسروپ جیلپور۔ حیدرآباد دکہن۔ دہلی۔ علی پور۔ گذر چناب۔ مظفرگڈہ۔ مراد آباد مہدانوان (وفق اللہ الہا بما یحب ویرضی) بقیہ حضرات (جنکی باقیات کی تعداد تین سو روپیہ کے قریب ہے چنانچہ لائحہ فہرست نمبر سابق سے معلوم ہوسکتا ہے) کی خدمات مین بڑے ادب سے ملتمس ہے کہ بے اعتنائی کو دور فرماوین اور اس قدیمی خیال کو کہ ہمارے دو تین روپیہ نہ پہنچے تو وہان کیا حرج متصور ہے ہم روپیہ بھیجنے والے کیا اور نہ بھیجے ہین ہم غلط سمجھکر میری اس معروض سابق کو کہ جس چھوٹے سے کارخانہ کا اس قدر روپیہ یا ہر ہو اُسکا کام کیونکر چلسکتا ہے خیال مین لاوین۔ اور اگر اُن حضرات نے اپنے نام سہو کے اشارات کو نہین سمجھا تو پھر کیا مین اُنکے اسمائے گرامی پر تصریح کرون ہم۔ اور اگر حساب دوستان در دل سمجھ لیا ہے تو پھر تصفیہ مین دیر کیا ہے ہم بعض حضرات ایسے بھی ہین جنکی طرف ہمنے فہرست ماہ نومبر مین اشارہ نہین کیا۔ وہ اپنا حساب خود سمجھ لین اور زر واجب الادا ارسال فرماوین سال ختم ہوا اب پہلے حساب کا فیصلہ ضروری ہے۔

(۲) سررشتہ حساب و کتاب اشاعۃ السنۃ ابتدا مین بابو محی الدین صاحب ملازم دفتر انگریزی کے سپرد تہا اُنہون نے حسب عادت دفتر انگریزی مہینون کے مطابق خریداردن سے قیمت کا لین دین رکہا۔ اُسی انداز سے ابتک سلسلہ جاری ہے۔ مگر انگریزی مہینے شمسی ہین اور اسلامی سال مہینے قمری۔ اور شمسی مہینے قمری مہینون کے نسبت متزاید ہوتے ہین۔ بناءً علیہ تین سال مین سنہ عیسوی و ہجری مین ایک مہینے کا فرق ہوگیا ہے۔ پس اگر

مطبع ریاض ہند امرتسر مین چہپا

خریداران اشاعۃ السنۃ ۱۸۸۱ء کے پرچے قمری مہینوں کے برابر لینا چاہتے ہیں تو ۱۸۸۱ء کی بابت نمبرہ ۱۳ مہینے کی قیمت اور اگر ۱۸۸۱ء کو سفر کریں پھر اس سال تین نمبرہ ۱۳ پرچہ نکالینگے۔ جنوری مہینے میں محرم وصفر کی بابت دو پرچہ شایع کرینگے پھر نہ ہو سکے تو جنوری میں صرف پرچہ صفر پرچہ مسبر کرین اور پرچہ محرم ۱۳۰۰ ہجری سے معافی دین۔ پھر اسکی جگہ نمبر دوازدہم میں محرم ۱۳۰۰ کا پرچہ لین۔

(۳) اکثر مضامین اشاعۃ السنۃ میں طول ہوتا ہے غالبًا کوئی مضمون اسکا جلد ختم نہیں ہوتا اس قاعدہ کل جدید لمذید کا جی کہہ لیا ہوگا مگر ہم اسمین لاچار ہین ہر چند اختصار کا قصد کرتے ہین مگر بباعث اس قسم کے پیش آتے ہین کہ ہمین اختصار سے حق کا اثبات نہین کر سکتے جس مضمون کو شروع کرتے ہین پہلے تو اسکو یہی سمجھتے ہین کہ یہہ ایک دو نمبرون مین ختم ہوگا مگر جب سلسلہ کلام اور مسایل مہمہ کی طرف چل نکلتا ہے تو علم اختیار مین نہین رہتا۔ ناظرین اس تطویل سے نہ کبیدہ ہون مضامین کی ضرورت وکیفیت بیان واقعات کو خیال مین لاوین۔ مضمون تفرقہ بین الاسلام سال آیندہ مین ختم ہوگا۔ پھر خواہ ناظرین اسکو بلحاظ مضامین جلد سوم کے ساتھ مجلد کراوین خواہ بلحاظ سنین جلد چہارم مین شامل رکھین۔

اشتہارات

(۱) شروع ۱۸۸۱ء سے انشاء اللہ تعالی ماہواری رسالہ اشاعۃ السنۃ کے ساتھ ایک ضمیمہ چار ورقہ بھی نکلا کریگا جسکا دام اصل رسالہ سے چہارم حصہ لیا جاویگا حسب تفصیل مراتب و درجات مفصلہ اشتہار رسالہ یعنی درجہ اول کے خریداران سے کم سے کم ۸ درجہ دوم سے ۴ درجہ سوم سے ۳ درجہ چہارم سے ۲ درجہ پنجم سے ۱ درجہ واشاعت۔ اس ضمیمہ کا مطلب و مقصد کا تفصیلی بیان تو اسکے ابتداء مین ہوگا۔ اس کا اجمال یہہ ہے کہ اس ضمیمہ مین کتاب و سنت کے موافق مسایل اصول و فروع و اعتقادیات و عملیات کا بیان قلم مین آویگا جسمین کسی خاص شخص کو مخاطب نہ کیا جائیگا۔ اور نہ کسی خاص فرقہ اسلامی کا رد و مقابلہ عمل مین آویگا۔ جو صاحب اس ضمیمہ کی اشاعت کے شایق اور اسکے طالب ہون وہ فورًا اپنی درخواست روانہ کرین۔ اس ضمیمہ کے پرچہ قریب قریب تعداد خریداروں کے چھپینگے۔ پس جو صاحب خواستگار نہ ہونگے وہ شاید پیچھے سے نہ پا سکین۔ یہہ ضمیمہ بعض خریداروں کے پاس ملا درصورت نہ ملنے کے پھر جتا دینے پر بھیجا جاویگا پھر جتانے پر بھی نہ ملے تو اسکو بشرط اطلاع کہ بعد وصول خریدار متصور ہوگا اسکو بفور وصول واپس کرینگے وہ مطالبہ قیمت سے بری رہین۔

۲- کتاب معیار الحق جواب تنویر الحق ایک مدت سے عنقا صفت ہو رہی تھی اب بعونہ تعالی دہلی مین حضرت شیخنا و شیخ الکل مولینا سید نذیر حسین صاحب محدث کے تلامذہ کے اہتمام سے طبع ہوئی ہے قیمت اسکی عوض ہے اور محصول ڈاک ۱ر جو صاحب شایق ہون وہ مولانا ممدوح یا مولوی لطف حسین صاحب شاگرد مولانا صاحب سے بارسال قیمت طلب فرماوین -

۳- مطبع ریاض ہند امرتسر مین ایک رسالہ موسومہ بہ تحقیق الاسلام طبع ہوا ہے جسمین توریت و انجیل سے نبوت محمدیہ کا ثبوت دیا ہے - عام لوگون کے لئے برائے افہام یا افہام عیسائیون کے یہ رسالہ کافی ذریعہ ہے - طرز بیان سنجیدہ کتابت عمدہ طبع پاکیزہ قیمت ۴ر محصول ڈاک ۱ر جو اس کے شایق ہون وہ شیخ نور احمد صاحب مہتمم مطبع ریاض ہند امرتسر سے طلب فرماوین -

مژدہ

۱- تہذیب الاخلاق وغیرہ تصانیف آنریبل صاحب بہادر کے جواب مین ایک اور رسالہ نکلا ہے جسکا نام سلسلہ نیچر ہے اور لقب خیر خواہ اسلام ہے - واقعی یہ رسالہ اسم بامسمی ہے اور اسکے حرف حرف سے اسلام کی خیر خواہی جوش مار رہی ہے یہ وہی رسالہ ہے جسکے اجرا کی ہمنے ضمیمہ نمبر ۸ مین تمنا ظاہر کی تھی اور مسلمانون کو ترغیب دلائی تھی - اس کے مصنف وہی صاحب خبرت و عالی ہمت جناب مولوی سید الطاف حسین صاحب ہین جنکا ذکر خیر ہم اسی ضمیمہ مین کر چکے ہین اسکی قیمت بھی وہی قرار پائی ہے جو اس ضمیمہ مین بیان ہوئی ہے یعنی نی جزو - علاوہ از محصول ڈاک کہ وہ آدہ آنہ سے زیادہ نہ ہوگا - اسکا ایک پرچہ شایع ہوا جسمین مخاطب کے جملہ خیالات و عقاید کی اجمالی کیفیت بتادی ہے اور اسکی مبادی و مقاصد کی تفصیل کر دی - عبارت ایسی ظریف اور طرز ایسی لطیف ہے کہ جو کوئی اسکو پڑھیگا (دنیا کا غمزدہ ہو یا خوف آخرت پژمردہ) ایک دفعہ تو ضرور ہی بے اختیار ہنس دیگا - مسلمان عموماً و ناظرین رسالہ خصوصاً اس رسالہ کو خرید کرین اور علی الحساب کسی قدر روپیہ مطبع یوسفی دہلی مین پاس سید علی حسین صاحب مہتمم بھیجکر اس امر کے خواستگار ہون کہ جب کبھی یہ رسالہ چھپے تو ان صاحبون کے پاس بھیجا جاوے - پھر بعد انضباط وقت و حجم رسالہ کے اس کے حساب کا تصفیہ کیا جاوے -

نصیحت

مینے سُنا ہے کہ مولوی حبیب اللہ صاحب مقیم امرتسر (جنہون نے ہمارے اشتہار مسایل عشرہ کے جواب مین ۷۵ء مین قلم اُٹھاکر دو دفعہ کی رد و بدل کے بعد ہاتھہ سے رکھدیا تھا) ان دنون پھر اس اشتہار کے جواب مین خامہ فرسائی کر رہے ہین اور اُسکی طبع و اشاعت کا ارادہ رکھتے ہین۔ پس ہم بنظر اصلاح فیما بین المسلمین بڑے ادب و اخلاص سے مولوی صاحب کو برادرانہ نصیحت کرتے ہین کہ مولوی صاحب ہمارے مقابلہ کا قصد نہ فرماوین اور اس بات کو خیال مین لاوین کہ ہم ایک مدت سے باہمی جنگ سے ہتیار ڈال چکے ہین اور دوسری طرف متوجہ ہین۔ ایسے وقت مین برادران اسلام کو (جو فروعی مسایل مین ہم سے اختلاف رکھتے ہین) ہم سے نہ اوجھل اور جس کام مین ہم لگ رہے ہین اُسی کام کے لئے ہمارے اوقات کو فارغ رہنے دین۔

کیا مولوی صاحب یا اُن کے معاون و احباب اس بات کو پسند کرتے ہین کہ ہم اتفاقی اصول اسلام کی حمایت و اشاعت کو چھوڑ دین۔ اور پھر اُن ہی قدیمی فروعی جھگڑون مباحثہ مہر آمین در نعدین) کے پیچھے پڑین۔ کیا مولوی صاحب نے ہمارے مضمون اشاعت مذہب اسلام کو ملاحظہ نہین فرمایا اور اگر دیکھا ہے تو کیا اس سے آپ کو اتفاق نہین ہے۔

اگر مولوی صاحب کو اپنے علم و کمال کا اظہار یا حنفی مذہب کے مسایل کا اثبات و اشتہار مدنظر ہے تو اس امر کے لئے مجھہ مخاطب بنانا کیا ضرور ہے آپ مجھہ اور میرے اشتہار کو مخاطب نہ فرماوین بلکہ مستقل طور پر مسایل حنفی مذہب کی اشاعت مین جس قدر وسعت چاہین دین اسکی رد و ابطال سے ہمکو تعرض نہ ہوگا اور اُنکا مقصود بلا مزاحمت ثابت ہوگا اور اگر انہون نے مجھے مخاطب کیا تو اسکے جواب مین (خواہ مین نہ بولا) میرا کوئی اور ہم مشرب تو ضرور بولیگا۔ جس اصلاح کے خیال مین اب مین ہون میرے بعض احباب اسکے فکر مین نہین ہین اور بلا تکلف و استرضا میری کے میری نصرت کے لئے اور میرے مقابلین کے مقابلہ کے لئے حاضر ہین۔ وہ نہ رہے مولوی صاحب کا جواب لکھینگے اور میری ایک نہ سُنین گے۔ آخر مولوی صاحب کو پہلے کسطرح سکوت اختیار کرنا پڑیگا اس سے یہی بہتر ہے کہ اب ہی میرے خطاب سے سکوت فرماوین اور بدون میرے تخاطب کے جو جی مین آوے شوق سے ظاہر کرین۔

یہہ آیتہ و آیات سابقہ صاف ناطق ہین کہ وحی ایسی چیز ہے جسکے حاصل کرنے کے لئے آنحضرت اپنی طبیعت کو دل کو کان کو زبان کو بکمال استغراق و استعجال متوجہہ فرماتے اور بخوف فوت ہو جانے یا خیال و سمجھہ مین نہ آنے یا بہول جانے کے اسکے پورے ہونے تک توقف و صبر نہ فرماتے۔

اس سے بشہادت مقدمہ ثانیہ ثابت ہوا کہ وحی آپ کا امر طبعی و داخلی نہ تہا بلکہ عارضی و خارجی تہا جو کسب و تعلم سے (گو ظاہری اسباب عادیہ سے نہ تہا) حاصل ہوا ہے۔

استدلال سوم۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات مین اُن احکام و اخبار کو جو آنحضرت کو بذریعہ وحی پہنچی ہین غیب کی طرف منسوب کیا ہے اور اُنکو انباء الغیب اور غیب سے تعبیر کیا ہے اور اُنکا مخرج حظیرۃ الغیب ٹہہرایا ہے چنانچہ سورۃ جن مین ارشاد ہے۔ خدا عالم الغیب (یعنی اُن چیزون کو جو بندون کے دل سے خیال سے طبیعت سے فکر سے غایب ہین جاننے والا) ہے وہ اپنے اس غیب پر کسیکو بجز پسندیدہ رسول کے مطلع نہین کرتا

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسلت ربہم و احاط بما لدیہم و احصی کل شیء عددا (سورۃ جن ۲۶)

وہ اس رسول کے آگے اور پیچہے پہرا رکہتا ہے تاکہ وہ ظاہر جان لے کہ رسولون نے (اسکے غیب پر مطلع ہوکر ٹہیک ٹہیک) خدا کے پیغام پہنچائے ہین اور وہ سب باتون پر جو اُنکے خیال مین ہین احاطہ رکہتا ہے اور ہر چیز کو اُس نے گن رکہا ہے۔

قال ابن عباس فی الآیۃ اعلم اللہ الرسول من الغیب الوحی واظہرہ علیہ مما اوحی الیہم من غیبہ ومما یحکم اللہ تعالی (لا یعلم ذلک غیرہ (ابن المنذر و ابن المردویۃ)

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی یہہ تفسیر کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے غیب سے رسول پر وحی بہیجی ہے اور اپنے غیب سے اُن کو احکام وغیرہ جو کچہہ وحی کیا تہا یا ہی یہہ اسلئے کہا کہ انکو وہی جانتا تہا۔

اور مفسرین (جیسے امام رازی شیخ ابو السعود صاحب جلالین وغیرہم) نے بہی یہی معنی آیت کے بیان کئے ہین شیخ ابو السعود نے فرمایا ہے وہ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کامل طور پر کسی کو اطلاع نہین کرتا مگر رسول کو جسکو باظہار و اطلاع بعض غیبی امور کے جو رسالت کے متعلق ہین پسند کر لیتا ہے اسلئے کہ وہ غیبی امور یا انکا علم رسالت کے اسباب و دلایل ہین جیسے معجزات

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا اخبر بشیء محذوف ای ہو ای فالا یطلع علی غیبہ اطلاعا کاملا۔ الا من ارتضی من رسول ای رسولا

ارتضاہ لاظہارہ علی بعض غیوبہ المتعلقۃ برسالتہ
اما الکونۃ من مبادی رسالتہ بان یکون معجزۃ
دالۃ علی صحتھا واما الکونۃ من ارکانھا واحکامھا
کعامۃ التکالیف الشرعیۃ التی امرھا للمکلفون کیفیات
اعمالھا واجزیتھا المترتبۃ علیھا فی الاخرۃ وما یتوقف
ھی علیہ من احوال الاخرۃ التی من جملتھا قیام الساعۃ
والبعث وغیر ذلک من امور الغیبیۃ التی بیانھا
من وظائف الرسالۃ واما ما لا یتعلق علی احد
الوجھین من الغیوب التی من جملتھا وقت قیام الساعۃ
فلا یظھر علیہ احدا ابدا رصدا حرسا من الملائکۃ
یحرسونہ من تعرض الشیاطین لما اظھرہ علیہ
من الغیوب المتعلقۃ برسالتہ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات
ربھم - متعلق بیسلک غایۃ لہ - ورسالات
رھم عبارت عن الغیب الذی اریدا ظھارہ المرتضی
علیہ وضمیر ابلغوا للرصد فالمعنی انہ تعالی یسلکھم
من جمیع جوانب المرتضی لیعلم ان الشان قد ابلغوا الآیات
ربھم رسالۃ عن الاحتفاظ والتخلیط - واما لمن ارتضی
والجمع باعتبار معنی من فالمعنی لیعلم ان قد بلغ الرسل
للوحی الیھم رسالات ربھم - (تفسیر ابوالسعود مختصراً ص ۳۳۰ جلد ۵ و ۳۳۱)
ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک (آل عمران ع ۵) ذلک من انباء الغیب
نوحیھا (ھود ع ۳۶) ذلک من انباء الغیب نوحیہ (یوسف ع ۱۱)

جن سے رسالت کا ثبوت ملتا ہے یا وہ احکام وارکان
رسالت ہیں جیسے اکثر شرعی امور جنکا امر وارد ہے -
اور اُنکی کیفیات عملیہ اور جزائین ومنزائین جو اُن
اعمال پر لگائی جاتی ہیں اور احوال آخرت جیسے قیامت
کا ہونا وغیرہ امور جنکی تسلیم پر تسلیم نبوت موقوف ہے
ایسی ہے اور غیبی امور جنکا بیان رسالت کے فرایض سے
ہے ولیکن جو امور غیبی رسالت کے متعلق نہین ہین جیسے
وقت قیامت وغیرہ انپر خدا یتعالی کسیکو مطلع نہین کرتا
اور بوقت اظہار وحی مغیبات متعلقہ رسالت کے
وہ رسول کے آگے اور پیچھے ملائکہ کو چوکیدار بنا کر
بھیجتا ہے تاکہ اُن امور غیبی مین شیاطین کچھہ ملادین
یہ اہتمام پھرے چوکی کا اسلئے ہے کہ خدا تعالی بطور
شہادت جان لے کہ خدا کے پیغامات جنسے مراد
وہی مغیبات ہین بلا مداخلت تلبیس ابلیس بندون
کو یا رسولون کو پہنچ گئی ہین -
اور سورۃ آل عمران وہود ویوسف وغیرہ مین جابجا
بہ نسبت اُن قصص واخبار کے جو آنحضرت کو بذریعہ وحی
معلوم ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ یہ غیب کی خبرین ہین جنکو ہم
تیری طرف وحی کرتے ہین -
اس قسم کی آیات سے بشہادت مقدمہ ثالثہ صاف ثابت
ہوتا ہے کہ وحی آنحضرت کا طبعی وداخلی امر نہین ہے اور

اسکا مخرج آنحضرت کی طبیعت یا ذات یا دل یا خیال نہیں ہے جنکو آنحضرت سے کمال حضوری کی نسبت ہے اور انکے ایجادات و مضافات کو شہودی و حضوری کہنا واجب ہے۔

اور اگر وحی داخلی و طبعی امر ہوتا اور جو کچھ (اخبار و احکام) بذریعہ وحی آپ پر کھلے ہیں آنحضرت کے دل یا طبیعت ہی سے اُٹھتے تو انکو غیبی ہرگز نہ کہا جاتا۔

افسوس آنریبل صاحب نے وحی والہام غیر انبیا، (کسی علم کے علماء یا کسی ہنر کے صناع) کو توغیبی کہا چنانچہ نمبر ۹ میں بصفحہ ۵۹ کلام جناب متضمن اس امر کا گذرا مگر وحی انبیا، کی نسبت آپ سے یہ اقبال نہ ہو سکا بلکہ وحی انبیاء کو آپ نے وحی علماء کے مقابلہ میں صرف طبعی امر قرار دیا۔ اور ان آیات و دلایل سے آنکھ کو بند کر لیا

استدلال چہارم

(جو بنسبت استدلال سابقہ بہت سہل و عام فہم و بہت واضح ہے اور اُسکی صحت مقدمات سابقہ پر موقوف نہیں ہے)

دین محمدی سے بداہتہً و تواتراً معلوم ہے اور قرآن و حدیث و سیر و تواریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اپنی عمر شریف کے چالیسویں سال کے اخیر میں دعوی بعثت و نبوت و نزول وحی کیا اور قرآن و احکام حلال و حرام کو کتاب اللہ و احکام الہی بتایا اس سے پہلے نہ آپ کتاب اللہ کو جانتے نہ ایمان کو حسب تفصیل و شرائط شرعیہ پہچانتے۔ بدو شعور سے چالیسویں برس تک صدہا اقوال و افعال طبعی (متعلق معاشرت و اخلاق) کا آپ سے صدور ہوا مگر کسی قول کو آپنے کلام خدا نہیں فرمایا اور نہ کسی فعل کو فعل تعلیم یا حکم الہی بتایا۔ **باوجودیکہ** آپکے اقوال و افعال حد کمال طبعی و عقلی کو پہونچ چکی تھی اور عقل کامل و طبع سالم کے مطابق وقوع میں آتے حتی کہ اس عقل و کمال کے سبب آپ مرجع خلایق تھے اور مقدمات و معاملات ملکی و اخلاقی میں فیصل خصومت کیا کرتے لوگوں میں بلقب امین ملقب تھے اور حق گوئی میں شہرہ آفاق۔ عام لوگ آپکی اقوال و افعال کو عقل و طبیعت انسانی کے موافق سمجھتے اور دل سے اُن کے موافقت و متابعت پسند کرتے۔ یہانتک کہ چالیسویں برس آپنے نبوت و بعثت و وحی کا دعوی کیا اور خدا کی طرف سے نزول قرآن و احکام کا اظہار فرمایا اور احکام و نصائح کو خدا کیطرف سے بتایا۔ تب سرداران قریش نے باوجودیکہ پہلے سے آپکو سچا جانتے اور آپکی طبعی و عقلی باتوں کو بدل مانتے آپ کو جھٹلایا اور اس دعوی میں آپکو معاذ اللہ مجنون و مفتری ٹھہرایا اس سے صاف و یقینی

طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وحی امر طبعی سے علاوہ و علیحدہ چیز ہے اگر وہ منجملہ امور طبعی ہوتی اور اُسکو خدا کی طرف منسوب کرنے اور خدا کی طرف سے ٹھہرانیکی یہی وجہ تھی کہ خدا نے اُسکی مخزن و مخرج یعنی طبیعت کو پیدا کیا ہے تو لازم تھا کہ اسکی ہمجنس اُن امور طبعی کو (جو قبل زمانہ بعثت و نبوت آنحضرت سے متعلق اخلاق سرزد ہوئے ہین) نیز آپ وحی و حکم و کلام الہی ٹھہراتے۔ اور یہہ دعوی نبوت و وحی و رسالت ہے سے کرتے جب سے اُن امور طبعی کا آپ سے صادر ہونا شروع ہوا تھا۔ کیا چالیس برس کے پہلے آنحضرت سے کوئی امر طبعی متعلق اخلاق سرزد نہین ہوا ہ اور اگر ہوا ہے تو پھر کیا آنحضرت نے کبھی پہلے بھی کسی امر طبعی متعلق اخلاق کو خدا کی طرف نسبت کیا ہ اور اسمین نزول وحی و کلام الہی کا دعوی کیا ہ **بین یقین** کرتا ہون کہ کوئی مسلم یا عاقل یہہ دعوی نہین کرسکتا کہ قبل زمانہ بعثت آنحضرت سے کوئی امر طبعی متعلق اخلاق سرزد نہین ہوا اور نہ یہہ کہہ سکتا ہے کہ چالیس برس کے پہلے بھی آنحضرت نے اپنے کسی امر طبعی متعلق اخلاق کو حکم الہی ٹھہرایا ہے اور اسمین وحی یا کلام الہی کے نازل ہونیکا دعوی کیا ہے۔

اور نیز اگر وحی امر طبعی ہوتا اور صرف اُسکے طبعی ہونیکی نظر سے اُسکو خدا کی طرف سے کہا جاتا تو صنادید (سردار) قریش و عامہ عرب و عجم کی طرف سے اسکی منجانب اللہ ہونیسے انکار نہ پایا جاتا اور اس دعوی مین آنحضرت کو معاذ اللہ مجنون و مفتری کوئی نہ کہتا اسلئے کہ اگر کوئی کسی امر طبعی کو اس نظر سے کہ خدا نے اُسکو پیدا کیا اور طبیعت مین داخل کردیا ہے خدا کی طرف نسبت کرتا ہے اور اُسکو خدا کا الہام بتاتا ہے تو اُسکو کوئی عاقل جہٹا و مفتری نہین کہتا اور اس معنی کر اس امر کی خدا کیطرف سے ہونے مین کوئی شک نہین لاتا۔

تمثیلات

دیکھو بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کا دودھ پینے لگ جاتا ہے تو اُسکو کہا جاتا ہے کہ خدا تعالی اُسکو دودھ پینا سکھاتا ہے، اور جب وہ باتین کرنے لگتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا اُسکے دل مین باتین القا کرتا ہے۔

(۲) جب مچھلی پانی مین تیرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا اُسکو تیرنے کا القا کرتا ہے۔

(۳) شہد کی مکھیان درختون اور پہاڑون مین گھر بناتی ہین اور شہد بنانیکے لئے درختون کے پتے کھانے جاتی ہین تو واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا اُنکی نسبت خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ ان باتون کا ہونا انکو الہام

ومن الشعر ومما یعرفون ثم کلی الخ (نحل ع ۸) کیا ہے وعلی ہذا القیاس ہزاروں بلکہ لاکھوں مواضع میں ہوسکتا ہے

طبعی کو خدا کیطرف نسبت کیا جاتا ہے اور الہام طبعی کو مانا جاتا ہے پھر کوئی کیسکو ان دعاوی الہام طبعی میں کاذب ومفتری نہیں کہتا۔

پس آنحضرت اگر الہام طبعی کا دعوی کرتے اور بنظر طبعی ہونے وحی کے اُسکو خدا کی منسوب کرتے تو عناد پیشہ قریش وغیرہ عرب وعجم ہرگز ہرگز آنحضرت کو جھوٹا ومفتری نہ کہتے بلکہ سراسر صادق وحق گو سمجھتے اور سابق سے بڑھکر آنحضرت صلعم کے مطیع وفرمان بردار ہوجاتے۔

الحاصل آنحضرت کا چالیس برس کے عمر تک صدہا امور طبعی میں دعوی وحی والہام نہ کرنا اور چالیس سال کے بعد اس دعوی کرنے پر عرب کا انکو جھٹلانا صاف صاف یقین دلاتا ہے کہ وحی امر طبعی نہیں ہے نہ آنحضرت نے اسکو طبعی ہونیکا دعوی کیا ہے نہ عامہ مخاطبین ومنکرین وقائلین نے اسکو بمعنی الہام طبعی سمجھا ہے۔

اس بیان کے موید وان مقدمات کے مصدق بہت سے آیات قرآنیہ وحدیث نبویہ وواقعات نواریخیہ ہمارے خیال میں موجود ہیں ازانجملہ چند آیات وآحادیث وواقعات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

سورہ **یونس** میں ارشاد ہے۔ کہتے ہیں جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لے آ۔ یا اسی میں کچھ ردوبدل کردے تو کہہ دے مجھے لائق نہیں کہ میں اُسکو اپنے جی سے بدلوں میں تو اُسیکا پیرو ہوں جو میرے طرف وحی کیا جاتا ہے مجھ بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے اگر میں خدا کی نافرمانی کروں (اور) تو کہدے خدا چاہتا تو میں قرآن تمکو نہ پڑھسناتا اور تمہیں نہ معلوم کراتا میں تو اس سے پہلے تم میں عمر کاٹی ہے تم اسکو نہیں سمجھتے۔

قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر ہذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادراکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (یونس ع ۲)

یعنی بیشک تم میں ایک عمر کاٹی ہے اور ہمیشہ اپنے دل عقل خیال وطبیعت کی باتیں تم سے کرتا رہا پھر کبھی ان باتوں کو خدا کی طرف نسبت نکیا اور نہ نبوت کا دعوی کیا اگر میں دل کی باتوں کو خدا کی باتیں ٹھہرانے والا ہوتا تو پہلے ہی کیوں کسی دل کی بات کو خدا کی طرف منسوب کرتا پھر جواب میں مجھے خدا نے بتائی ہے اور اسمیں مجھپر وحی نازل کی ہے

اُسکو میں اپنے جی کی بات سے کیونکر دیل سکتا ہون اور اِس دل کی بناوٹ کو خدا کی بات کیونکر کہہ سکتا ہون۔

اور سورہ **قصص** مین ارشاد ہے سو تجھے کچھ امید نہ تھی کہ تیری طرف کتاب القا کیجائیگی یہ تو ہمنے اپنی رحمت سے نازل کی ہے۔ سو تو کافرون کا مددگار نہ ہن۔ اون کو خدا کیطرف بلانے سے کہنے سے خدا کی آیتون سے رکنہ جائیو

وما کنت ترجو ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک فلا تکونن ظہیرا للکافرین ولا یصدنک عن ایات اللہ بعد اذ انزلت الیک وادع الی ربک (عنکبوت ۹۶)

یعنی یہ کتاب تیرے دل پر ہمنے اتاری ہے تیرے دل یا طبیعت کی بناوٹ نہین ہے تیرے دل یا طبیعت کی اگر بناوٹ ہوتی تو تجھے اپنی طبیعت کے بہروسہ اسکی طبیعت سے القا رہونیکی امید ہوتی جیسے شاعر یا کسی اور صاحب طبیعت کو اپنی طبیعت کے بہروسہ شعر وغیرہ کے بنالینیکی امید ہوتی ہے پہروہ امید وقوع مین آتی ہے۔

اور سورہ **زخرف** مین ارشاد ہے۔ اسیطرح ہمنے تیری طرف اپنے حکم سے وحی بھیجی ہے جو دلون کو زندہ کرنے والی ہے تجھے کچھ خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا اسکو تو ہمنے نور بنایا جس سے ہم ہدایت کرتے ہین جسکو چاہتے ہین۔

وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا (شوری ۵۲)

یعنی کتاب و ایمان جسکا اب تجھے چالیس سال کے بعد القا و الہام ہوا ہے ہماری طرف سے ہی یہ تیری ساخت اور طبع زاد نہین ہے تجھے تو اس کتاب و ایمان کی نبوت سے پہلے کچھ خبر نہ تھی۔

بخاری و مسلم و ترمذی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم چالیس سال کو پہنچکر نبی ہوئے ہین اور چالیسوین سال کے سر سے پر وحی شروع ہوئی پہر دس یا پندرہ سال مکہ مین وحی آتی رہی اور دس برس مدینہ مین اور عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی۔

عن ابن عباس قال انزل علی رسول اللہ صلعم وھو ابن اربعین فاقام بمکۃ ثلث عشرۃ سنۃ وبالمدینۃ عشرا وتوفی وھو ابن ثلث وستین رواہ الترمذی وللشیخین بعشر سنین وللمسلم اقام رسول اللہ ﷺ بمکۃ عشرۃ سنۃ یوحی الیہ واقام بالمدینۃ عشرا وھو ابن ثلث وستین۔

قاضی **عیاض** وغیرہ عامہ اہل سیر و تواریخ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت و نبوت صدق و امانت مین مشہور تھے لوگ آپ سے مقدمات اور مشکل امور مین فیصلہ کراتے ابو اسحاق

فصل واما ما عدد صلعم وما کانتہ وعفتہ وصدق لہجتہ فکان صلعم من الناس ما عدا الناس واعف الناس

واصدق منهم لهجة منذ كان - اعلق فضله بذلك محامده وكان يسمى قبل نبوة الامين قال ابو اسحاق كان يسمى الامين لما جمع الله فيه من الاخلاق الصالحة - ولما اختلف قريش وتحازبت عند بناء الكعبة فمن يضع الحجر حكموا اول داخل عليهم فاذا النبى صلعم داخل وذلك قبل نبوته فقالوا هذا محمد هذا الامين قد رضينا به - وعن الربيع بن خثيم كان يتحاكم الى رسول الله صلعم فى الجاهلية قبل الاسلام وقيل ان الاخنس بن شريق لقى ابا جهل يوم البدر فقال له يا ابا الحكم ليس هنا غيرى وغيرك يسمع كلامنا فاخبرنى عن خبر محمد صادق ام كاذب فقال ابو جهل والله ان محمدا لصادق وما كذب محمد قط وقال النضر بن الحارث لقريش قد كان محمد فيكم غلاما حدثا ارضاكم فيكم واصدقكم حديثا واعظمكم امانة حتى اذا رايتم فى صدغيه الشيب وجاءكم بما جاءكم به قلتم ساحر لا والله ما هو بساحر -

کہا ہے کہ آنحضرت کو امین کہا جاتا اسلیے ہے کہ خدا نے انمین اخلاق حمیدہ کو اکٹھا کر دیا تھا جب آنحضرت کے زمانہ مین کعبہ منہدم ہو گیا اور قریش نے دوبارہ بنانا چاہا تو اس مین کہ اسکے بنا کس کے ہاتھ سے رکھی جاوے آپس مین اختلاف ہوا پھر بطور قرعہ اسپر اتفاق ہوا کہ جو پہلے اسوقت سے باہر اوے وہی اسکی بنا کرے ناگاہ آنحضرت آئے تو سبھی بول اٹھے یہ محمد آیا یہ امین ہے ہم اسکے ہاتھ سے بنا رکھنے مین راضی ہین ربیع ابن خثیم نے روایت کی ہے کہ اسلام سے پہلے آنحضرت کی طرف مقدمات فیصلہ کرانیکو لائے جاتے اخنس بن شریق (منافق مدینہ) ابوجہل سے بدر کے دن ملا تو اس سے کہنے لگا ای ابا الحکم (ابوجہل کے کنیت ہے) یہان تیرے اور میرے سوا اور کوئی نہین ہے کہ ہماری باتین سنے مجھے تو محمد کا حال بتا دے کہ یہ جھوٹ بولنے والا آدمی ہے یا سچ کہنے والا ابوجہل بولا خدا کی قسم یہ سچا ہے اس نے کبھی جھوٹ نہین بولا - نضر بن حارث کفار قریش سے کہا محمد تم لوگون مین چھوٹا لڑکا تھا تم مین پسندیدہ اور بات کہنے مین سچا اور بڑا امانتدار پھر جب اسکی کن پٹیون مین سفید بال معلوم ہونے لگے اور وہ تمہارے پاس وہ دین لایا جو لایا تو تمنے اسکو جادوگر کہدیا بخدا وہ جادوگر نہین ہے -

بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے کہ ہرقل (شاہ روم) نے ابوسفیان سے جب وہ آنحضرت کا دشمن تھا آنحضرت کا حال پوچھا کہ تم لوگ دعوی نبوت سے پہلے اسکو جھوٹا کہتے تھے اس نے جواب دیا کہ نہین پھر ہرقل نے

عن ابى سفيان ان هرقل قال له وسالناك هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل ان يقول ما قال فذكرت

ان لا افقد اعرف انه لم یکن لیذر الکذب علی الناس ویکذب علی الله (صحیح بخاری مختصراً)

کہا کہ جو لوگوں پر جھوٹ نہ بولے تو وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے یعنی خلاف واقعہ کیونکر دعوی کر سکتا ہے کہ خدا نے مجھ کو نبی بنایا ہے

ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ابوجہل نے آنحضرت سے کہا ہم تجھے تو جھوٹا نہیں جانتے بلکہ ان باتوں کو جھوٹا جانتے ہیں جو تو اب لیکر آیا ہے جس پر خدا تعالیٰ نے یہ قول نازل فرمایا کہ اے نبی یہ تجھ کو جھوٹا نہیں جانتے پر (یہ) ظالم خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

عن علی ان ابا جهل قال للنبی صلعم انا لا نکذبك ولکن نکذب ما جئت به فانزل الله فانهم لا یکذبونك ولکن الظالمین بآیات الله یجحدون (جامع الترمذی ص۱۳۰ جلد ۲)

تفسیر کبیر میں اس آیت کی یہ معنی بیان کئے ہیں

والجواب الثانی فی تاویل الآیة انهم لا یقولون انك انت کذبت فی ادعاء النبوة طول هذه المدة الطویلة والزمان المدید وما وجدوا منك کذبا البتة وسموك بالامین فلا یقولون فی الذات کاذب ولکن یجحدون آیاتك ورسالتك فانهم اعتقدوا ان محمدا عرض له نوع خبل ونقصان فلاجله تخیل من نفسه انه رسول من عند الله وبهذا التقدیر لا ینسبونه الی الکذب کما قال الله ما کذب فی سائر الامور فهذا ما فی کلامه فی هذا الموضع

اسی نظر سے کہ وہ لوگ رسول کو اپنے درمیان صادق جانتے اور قبل نبوت جملہ امور میں آپکی صدق پہچانتے تھے اللہ تعالیٰ نے انکو اپنا احسان جتایا اور فرمایا کہ خدا نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ انہی میں ایسا رسول بھیجا جو ان ہی میں سے ہے وہ انپر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کے عقاید کو پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ بیشک اس سے پہلے ظاہر ہوا میں تھے

لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ آل عمران ع ۱۷

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی نے فرمایا ہے کہ آن حضرت صلعم ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور ان میں ہی نشو ونما پائی وآنحضرت کے احوال واقوال

تولوا من انفسهم واعلم ان وجه الامتنان بهذا من

وجوہ الاول انہ علیہ السلام ولد فی بلدہم ونشأ فیما بینہم وہم کانوا عارفین باحوالہ مطلعین علی جمیع افعالہ واقوالہ فما شاہدوا منہ من اول عمرہ الی آخرہ الا الصدق والتنفر عن الکذب والمیل الی الدنیا والبعد عن الکذب والمائم فکیف یحتمل ان یقال انہ علی الصدق ومن اول عمرہ الی آخرہ ملازما للصدق والامانۃ وابعد عن الخیانۃ والکذب ثم ادعی النبوۃ والرسالۃ التی یکون الکذب فی مثل ہذا الدعوی اقبح انواع الکذب یغلب علی ظن کل احد انہ صادق فی ہذہ الدعوی

والثانی انہم کانوا عالمین بانہ لم یتلمذ لاحد ولم یقرء کتابا ولم یجالس مدرسا وانہ اتی بعلوم الاولین ثم انہ لبث اربعین سنۃ لم ینطق البتۃ بحدیث النبوۃ والرسالۃ ثم انہ بعد الاربعین ادعی الرسالۃ وظہر علی لسانہ من العلوم ما لم یظہر علی احد من العالمین ثم انہ یذکر قصص المتقدمین واحوال الانبیاء الماضین علی الوجہ الذی کان موجودا فی کتبہم فکل من لہ عقل سلیم علم ان ہذا لیس الا الاباء الوحی المتلو او الالہام الالٰہی۔ (تفسیر کبیر ص ۱۳ جلد ۳)

واقعال جانتے تھے انہوں نے آنحضرت کا ابتدا عمر سے آخر تک بجز صدق وعفت وترک التفات ہوئے دنیا وری از کذب وملازمت صدق کے کچھ نہ دیکھا اور جس شخص کے حالات مدت عمری سے راستبازی وامانت داری کو لازم پکڑتا اور جھوٹ وخیانت سے دور رہنا معلوم ہو پھر وہ نبوت ورسالت کا دعوی کرے جس میں جھوٹ بولنا سب سے اقبح کذب ہوتا ہے اسکی نسبت کسی کا یہی گمان ہوتا ہے کہ وہ اس دعوی میں سچا ہے۔ دوسرا وہم یہ کہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلعم کسی کے شاگرد نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے کوئی کتاب پڑھی اور درس وتدریس میں چالیس برس تک کبھی رسالت ونبوت کی بات نہیں بولے پھر چالیس سال العمر کی رسالت ہوئے ہیں اور انکی زبان سے ایسے علوم ظاہر ہوتے ہیں جو تمام جہان میں کسی نہیں ہوئے اور انہوں نے پہلے لوگوں کے قصہ اور انبیا گذشتہ کے حالات ایسے بیان کئے ہیں جو انکی کتابوں میں موجود ہیں ایسی شخص کی نسبت ہر صاحب عقل سلیم یہی اعتقاد کرتا ہے کہ یہ جو کہتا ہے بجز وحی والہام الٰہی نہیں کہتا۔

یہہ آیات وروایات وتاریخی واقعات مضمون استدلال چہارم کے پورے موید ہیں اور صاف مظہر کہ جناب رسول اللہ صلعم چالیسویں سال عمر سے پہلے طبعی کمالات کو پہنچ چکے تھے۔ وحق گوئی وراست بازی ومکارم اخلاق میں شہرہ آفاق تھے۔ باایں ہمہ آپنے پہلے کبھی کسی طبعی وعملی یا اخلاقی بات کو خدا کیطرف منسوب نہیں کیا اور نہ کسی سے حق کے بتانے یا سکھانے یا بجالانے میں خدا کی نیابت وسفارت ورسالت کا دعوی کیا پھر چالیس سال کے بعد دعوی رسالت ونبوت کیا اور مکارم اخلاق کو خدا کی طرف سے بتایا جس پر منکرین نے آپکو مجنون ومفتری ٹھہرایا۔ اگر آپکا دعوی رسالت

و نبوت بنظر طبعی ہونے امور رسالت کے ہوتا تو لازم تھا کہ چالیسویں سال عمر کے پہلے جیسے امور طبعی و اخلاقی کا آپ سے صدور ہونے لگا تھا) یہ دعوی کیا جاتا اور اس دعوی پر کوئی عاقل آپ کو نہ جھٹلاتا آئندہ ان باتوں کے سمجھنے کے لئے خدا تعالی کی توفیق رفیق چاہئے۔ فمن لم یجعل اللہ نورا فما لہ من نور۔

استدلال پنجم

(جو مثل استدلال چہارم عام فہم ہے۔ اور مقدمات سابقہ پر موقوف نہیں)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلعم کو چالیسویں سال عمر کے بعد بعثت و نبوت حاصل ہوئی ہے اور قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم و حضرت یحیی و حضرت عیسی علیہم السلام کو اوائل عمر میں نبوت عطا ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی نسبت قرآن مجید میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو پہلے سے یعنی بچپن سے ہدایت یعنی نبوت عطا کی ہے اور ہم اُسکے اہلیت سے واقف تھے۔ اور حضرت یحیی کے حق میں فرمایا ہے ہمنے اُسکو بچپن میں حکم یعنی منصب نبوت عطا کیا ہے۔

ولقد آتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین (انبیاء ع ۵)

یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ واتیناہ الحکم صبیا۔ (مریم ع ۱)

الحکم النبوۃ صبیا ابن ثلث سنین (جلالین)

تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت یحیی کو تین برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ خدا نے بچپن میں یحیی کی عقل مضبوط کر دی اور اُنکی طرف وحی بھیجی خدا نے انکو اور حضرت عیسی کو بچپن میں ہی کیا نہ جیسا کہ محمد و موسی علیہما السلام کو سن شباب کے پورے ہونے پر نبی کیا۔

فان اللہ تعالی احکم عقلہ فی صباہ واوحی الیہ وذلک لان اللہ تعالی بعث یحیی وعیسی علیہما السلام وھما صبیان لا کما بعث موسی ومحمد علیہما السلام وقد بلغا الاشد۔ (تفسیر کبیر ج ۶ جلد ۵)

اور حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ اُن کو مریم علیہا السلام اُٹھا لائی تو لوگوں نے کہا بے شک یہ تو بہتان لائی۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی (حضرت) مریم نے (حضرت) عیسی کی طرف اشارہ کیا وہ بولے

فاتت بہ قومھا تحملہ قالوا یا مریم لقد جئت شیئا فریا اخت ھارون ما کان ابوک امرء سوء وما کانت امک بغیا فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان

فی المهد صبیا - قال انی عبد الله اٰتنی الکتٰب وجعلنی نبیًا - (مریم ع ۲)	ہم ایسے شخص سے کیونکر کلام کریں جو گہوارہ میں لڑکا ہے عیسیٰ نے جو ابدیا میں خدا کا بندہ ہوں خدا نے مجھی کتاب دی ہے اور مجھے نبی کر دیا ہے -

اس **تفاوت** اوقات بعثت ان حضرات سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی غیبی وخارجی امر ہے طبعی و داخلی نہیں طبعی ہوتا تو سبھی انبیاء کی بعثت کا ایک وقت اور ایک دستور ہوتا چنانچہ اور امور طبعی میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے - **دیکھو** مچھلیوں کے لئے تیرنا امر طبعی ہے تو یہ تیرنا اُن سے یکسان اوقات میں سرزد ہوتا ہے ایسا کہیں دیکھا یا نہیں گیا کہ کوئی مچھلی ایک وقت عمر میں تیرنے لگی کوئی اس سے چار برس پیچھے - وعلی ہذا القیاس -

اور **خود بدولت** بھی تفسیر پر تنزویر میں فرما چکے ہیں کہ نبوت انبیاء کے دل و دماغ کی بناوٹ سے تعلق رکھتی ہے اور بناوٹ کا یکسان ہونا اس تمثیل سے بیان فرما چکے ہیں کہ جس بناوٹ کی کھوپری ایک قاتل بے رحم کی ہوگی اسی بناوٹ کی کھوپری دوسرے قاتل کی ہوگی - چنانچہ اصل عبارت جناب نمبر ۲ میں بصفحہ ۲۶۰ منقول ہو چکی

اب اگر یہ فرماویں کہ نبوت خاصہ نوعی نہیں اور اسکو نوع انبیاء سے یکسان تعلق نہیں بلکہ یہ شخصی امر ہے جسکو ایک نبی کے نیچر سے جدا جدا تعلق ہے پس نیچر میں جس قدر استعداد و ملکہ نبوت تھا اسی قدر اسکا اثر ظاہر ہوا جسکے نیچر میں نقصان تھا اسکا ظہور اثر پذیر ہوا اور جسکے نیچر میں ملکہ نبوت پورا و کامل و قوی تھا اسکا اثر جلد ظہور میں آیا -

تو یہہ بات کسی پابند مذہب (محمدی یا یہودی یا نصرانی) کے نزدیک لایق جواب نہیں - کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی فطرت میں ملکہ نبوت بہ نسبت ملکہ حضرت عیسیٰ ناقص کہا گیا تھا اسلئے انکو چالیس سال کے بعد منصب نبوت عطا ہوا اور کوئی یہودی یا نصرانی یہہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت موسیٰ کی فطرت میں ملکہ نبوت بہ نسبت ملکہ حضرت یحییٰ ناقص کہا گیا تھا اسلئے انکو حضرت یحییٰ کے نسبت بدیر نبی کیا گیا -

اور **یہہ** مقام مذہب سے آزاد ہو کر گفتگو کرنے کا نہیں ہے بلکہ بہ پابندی مذہب اسلام بیان حقیقت نبوت کا مقام ہے اور مذہب اسلام یہی شہادت دیتا ہے کہ آنحضرت صلعم سب نبیوں سے کامل درجہ کی نبوت دئے گئے ہیں چنانچہ † حدیث بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنًا فقرنًا - وحدیث انا سید ولد آدم - وحدیث[۳] لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت

† (۱) یعنی میں ہر زمانہ کی بہترین خلایق سے مبعوث ہوا ہوں - (۲) میں تمام بنی آدم کا قیامت کے دن سردار ہونگا اور فخر نہیں جتلاتا -

(۳) جس قدر مجھے لوگوں نے مانا ہے کسی نبی کو نہیں مانا -

وحدیث فضلت علی الانبیاء بست۔ وحدیث ان اللہ بعثنی لاتمم مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال وحدیث کنت یوم القیمۃ امام النبیین وخطیبہم وحدیث ابن عباس ان اللہ فضل محمداً علی الانبیاء وعلی اہل السماء وغیرہا من شہادات تناطق ہیں۔

ان کے [illegible] شرعی فیصلہ بنسبت بیان حقیقت وحی پورا ہوا اور ثابت ہوا کہ وحی قسم اول ہو خواہ قسم دوم نبی کا امر طبعی و داخلی نہیں ہے جسکا فیضان والقاء صرف طبیعت نبی سے ہوا ہو بلکہ غیبی و خارجی ہے جسکا منزل عالم بالا اور حضرۃ القدس اور اس مبدء فیاض سے ہے جو ذات نبی بلکہ جملہ مخلوقات سے علیحدہ و خارج و فائق بالذات ہے اور بخوبی معلوم ہوا کہ اس باب میں جو کچھ مسلمانوں کا اعتقاد ہے وہی اسلام میں محقق اور خدا اور رسول کے نزدیک حق ہے گو جناب مخاطب اسکو حق نہ جانیں اور اپنی تحقیق کو خدا اور رسول کی تحقیق سے بہتر سمجھا ہو خدا اور رسول کی غلطیاں نکالیں اور تہدید قل اتعلمون اللہ بدینکم اور تخویف فماذا بعد الحق الا الضلال کو پس پشت ڈالیں مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا اور رسول کی بات کے مقابلہ میں انکی ایک بات ماننے اور انکے حکم میں تزویر و تاویل سے ایمان کو بچالیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

بیان حقیقت اصل سوم

(یعنی ایمان بکتاب اللہ)

قرآن کی نسبت مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کتاب بعینہ بلفظہ و بنظمہ آسمان سے نازل ہوئی جو کچھ جبرئیل امین کو رب العزت سے وحی ہوا وہ جبرئیل امین نے آنحضرت صلعم کے دل پر وحی کیا حضرت جبرئیل کی صورت کو آنحضرت نے آنکھ سے دیکھا حضرت جبرئیل امین کا قول آنحضرت کے کانوں نے سنا دل نے سمجھا زبان نے پڑھ سنایا تیئیس سال کے عرصہ میں یہ سلسلہ تعلیم و تعلم کا ختم ہوا جس قدر حضرت جبرئیل سال بہ سال آنحضرت کو سکھاتے اور پڑھاتے تھے سال میں ایک مہینہ رمضان اسکا دور کیا جاتا تھا جس سال آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا اس سال دو دفعہ جبرئیل نے

---

(۱) [illegible] تمام نبیوں پر چھ چھ باتوں میں بزرگی دی ہے پہلی ان کا شمار کیا نواز انجملہ عموم دعوت (جو لوازم خاصہ نبوت سے ہے) اور ختم رسالت کا ذکر کیا (۲) خدا نے مجھ کو مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے پورا کرنے کے لئے بھیجا ہے (۳) قیامت کے دن میں نبیوں کا امام ہونگا (۴) حدیث ابن عباس رض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو تمام نبیوں اور تمام آسمان والوں پر بزرگی دی ہے پھر اس کو ثبوت میں آیہ قرآن کو پیش کیا جس میں عموم

† [illegible] ‡ حق کے بعد گمراہی ہی اور کیا ہے۔

آنحضرت سے قرآن کا دور کیا جس سے آنحضرت نے جان لیا کہ بس اب میرے کوچ کا وقت آگیا۔ اس قرآن مین کوئی لفظ اور کوئی حرف آنحضرت کی طرف سے نہین ہے اور آنحضرت کے دل کو دماغ کو طبیعت کو نفس کو اسکی نظم و ترتیب و تالیف مین اس سے زیادہ دخل نہین ہے جسقدر کہ آئینہ مصقل کو شعاع آفتاب کی قبول کرنے اور دوسری چیز پر اس شعاع کو پہنچانے مین یا صفحہ قرطاس کو نقوش الفاظ کے منقش ہونے مین دخل ہوتا ہے۔

اور اس اعتقاد پر جو شہادت کتاب و سنت مین پائی جاتی ہے اُسکا بیان نمبر ۹ و ۱۰ مین بصفحات ۲۶۵ و ۲۶۷ و ۲۸۴ و ۲۹۳ و ۳۰۶۔ اور نمبر ہذا مین بصفحہ ۳۳۹ و ۳۴۰ گذرا جسکا اعادہ ضروری نہین **از انجملہ** آیۃ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی جو بصفحہ ۳۳۹ منقول ہے اس بات پر نص صریح ہے کہ یہ کتاب آنحضرت کے نفس (جسمین طبیعت دل و دماغ خیال سبھی آجاتے ہین) کی بناوٹ نہین ہے ایسی ہی دوسری آیۃ مین تصریح ہے کہ یہ نبی ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ نجم ۱۔ اپنی خواہش (نفس) سے نہین بولتا جو یہ خدا کیطرف سے بیان کرتا ہے وہ وحی ہے جو اسکی طرف وحی کی گئی ہے۔ اور ایک آیۃ مین ارشاد ہے جب ہم ایک آیت دوسری آیۃ کو بدلہ

واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق الخ۔ (نحل ۱۴۶)	لاتے ہین اور ہم خوب جانتے ہین جو اُتارتے ہین تو منکر کہتے ہین تو اپنے پاس سے بناتا ہے تو کہدے اُسکو تو روح القدس (جبرئیل) نے خدا کیطرف سے اُتارا ہے یعنی میرے نفس یا طبیعت یا خیال نے از خود نہین بنالیا۔

اور ایک آیۃ مین ارشاد ہے کہ جو (ولید بن المغیرہ) کہتا ہے کہ یہ قرآن جادو ہے پہلوں سے چلا آتا۔ یہ بشر کا قول

فقال ان ھذا الا قول البشر سأصلیہ سقر (مدثر ۲۵)	ہے اسکو ہم شاب دوزخ مین داخل کرین گے۔

اور بہت سی آیتون مین تکرار ارشاد ہوا ہے۔ کہ اس کتاب کا اُتارا خدا کی طرف سے ہے جو جاننے والا حکمت والا رحم والا ہے۔

تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم (زمر۔ مومن۔ جاثیہ)	

اس ایک ہی مضمون کو بار بار اسلئے فرمایا کہ منکر (نیچریون کے ہم مشرب) بار بار کہتے ہے کہ یہ قرآن محمد صلعم نے آپ

انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین (دخان ۲) انا انزلنہ فی لیلۃ القدر (سورۃ القدر ۱)	بنالیا ہے اور ایک آیت مین ارشاد ہے ہمنے قرآن ایک مبارک رات مین اُتارا ہے۔ دوسری آیۃ مین اسی رات کا نام

پہلا ابتدا نزول کا ذکر ہے اور تمام قرآن آنحضرت پر یکبارگی نہیں اُترا بلکہ سورۃ سورۃ تیئس سال مین نازل ہوا چنانچہ ایک آیۃ مین ارشاد ہے۔ منکر کہتے ہین (کہ اگر قرآن خدا کی طرف سے تھا) تو سبھی اکٹھا کیون نہ اُترا۔ تو کہدے

وقال الذین کفروا لولا انزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذلک لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا۔ فرقان ۳۶

ایسا ہی تھوڑا تھوڑا نازل کرنا مناسب تھا تاکہ تیرے دل کو ہمت تھوڑا تھوڑا کرکے سے مضبوط کردین اور اسواسطے ہمنے اسکو دھیرے دھیرے پڑھا ہے

اور اس مدت نزول کے تیئس سال سے تحدید بصفحہ ۳۴۰ ہو چکی ہے اور ہر سال ایک دفعہ اور سال وفات مین دو دفعہ یا ہ رمضان آنحضرت کا جبرئیل امین سے قرآن کا دور کرنا احادیث ذیل مین وارد ہے۔ حضرت ابن عباس سے

عن ابن عباسؓ قال کان رسول اللہ صلعم اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن۔

روایت ہے کہ آنحضرت سب لوگون سے بڑھکر سخی تھے اور اپنے سبھی وقتون سے زیادہ سخی رمضان مین ہوتے جبکہ آپ جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا درس کرتے۔

وعن عائشۃؓ عن فاطمۃؓ ان النبی صلعم اسر الیہا ان جبرئیل کان یعارضنی القرآن کل سنۃ مرۃ وانہ عارضنی العام مرتین ولا اراہ الا حضر اجلی (صحیح بخاری ص ۳۷۳ ج ۲)۔

اور حضرت عایشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے اپنی لخت جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا و علی ابیہا سے خفیۃً فرمایا کہ جبرئیل ہر سال ایکدفعہ مجھ سے قرآن کا تکرار کیا کرتے اس سال دو دفعہ تکرار کیا جس سے مینے جان لیا کہ اب میرا اجل آگئی ہے

ان آیات واحادیث مین جو تاویل تسویل جناب مخاطب عمل مین لائے ہین اسکا جواب عقلاً و نقلاً بضمن بیان حقیقت اصل دوم ہو چکا ہے اور اُنکے پاس اسبات کا کوئی جواب نہین ہے کہ اگر یہ قرآن آنحضرت کی طبیعت کا ایجاد ہوتا تو اُسکی نسبت یہ نہ کہا جاتا کہ یہ آنحضرت کے نفس یا جی سے نہین ہے اگر وہ یہ جواب دین کہ طبیعت نبویہ کا فعل حقیقۃ خدا کا فعل ہوتا ہے اسلئے کہا گیا کہ یہ آنحضرت کے جی سے نہین ہے خدا کی طرف سے ہے تو یہ **محض مغالطہ** ہے اسلئے کہ اگرچہ طبیعت کا فعل حقیقۃ خدا کا فعل ہے مگر بظاہر اسکا صدور طبیعت سے ہوتا ہے لہذا اسکو طبیعت کیطرف نسبت کرنا کذب و خلاف واقعہ نہین ہے چنانچہ جملہ اشیاء کو جو کسی سبب سے ہوتی ہین ظاہری سبب کیطرف نسبت کیا جاتا ہے اگرچہ اُن کا فاعل حقیقی خدا متعال ہے۔

چنانچہ ہوا آگ کی جلی چیز کو کہا جاتا ہے کہ آگ نے اسکو جلایا ہے کوزہ گل کی نسبت کہا جاتا ہے کہ کمہار نے اسکو بنایا اگرچہ

درحقیقت اس چیز کے جلانیوالا اور کوزہ کے بنانیوالا خدا تعالیٰ ہے پھر اگر قرآن کو آنحضرت کی طبیعت نے بنایا تھا اور بظاہر اسکا ایجاد اسی طبیعت سے ہوا تھا تو اسکی نسبت یہ کیونکر ارشاد ہوا کہ یہ آنحضرت کے جی سے نہیں ہے اور یہ کلام بشر نہیں۔

یہ ارشاد صریح و صاف طور پر ناطق ہے کہ قرآن آنحضرت کی طبیعت یا دل یا خیال کی بناوٹ نہیں ہے بلکہ خدا واحد کیطرف سے منزل ہے یہ فوارہ کیطرح آنحضرت کے اندر سے نہیں نکلا بلکہ ابر رحمت کی مانند اوپر سے برسا ہے

بیان حقیقت اصل چہارم

(یعنی ایمان بالملائکہ)

مسلمانوں کا حقیقت و صفات ملائکہ کی نسبت وہی اعتقاد و ایمان ہے جو آپنے مسلمانوں کی طرف سے نقل کیا ہے اور وہ متن اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ میں صفحہ ۲۷۴ سے ۲۷۶ تک منقول ہوا۔

بیشک مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں کہ ملائکہ وجود آدم سے پہلے بوجود ذاتی موجود چلے آتے ہیں اور (۲) ہیں اور صورتوں (۳) واشکال سے مشکل ہیں جنمیں پرواز ہیں۔ اور وہ (۴) بشکل انسان بھی بشکل کہ کبھی دیکھا ہے خدا کی طرف سے رسولوں کے پاس وحی و کلام لاتے ہیں اور وہ (۶) دنیاوی بادشاہت خداوندی میں خداوندی کے وسائل ہیں کوئی مینہ برسانے پر مامور ہے کوئی صور پھونکنے پر کوئی زندوں کی جان نکالنے پر وعلی ہذا القیاس اور وہ آسمانی بادشاہت خداوندی میں بھی خدمات و فرائض پر مامور ہیں اور جداگانہ مناصب سے مشرف۔ بعض (۷) مقربین ہیں بعض اُن سے کم رتبہ کئی (۸) عرش معلی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ کئی (۹) عرش کے گرداگرد طواف کر رہے ہیں ہزاروں (۱۰) بیت المعمور کے گرد طواف کرتے ہیں لاکھوں (۱۱) آسمان پر سربسجود ہیں کوئی (۱۲) بہشت کا خازن ہے کوئی (۱۳) دوزخ کا داروغہ وعلی ہذا القیاس۔ اور ان اعتقادات میں مسلمان نہ یہودیوں کے مقلد ہیں نہ بت پرستوں عرب کے شاگرد نہ مجوسیوں کے پیرو معتقد۔ بلکہ یہ اعتقادات قرآن و حدیث میں آئے ہیں اور خدا و رسول نے مسلمانوں کو سکھائے ہیں۔ اس سے آگے سلسلہ تسلیم کا کہ خدا تعالیٰ نے کس یہودی یا مجوسی یا بت پرست کی شاگردی کی ہے اور کس کالج یا یونیورسٹی میں ان عقاید کی تعلیم پائی ہے آنریبل صاحب بہادر بتا سکتے ہیں جو ماشاء اللہ پرانی تاریخ اور قدیمی جغرافیہ سے واقف ہیں اور بڑے بڑے دارالعلوم (لنڈن کیمبرج وغیرہ) کی سیر کر آئے ہیں کاش کہ

جلد سوم تلزم (جس سے حضرت موسیٰ کو عبور ہوا تھا) تک کا جغرافیہ معلوم نہیں ہوا یہ جرات نہیں کر سکتے اور ان عقاید کی نسبت یہی خیال کرتے ہیں کہ ان کی تعلیم کا سلسلہ خدا تعالیٰ تک منتہی ہوا ہے خدا نے انکو اپنے ذاتی علم سے جانا اور بیان فرمایا ہے کسی ہندی یا نصرانی یا مجوسی یا نیچری سے نہیں سیکھا۔

اب رہی یہ بات کہ قرآن و حدیث میں یہ عقاید کہاں آئے ہیں اور خدا اور رسول نے کب سکھائے تو اسکی تفصیل ہماری قلم و زبان و رسالہ عاجز ہیں تاہم بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ بطور نمونہ خروارے سے اظہار بیان کیا جاتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ **ملائکہ کے قبل آدم** موجود ہونیکی نسبت تو پہلے سیپارہ کے پہلے ہی رکوع میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسنے آدم کے زمین میں خلیفہ کرنیکی بابت فرشتوں سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کیا تو ایسے شخص کو خلیفہ کرنا چاہتا ہے جو فساد و خونریزی کا مادہ رکھتا ہے جسپر خدا نے اسکا نہ بتایا اور فرشتوں سے ما علمکم کا اور ایسا اور آدم کو پیدا کیا اور فرشتوں کو اسکی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا۔

واذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفه قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء الخ — بقرہ ۴۶ —	

اور فرشتوں کے نور سے مخلوق ہونیکی بابت آن حضرت نے فرمایا ہے۔ ملائکہ نور سے مخلوق ہیں اور جن بے دھواں آگ سے اور آدم اس چیز سے جو تمکو بتائی گئی ہے۔

عن عائشة — قال قال رسول الله صلعم خلقت الملئكة من نور وخلق الجان من مارج من نار وخلق آدم مما وصف لكم (صحیح مسلم ص ۴۱۳ جلد ۲)	

اور فرشتوں کی شکل و پرون کی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔ خدا کے ہی لئے تعریف ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور فرشتوں کو رسول کیا جو دو دو تین تین چار چار بازو رکھتے ہیں اور خدا اپنی پیدائش میں بڑھاتا ہے جو چاہتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الحمد لله فاطر السموت والارض جاعل الملئكة رسلا اولى اجنحة مثنى وثلث ورباع يزيد فى الخلق ما يشاء ان الله على كل شئ قدير — فاطر ۱	

اور آنحضرت نے جبرئیل کی اصلی صورت کا مشاہدہ فرمایا۔ تو اسکے چھ سو بازو کو معاینہ کیا چنانچہ نمبر ۲ میں بصفحہ ۲۹۶ منقول ہو چکا ہے۔ اور آنحضرت نے حضرت اسرافیل کے حال میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسرافیل کو دونوں پاؤں پر صف باندھ کر کھڑا ہوا پیدا کیا وہ خدا تعالیٰ کیطرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا آسمان اور

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلعم ان الله خلق اسرافيل يوم خلقه صافا على قدميه لا يرفع بصره	

بینہ وبین الوب سبعون نورا ما منھا من نور یحرقہ ۱۲ احرقت (رواہ الترمذی وصحح)

خدا تعالیٰ میں نور کے ستر حجاب ہیں ان میں ایک کے قریب بھی ہو تو جل جاوے۔

اور فرشتوں کی بشکل انسان متشکل ہو کر کہانی دینے اور انبیاء وغیرہم سے ہمکلام ہونے کی بابت خدا تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے کہ ہمارے رسول (یعنی فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لیکر آئے تو وہ انکی مہمانی کے لیے بچھڑا بھونا ہوا لائے جب انکو کھانے کو لیے ہاتھ نہ بڑھاتے دیکھا تو ڈر گئے انہوں نے کہا ہم خدا کے فرشتے ہیں اور قوم لوط کے عذاب کے لیے بھیجے گئے ہیں جب وہ حضرت لوط کے پاس پہنچے تو وہ بھی پہچان نہ سکا اور ڈر کے سبب انہوں نے حال بتا یا تو مطمئن ہوئے۔ قوم لوط جو بدفعلی کے عادی تھے سنکر خوش خوش آئے اور ان کو خوبصورت لونڈے سمجھکر بدفعلی کو مستعد ہوئے تب فرشتوں نے انپر پتھر برسائے اور اُنکے گاؤں زمین سے اُٹھا کر پٹک دیے۔

ولقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشری الخ (ہود ع ۷)
ونبئھم عن ضیف ابراھیم المکرمین (حجر ع ۴ و ۵)
ھل اتاک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین (ذاریات ع ۲)
وغیرھا

اور آنحضرت فرماتے ہیں میں نے جبرئیل کو (یعنی بصورت انسان) دیکھا تو اسکو وحیہ بن کلبی کا شابہ پایا اور حضرت ام سلمہ کا جبرئیل کو بصورت دحیہ دیکھنا اور حضرت عمر وغیرہ صحابہ کو بصورت ایک انسان مفید لباس کے دیکھنا نمبر ۹ میں بصفحہ ۴۸۵ منقول ہو چکا ہے۔

عن جابر ان رسول اللہ صلعم قال رایت جبرئیل فاذا اقربہ من رایت بہ شبھا دحیۃ بن خلیفۃ۔ (رواہ مسلم)

اور فرشتوں کا خدا کی طرف سے رسولوں کے پاس کلام اور وحی لانا بیان حقیقت امر وحی میں بسط تفصیل بیان ہو چکا ہے۔ اس مقام میں ایک دو آیتوں کو بیان کیا جاتا ہے جنمیں لانیکی رسالت کو انسانوں کی رسالت کے مقابلہ میں بیان فرمایا ہے۔ سورہ الحج میں ارشاد ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی رسول چن لیتا ہے وہ سننے دیکھنے والا ہے

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس ان اللہ سمیع بصیر۔ (الحج ع ۱۰)

یہ آیتیں سیاق پر نظر کرنے سے کہ کل رسول انسانی رسولوں سے علیحدہ ہے۔ انسانی رسول تمام ان انبیاء کیلئے

بھیجا جاتا ہے اور ملکی رسول خاص انسانی رسولوں کی طرف مبعوث ہوتا ہے ایسا ہی سورہ شوریٰ میں ارشاد ہوا ہے

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء - (شوریٰ ع ۵)

کہ کسی بشر کو لائق نہیں کہ خدا اس سے ہمکلام ہو مگر بطور وحی یا حجاب کے اڑ میں یا یہ کہ خدا اسکی طرف رسول بھیجے پس وہ اسپر خدا کے اذن سے القا کرے جو خدا چاہے -

اس آیۃ میں بھی صاف ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ انسانی رسولوں کیطرف ملکی رسول بھیجتا ہے اور وہ ملکی رسول اس وحی سے علحدہ و علاوہ چیز ہے جو (بلا واسطہ) نبیوں کے دل پر نازل ہوتی ہے -

ان دونوں آیتوں کو ناظرین یاد رکھیں یہ بمقام معارضہ و ابطال خیال خصم کے آئی ہیں اور فرشتوں کا خدا عالم دینوی پر مامور ہونا قرآن کی بہت سی آیات میں مذکور ہے - ملایکہ حفظہ و کراماً کاتبین کی نسبت ارشاد ہے

وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید - (ق ۲۶)

لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (رعد ۲۶) ویرسل علیکم حفظہ (انعام ۷۶)

تمہیں نگہبان بزرگ ہیں عزت لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو - دو فرشتے تمہارے قول و فعل کو لیتے رہتے ہیں ایک داہنی طرف ہے دوسرا بائیں طرف انسان جو کچھ بولتا ہے اسکے لینے کو نزدیک انسان کے آگے پیچھے فرشتے رہتے ہیں جو اسکو خدا کے حکم سے نگاہ رکھتے ہیں خدا نے تمہیں نگہبان چھوڑے ہوئے ہیں -

کراماً کاتبین کے نتیجہ کارروائی (یعنی نامہ اعمال بنی آدم) کا ذکر بہت سی آیات قرآن میں وارد ہے از انجملہ بعض آیات کو بنے حاشیہ میں درج کیا ہے - اور کراماً کاتبین کی تقرری کے فوائد و حکمتوں کو امام رازی نے تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۸۵ میں تفصیل بیان کیا ہے اور منکرین مخالفین اسپر اعتراض کرتے ہیں - اسکا جواب تفسیر کبیر کی جلد ۸ صفحہ ۹۱ میں تفصیل مرقوم ہے - طالب شایق ان مواضع کیطرف رجوع کرے -

کل انسان الزمناہ طائرہ - الخ

فاما من اوتی کتابہ بیمینہ - الخ

ما لھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الخ

ملایکہ موت کا ذکر متعدد آیات میں ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ مومنوں کے ارواح کو فرشتے عزت و بشارت سے قبض کرتے ہیں کافروں کی ارواح توہین و عذاب سے - ان آیات کی تفصیل سورہ نساء - انعام - نحل محمد وغیرہ

ان الذین تتوفیھم الملئکۃ ظالمی انفسھم (ف ۱۴۴۱)

والملئکۃ باسطوا ایدیھم (انعام ۱۱۲)

الذین تتوفٰھم الملٰئکۃ (نحل ۴۶) تتنزل علیھم الملٰئکۃ (حم سجدہ ۴۶) فکیف اذا توفتھم الملٰئکۃ (محمد ۳۶) والنازعات غرقا الخ (نازعات ۱۶)

مین موجود ہے اور ان ملائکہ کی صورتین اور قبض ارواح کی کیفیتین احادیث مین تفصیل وارد ہین جسکے بیان کی عام شہرت کے سبب کچھ ضرورت نہین۔

اور ملایکہ موکلین سحاب وامطار وغیرہ **تدبیرات** عالم کا متعدد آیات مین ذکر ہے۔ سورۂ نازعات مین انکو **مدبّرات** سے تعبیر کیا ہے اور صافات مین **والزاجرات** سے اور ذاریات مین **مقسمات** سے اور ایک آیت مین ارشاد ہوا ہے کہ رعد وغیرہ ملایکہ خدا کے خوف سے تسبیح کر رہے ہین۔ آنحضرت سے یہودنے پوچھا کہ رعد کیا چیز ہے تو آپنے فرمایا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادل پر مسلط ہے اسکے پاس آگ کی قمچیان ہین جن سے وہ بادل کو ہنکاتا ہے جہان خدا چاہتا ہے۔ پھر انہون نے کہا یہ آواز کیسی ہے جو ہم سنتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ یہ اسکے جھڑکی کی آواز ہے۔

ویسبح الرعد بحمدہ والملٰئکۃ من خیفتہ (رعد ۴۶) عن ابن عباس قال اقبلت یھود الی النبی صلعم فقالوا یا ابا القاسم اخبرنا عن الرعد ما ھو قال ملک من الملٰئکۃ موکل بالسحاب معہ مخاریق من نار یسوق بالسحاب حیث شاء اللہ فقالوا فما ھذا الصوت الذی نسمع قال زجرۃ بالسحاب (ترمذی جلد ۱۵۶)

اس روایت کو امام رازی نے **تفسیر کبیر** مین نقل کیا ہے اور بنا پر ایک قول کے رعد کا فرشتہ ہونا تسلیم کر لیا ہے اور حکماء طبعیین کے ان باتون کو کہ بادل بخارات زمین سے پیدا ہوتے ہین اور جو ان بادلون مین ہوا بند ہو جاتی ہے۔ جب اسکو اوپر سے سردی پہنچتی ہے تو وہ بادلون کو پھاڑ کر نکلتی ہے اس پھٹنے کی آواز رعد ہے اور جو اس حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے وہ بجلی ہے۔ بدلائل معقول رد کر دیا ہے۔

وان کان الثانی وھو ان یقال ان ذلک لاجزاء + انکا خلاصہ یہ ہے کہ حکماء طبعیین کا یہ کہنا کہ بادل صرف بخارات سے من الارض فلما وصلت الی الطبقۃ الباردۃ من الھواء برد فثقلت فوجبت ان الارض تنقول ھذا باطل وذلک لان الامطار مختلفۃ فتارۃ تکون الحبات کبیرۃ وتارۃ تکون صغیرۃ وتارۃ تکون متقاربۃ وأخری تکون متباعدۃ وتارۃ ندوم ملۃ تنزل ملطرۃ

پیدا ہوتے ہین اسلئے باطل ہے کہ بارش مختلف طور پر ہوتی ہے کبھی چھوٹی چھوٹی قطرات کبھی بڑے بڑے کبھی نزدیک نزدیک کبھی دور دور کبھی تھوڑے وقت کبھی کئی کئی دنون تک۔ یہ اختلاف باوجودیکہ زمین جب سے بخارات پیدا ہوتے ہین ایک ہی آفتاب جو دائر

ملائکہ مدبرات کی خدمات کی تفصیل میں آنحضرت صلعم سے بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت جبرئیل کے ساتھ ایک گوشہ میں تھے ناگاہ اُفق آسمان پھٹ گیا جس کے سبب جبرئیل چیخنے اور سمٹنے لگا اور

رُوی البیهقی فی شعب الایمان عن ابن عباس قال بینما رسول الله صلعم بناحیة ومعه جبرئیل اذ انشق

زمانا ظهر الاوتارة فليلا فاختلفا الا المطر فی هذه الصفة مع انه طبيعة الارض احدث وطبيعة الشمس المسخنة للبخارات واحدة ايضا فكيف يكون تخصيص الفاعل المختار وايضا فالتجربة دلت على ان الدعاء والتضرع فی نزول الغيث انفع شيء وكذلك كالصلوة للاستسقاء مشروعة فعلمنا ان المؤثر فيه قدرة الفاعل لا الطبيعة والخاصية والجواب ان كل ما ذكرتموه على تسليم المعقول دنيا من وجوه الاول انه لو كان الامر كذلك لوجب ان يقال ايضا يحصل البرق دائما لان الحصول المعد وهو الصعود والتحلل من تحت السحاب معلوم انه لا يخلو عن ذلك فانه كثيرا ما يحدث البرق القوی من غير حدوث الرعد الثانی ان السخونة انما تصلح لسببية الحركة بمقابلة الطبيعة المائية الموجبة للبرد وعند حصول المعارض القوی كيف تحدث النارية بل نقول النيران العظيمة تنطفی بسبب البرد عليها والسحاب كلها مما يكيف يمكن ان يحدث فيه شعلة ضعيفة نارية الثالث من هذا يلزم ان النار الصرفة لا لون لها البتة فثبت انه حصلت النارية بسبب قوة المحل الحامل لاجزاء السحاب لكن من اين حدث ذلك اللون الاحمر

پیدا کرتا ہے ایک) ضروری ہے کہ اس فاعل مختار پروردگار کی قدرت سے ہو۔ اور نیز تجربہ سے ثابت ہے کہ کبھی محض تضرع و دعا سے بھی بارش ہو جاتی ہے اس نظر سے استسقا کی نماز مشروع ہوئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بارش محض قدرت اُس فاعل مختار سے ہے طبیعت وخاصیت زمین و آفتاب سے نہیں ہے۔

اور رعد و برق کی نسبت جو طبیعیین کہا ہے کہ کسی وجہ سے باطل ہے اول یہ کہ اگر ایسا کہنا صحیح ہو تو واجب ہے کہ بجلی کا بادل گرے حالانکہ بعد رعد ایسا ہوتا ہے کہ بجلی چمکتی ہے اور بادل نہیں گرتا۔ وجہ دوم یہ کہ گرمی جو حرکت سے پیدا ہوتی ہے مقابلہ میں طبیعت پانی میں سردی موجود ہے پس کیونکر ممکن ہے کہ اس سے آگ پیدا ہو۔ وجہ سوم یہ ہے کہ کبھی حکماء کا یہ مذہب ہے کہ خالص آگ کا رنگ نہیں ہے پس جب کہ ایسا ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ بادل کے گھسنے کے سبب آگ پیدا ہو اور لال رنگ کہاں سے پیدا ہوا اس سے ثابت ہوا کہ جب سبب جنبش چمکنے کا انہوں نے ضعیف بتایا ہے تو آگ کا پانی سے پیدا ہونا محض قدرت اُس قادر مطلق سے ہے۔ شبہ

بقیہ مضامین فاضل بہاری

کہ نیچر کو کسی نے صحیح طور پر نہیں سمجھا بعض لوگون نے کہا کہ اسکی بنا ہی سرے سے غلطی پر ہے جنہان لوگون کے خیال پر دلایل وہ انقلابات واختلافات عالم ہین جنکی تفصیل مضمون سابق مین گزر چکی ہے اسمقام مین اسکی تائید مین چند تمہیدات کو ذکر کیا جاتا ہے -

دیکھو انسان قریب زمانہ نوح کے طویل القامت وقوی الجثہ تھے - اور مردم شناسی کے زمانہ قدیم مین بہت شجاع تھے بقول تہوس مفسر کتاب جینسس ہندسی بلفظ الیس عہد عتیق مین تعبیر ہوا ہے -

اہل ہند بھی **انسان** زمانہ قدیم کو **سینکدار** اور دمدار بتاتے ہین - **یاجوج ماجوج** بھی جغرافیہ دایل کتاب کا اتفاق ہے عجیب الخلقت ہین خلقت **منخش** اور بھی ہے ایسا ہی **مقفقور** ہے جو دو علامات نر و مادہ رکھتی ہین - خلقت **احول** بھی عجیب ہے اور خلقت **شش انگشتہ** انسان بھی ایسی عجیب -

انسان اور **بندر** کے جفتی ہونے سے بقول بعض مورخین عجیب خلقت پیدا ہوتی ہے - بعض بندر تعلیم کرنے سے مثل انسان کے تکلم کرنے لگتے ہین بعض قسم کے سگ تعلیم کرنے سے کتابت کرتے ہین - پس جب عالم و عالمیان ابتک کلی و مستقل حالت پر نہین ہے تو بنا، علیہ کسی امر حالت موجودات کو (جس سے نیچر عبارت ہے) قانون کلی و دائمی کیونکر کہا جا سکتا ہے -

انسان ایک قطرہ احاطہ قدرت دریائے الہی کر سکے اور اسکی قدرت کو مقید و محدود بتاوے یہ امر خلاف عقل ہے جو آنکھون سے دیکھا اور سمجھا اسکو قانون قدرت بتا دیا اور جو ہمسے پہلے گذرا اور جو آیندہ ہوگا اسکی ہمکو کیا خبر ہے پس ہمارا یہ کہنا کہ خدا کا قانون یہی ہے جو ہمنے دیکھا ہے کیسی بڑی نادانی ہے -

وجہ دوم یہ کہ اسلام و قرآن کے بہتیرے قصص و اخبار و احکام ایسے ہین جنکا توافق نیچر سے نامعلوم ہے **منجملہ** قصص و اخبار قصہ حضرت عزیر و قصہ حضرت ابراہیم قصہ پیدائش مسیح قصہ غرق فرعون قصہ اصحاب فیل قصہ ناقہ صالح قصہ قوم لوط قصہ بقرہ بنی اسرائیل و علی ہذا القیاس بیدون قصص اسی قبیل سے ہین کہ انکا توافق نیچر سے خیال مین نہین آتا اور اس قسم کے احکام تو صدہا ہین **از انجملہ** چند احکام بطور تمثیل بیان کیے جاتے ہین

۱ - نکاح اخوات اسلام مین نا جایز ہے - مگر تا دلیل اصول نیچر متعلق آیۃ اول خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساءً اجایز قرار پاتا ہے -

۲ - جانور جو بلا ذبح گلا گھوٹ کر مارا جاوے یا خود ہلاک ہو جاوے مذہب اسلام مین حرام ہے مگر اصول نیچر مین اُسکا کہنا جایز - چنانچہ آنریبل صاحب کو گلا گھونٹے جانورون کے حلت کا دعویٰ ہے -

۳ - نکاح اسلام مین مع مولی ایجاب و قبول جانبین ضروری ہے - اور مہر لازم - مگر نیچر کے اصول مین صرف خطبہ شادی مین اندراج نام کافی ہے اور مہر ضروری نہین -

۴ - بلا نکاح مباشرت طرفین زنا ہے مگر اصول نیچر پر اگر وہ بتراضی طرفین ہو تو حد زنا سے خارج ہے

۵ - اسلام اشیاء پر طہارت و نجاست کے قیود لگاتا ہے نیچر ان امور کو صرف طبعی بنا کر آزادی دیتا ہے وعلی ہذا القیاس ہر نیچر کو عین اسلام کیونکر کہا جا سکتا ہے -

اڈمیرل کہتا ہے وجہ اول کی تائید و تفصیل نمبر ۳ و ۴ و ۶ جلد ۴ - اشاعۃ السنۃ مین بخوبی ہو چکی ہے اسکی ایک مین ایک مثال استفہام مین بھی ذکر کیجاتی ہے -

تھوڑے دن ہوئے کہ اخبار جریدہ روزگار مدراس مین سے بچشم خود دیکھا ہے کہ یورپ کے کسی شہر مین بکری نے بھیڑیے کا بچہ جنا - اسمین اگر بھیڑیا بکری سے جفت ہوا تو یہ امر بھیڑیے کی نیچر کے خلاف ہوا - بھیڑیے کا نیچر بکری کو چیر پھاڑ کر کہا جانا بتاتا ہے نہ کہ اس سے جفت ہونا اور اگر نطفہ بُرنے یہ رنگ کیا ہے تو نطفہ بُرنے خلاف نیچر کیا - اسکی ایک عمدہ نظیر اخبار تیرھوین صدی کے پرچہ ۴ جلد ۴ مین لکھی ہے جو اسکی عبارت سے نقل کیجاتی ہے

ڈائیڈرو ایک بڑے فرنچ فلاسفر سے نہین پوچھتے جو نیچر کو عادت سے بھی لاچار کئے دیتا ہے کہ عادت کے سامنے نیچر کی نہین چلتی - اور ڈاروِن بڑے نیچری نے اسکو ممیز کتون کی ایک نسل بالکل بیدم اسطرح کر دی کہ وہانکے کے لوگون نے اپنے کتون کی دُمین کاٹنی شروع کر دی دو تین پشت برابر کاٹتے چلے گئے آخر کو بیدم کتے ہونے لگے - نیچر سے عادت زبردست نکلی نہ نہین - بلکہ اُسی فلاسفر کا گمان ہے کہ اسی طرح اگر چاہین تو انسان بھی ایک ہی ہاتھ کے پیدا ہونے لگین گے "

شائیدان نیچریون کے جواب مین آنریبل صاحب فرماوین کہ جو وقوع مین آتا ہے وہ عجائب و برخلاف عادت

سب تھی کیون نہو نیچر کے مطابق ہوتا ہے اسکا جواب یہہ ہو کہ یہہ بات آپ کو تب سوجھی ہے جبکہ اُن عجائبات کا وقوع ہوا۔ جبتک کہ اُن عجائبات خلاف عادت کو آپنے نہ دیکھا تھا ان عجائبات کے صادر ہونے اور نیچر کے مطابق ہونیکا آپکو کہان اعتقاد تھا۔ اُس وقت تو یہی سمجھا گیا تھا کہ ایسے امر کا صدور نیچر کے خلاف ہے اس سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ جن امور کو مشاہدہ حالات قانون نیچر ٹھہرایا جاتا ہے وہ سبھی محتمل خلاف ہین اور کوئی حالت نیچر ایسی قطعی نہین ہے جسکے خلاف کا امکان نہین ہے۔ یہی امر نیچر کی بیخ کنی کرتا ہے اور اُسکو محض خیالی و بناوٹی چیز بناتا ہے۔

۳ نسخ

آنریبل صاحب نے قرآن مین ناسخ و منسوخ کے پائے جانیسے تہذیب یا رمضان ۹۰ و تفسیر مین انکار کیا ہے ہمین کہنا ہو تبیین الکلام فی تفسیر التوریت والانجیل علی ملۃ الاسلام کے صفحہ ۶۳ جلد اول مین اپنے اعتراف اسکا اقبال کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اکثر عیسائیون نے اور مسلمانون مین کئی بعض فرقون نے احکام الٰہی کے منسوخ ہونیسے انکار کیا اور کہا کہ خدا کے احکام مین ناسخ اور منسوخ ہونا خدا تعالی کے تقدس کے برخلاف ہے مگر جو لوگ کہ کتب سماویہ پر اعتقاد رکھتے ہین خواہ یہودی خواہ عیسائی خواہ مسلمان اُنکو کچھہ چارہ نہین ہے سجز اسکے کہ وہ اقرار کرین کہ بلاشبہ احکام الٰہی مین ناسخ اور منسوخ ہے۔ اسکے بعد آپ نے چند احکام توریت کو بیان کیا جنمین نسخ صریح احکام مین آپکے نزدیک واقع ہے پھر بصفحہ ۲۶۵ معنے نسخ کو بیان فرمایا جس معنے کر آپ نسخ کے مقر ہین اور مسلمان بھی اونہین معنے کر نسخ احکام قرآن کے قایل ہین پھر امر نسخ احکام قرآن سے آپکا انکاری ہونا اور جو تبدل تغیر رائے حیثیات کیون نہ ہو) احکام قرآن مین واقع ہے اُسکو نسخ نہ کہنا کمال تعجب کا محل ہے۔

۴ بسم اللہ

جناب خانصاحب بہادر بجواب عیسائیان معترضین کہ بسم اللہ انتخاب و تقلید کتاب ژند و استا و زردشت مجوس ہے جو بصلاح حضرت سلمان فارسی قرآن مین درج کی گئی ہے ارشاد فرماتے ہین کہ نبی کا یہہ کام نہین ہے کہ یکی اچھی بات کو تسلیم نہ کرے۔

بن کہتا ہون یہہ جواب کیا ہوا کہ اعتراض کو تسلیم کر لیا ہے اور حق یہہ ہے کہ بسم اللہ سورہ نمل مین موجود ہے قصہ حضرت سلیمان مین ہے اور سلیمان یہودی الضرب الملت تھے اور رسالہ دین کی تحقیق چھاپہ ٹریکٹ

سوسائٹی مشن پریس الہ آباد صفحہ ۸۷ و ۸۸ مین ہے کہ یہہ کتب یہود مثل طالمود وغیرہ مین موجود ہے۔ اور سیرت ابن ہشام مین قصہ حضرت سلمان فارسی کا یون لکہا ہے کہ مذہب مجوس سے عیسائی ہوئے اور شام مین بہت رہے اور صحیح مسلم باب مناقب صحابہ مین حضرت سلمان کو صاحب الکتابین لکہا ہے یعنی توریت و انجیل جانتے تہے تو مشورہ دینا بمذہب مجوس خلاف قرینہ سلیمہ کے ہے بلکہ بسم اللہ سنت انبیا خدا ہے ایجاد جدید نہین نہ تقلید یہود

حرمت متنخقہ

آنریبل صاحب فرماتے ہین حرمت طیور منخنقہ غیر منصوص ہے اور یہہ حکم صرف قیاسی و اجتہادی ہے اور جب طعام اہل کتاب پاک و حلال ہے تو طعام منخنقہ اہل کتاب کا کہانا درست ہے۔

مین کہتا ہون بنا بر تصریح قاموس صحاح نہایہ تفسیر بیضاوی تفسیر نیشاپوری کشاف وغیرہ منخنقہ میتہ مین داخل ہے اور میتہ کی حرمت مین آیہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ نص صریح ہے۔

اور ایک عمدہ دلیل ہے کہ اعمال الرسل باب ۱۵ درس ۲۹ مین ہے پرادن کو لکہا ہے جین کہ خون سے اور حرام کاری اور گلا گھونٹے ہوئی چیزون اور لہو سے کنارہ رہین۔ عربی انجیل باب ۱۵ درس ۲۰ مین ہے ان تمتنعوا عما ذبح للاصنام والدم والمخنوق والزنا فاذا انتم حفظتم انفسکم من ہذا فنعما تصنعون کو نواہی قرار دیا

اب بمقابلہ پولوس کے اجتہاد علمائے مسیحی یا جناب خان صاحب کا غلط و باطل ہے۔

ولادت مسیح

اس مسئلہ مین تو خان صاحب نے غضب ہی کر دیا۔ قرآن و انجیل دونون کو طاق مین رکہدیا اور مضمون ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا جلوہ دکہایا۔ تفسیر نیشاپوری مین حضرت مسیح علیہ السلام کا یوسف نجار کے نطفہ سے پیدا ہونا بیان فرمایا۔ ہم اس باب مین خان صاحب کے کلام پر تفصیلی تنقید کرنا چاہتے ہین اس لئے ان کی اصل کلام کو بحذف زوائد اس مقام پر نقل کرتے ہین پہر تفصیل اسکا جواب دیتے ہین۔

نقل عبارت

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ۱۲ جلد ۳

اشاعت مذہب اسلام

مضمون اشاعت اسلام پر جو ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۲ میں شائع ہوا ہے) مشاہیر علماء ہندوستان و پنجاب (جیسے حضرت شیخنا
و مولینا جناب مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی۔ جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب دہلوی) امام فن مناظرہ
اہل کتاب۔ جناب مولوی سید الفت حسین صاحب دہلوی جناب مولوی محمد عبد الحی صاحب لکھنوی۔ جناب مولوی محمد حسین صاحب
جلیلپوری جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی جناب مولوی سید احمد حسین صاحب عظیم آبادی۔ جناب مولوی
حافظ محمد صاحب لکھوکی فیروزپوری۔ جناب قاضی محمد منصور جان صاحب شیخ پوری جناب خلیفہ حمید الدین صاحب لاہوری۔
عدالدین صاحب لاہوری۔ جناب مولوی محمد نور الدین صاحب بھیروی حکیم ریاست جموں۔ جناب
مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری) وغیرہ وغیرہ نے **اتفاق** رائے ظاہر کیا ہے اور کئی مشہور نامی اخباروں
مین (جیسے اخبار انجمن پنجاب لاہور۔ پنجابی اخبار لاہور۔ کوہ نور لاہور۔ جریدہ روزگار مدراس منشور محمدی بنگلور)
وغیرہ مین یہ مضمون بعینہٖ یا اسکا حاصل شائع ہوا ہے اور ان اخبار دن کے اڈیٹرون نے اس مضمون کی تائید مین
خوب زور دیا ہے اور فریقہ ہی اڈیٹران حضرات علماء نے باتفاق مسلمانون کی باہمی موافقت اور اشاعت
اسلام کے لئے انجمن اشاعت اسلام کی اقامت کی ضرورت کو نہایت جوش سے تسلیم کیا ہے **بلکہ** لاہور مین تو
بعض احباب نے ایک انجمن کی بنا بھی قائم کردی ہے جسکے ممبر و معاون اس عاجز کے سوا یہ حضرات ہین۔ منیجر علی
صاحب شہرت اڈیٹر انجمن اخبار لاہور۔ منشی حفیظ الدین احمد صاحب مترجم یونیورسٹی پنجاب۔ خلیفہ حمید الدین صاحب
مدرس گورنمنٹ سکول لاہور۔ مولوی الفت حسین صاحب مدرس ٹریننگ کالج لاہور۔ سید محمد شاہ صاحب اوورسیر
ضلع لاہور۔ مولوی محمد غضنفر صاحب مدرس یونیورسٹی پنجاب۔ شیخ محی الدین صاحب مدرس منشی کرم الٰہی صاحب سپرنٹنڈنٹ
یونیورسٹی لاہور۔ منشی عبد الحق صاحب اکونٹنٹ لاہور۔ میان نظام الدین صاحب ٹیکہ دار لاہور۔ مولوی الٰہی بخش صاحب
وکیل چیف کورٹ پنجاب۔ خلیفہ رجب الدین صاحب سوداگر پشمینہ میان محمد بخش صاحب عرف محمد بخش صاحب علاقہ بند لاہور
حافظ بہادر الدین صاحب ٹھیکہ دار لاہور۔ بابو جلال الدین صاحب ہیڈ کلرک فارسٹ ڈیپارٹمنٹ لاہور بابو فضل الدین صاحب

فارسٹر انجینر لاہور ڈویژن - مولوی محمد نورالدین صاحب حکیم ریاست جموں - حکیم فضل الدین ساکن بہرہ -
سید امیر حیدر صاحب کن زیر آباد وغیرہ وغیرہ اور ان حضرات نے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق انجمن کے لئے
چندہ بھی مقرر کیا ہے ان سب مین بالفعل جناب مولوی نورالدین صاحب سبقت لے گئے ہین جنہون نے ساٹھ روپیہ سالانہ
مقرر فرمایا ہے اور ایک سو روپیہ یکمشت دینے کا وعدہ کیا ہے - اب اس انجمن کے اتمام و استحکام مین صرف
اتنی کسر باقی ہے کہ بعض معزز رؤسا اسلام اسمین شامل ہون اور کسیقدر اور مشاہیر علماء کرام اسمین شریک
ہون - تھوڑے سے رؤسا اور کسیقدر اور علماء اس انجمن کے معاون ہوجاوین اور کارروائی شروع ہو تو اکثر علماء
و صدہا عوام و رؤسا اسمین شامل ہوجاوینگے چنانچہ اکثر جمہوری کام ہمیشہ اسیطرح استحکام پکڑتے ہین اور رفتہ رفتہ ایک
سے ہزار ہوجاتے ہین -

پس ہمکو اکابر رؤسا و بقیہ علماء لاہور و امرتسر و لودہیانہ و پٹیالہ و مالیر کوٹلہ و مسلہ و حیدرآباد
و رامپور و لکھنو و الہ آباد و عظیم آباد و کلکتہ و بھوپال و بمبئی و مدراس وغیرہ بلاد معظمہ کی خدمات مین بذریعہ عرض
ہین کہ یہ حضرات اسلام کی اس نازک حالت ضعف پر ترحم فرماوین اور مسلمانون کی باہمی اتفاق کیطرف توجہ کرین
اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسلام کو رونق و ترقی دین - میری اس حالی التماس کیطرف ان حضرات نے
توجہ نہ کی تو ناچار مین بلاد مذکورہ کے علماء اور رؤسا کو نام بنام پکار کر التجا کرون گا اور اپنی کوشش کو حد سعت
و امکان تک پہنچاؤن گا -

اس مضمون سے بعضے احباب نے مخالفت بھی ظاہر کی ہے مگر وہ بہ نسبت تسلیم شدہ کے بہت کم ہین
بعضے تو ہمارے قدیمی حریف ہین جو قدیمی مخالفت کے تقاضی سے ہماری تجویز پر نکتہ چینی کرتے ہین اور ہاتھ نہ
حال کیطرف توجہ نہین فرماتے - پھر انمین کوئی تو یہ کہتا ہے کہ ایسا سب مؤلف اشاعۃ السنۃ نجدی ہونے
لگا - کوئی کہتا ہے کہ عمل بالحدیث چھوڑ کر اب مقلد بنا اور بعضے انمین ہمارے مخلصین ہین لیکن وہ مقاصد و اغراض
مضمون تک رسائی نہ ہونے کے سبب سے سرسری نکتہ چینی کرتے ہین پہلے حضرات کے جواب مین تو مین اسیقدر کہنا
کافی سمجھتا ہون کہ مین جو کچھ کہ ہون یا ہونا چاہتا ہون میری کتاب سے معلوم ہوگا - اور خود رسالہ
اسپر شہادت دیگا دوسرے احباب کے شکوک کو نقل کرکے انکے جوابات تحریر مین لاتا ہون بعض ا

اعتراض کیا ہے کہ اس اتفاق سے ہم ایسا اختلاط ہوگا کہ مذہبی تفرقہ شیعہ سنّی وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد کا جاتا رہیگا اور سب کا مذہب گڈمڈ ہو جائیگا اسکا **جواب** تو اسی مضمون مین موجود ہے اور اجانے اسکی طرف توجہ نہین کی ورنہ یہہ بات ہرگز انکی زبان پہ نہ آتی۔ بعض احباب نے یہہ **اعتراض** کیا ہے کہ جب کسی بدعت خلافی کی ابطال اور سنت اختلافی کے اثبات سے انجمن اشاعت اسلام کو سروکار نہ ہوا چنانچہ اس مضمون مین قرار دیا گیا ہے تو باب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مسدود ہوا یہ اعتراض گو لفظا ہر قوی معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت نہایت ضعیف ہی اور اسی نارسائی فہم سے ناشی ہے۔ اس مضمون مین بدعت خلافی کے ابطال اور سنت اختلافی کے اثبات سے کسیکو منع نہین کیا۔ بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی خصوصیات خلافیہ کے رواج دینے اور خصوصیات غیر سے مخالفت کرنیکا اختیار دیا ہے اور اس امر کے لئے ہر ایک فرقہ کے واسطے انجمن ہا خاصہ تجویز کردی ہین۔ مان اس امر کو انجمن اشاعت اسلام کے فرائض سے نکالدیا ہے جسکا مطلب صرف اتنا ہے کہ جب مختلف خیالات کے ممبر کارروائی انجمن عام کے لئے جمع ہون تو اس زمان اور اس مکان اور اس کارروائی مین اس حیثیت سے خلافیات کے اثبات یا ابطال سے تعرض نکرین۔ دوسرے وقت مین دوسری جگہ دوسری انجمن ہا خاصہ مین ہر ایک فرقہ اپنی خصوصیات کی تائید و اثبات کرے اور خصوصیات غیر کی تزییف و ابطال علمی پیرایہ سے کرے اسمین جادہ اعتدال سے قدم باہر نہ رکھے اور تعصب و نصاف و بے تہذیبی سے جسکی تشریح ہم اصل مضمون مین کر چکے ہین باز رہے۔ **جواب** اول جس زمان و مکان مین سب ممبر انجمن عام کے جمع ہون اور انجمن عام کی کارروائی شروع کریں اس آن و مکان مین وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے خدا کی طرف سے مامور نہین ہین ہم۔ پر یہ کہنا صحت نہین تو کیا ہے **جواب** وہ اس آن و مکان مین اور تاسیس اصول اسلام کے زمان میں اور خلافی کے نسبت امر ونہی کے مامور ہین اور ضرور مامور ہین۔ اول کے خلاف مین گنہگار اسلئے کہ اس مجلس مین ان خلافیات کو ذکر تفرقہ مجالس کا باعث ہوتا ہے اور وہ تفرقہ اتفاق اصول اسلام کی اشاعت کا رافع و مبطل ہے۔ اور ابطال اتفاق اصول اسلام کے وسایل و اسباب کا معین ہونا اور اس کا رہنے کا مامور ہونا واقعان حقیقت اسلام پر مخفی نہین ہے۔ جب احکام اسلام کا نزول شروع ہوا تو پہلے مسائل توحید و رسالت ہی کا نزول ہوا جب ان مسایل کو لوگون نے مان لیا تب بقیہ احکام جملہ اوامر و نواہی کا نزول ہوا۔ جب آنحضرت اپنی اصحاب کو اشاعت اسلام کے لئے اطراف مین بھیجتے تو یہی تلقین

ہم اور ہمارے شریک ہمارے گروہ مین ہیں۔ بلکہ ہمارے اس مکان و زمان مین ان خلافیات کا ذکر کرنے اور عمل مین لانے سے ہم مامور ہین

فرماتے کہ پہلے انکو شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کیطرف بلاؤ جب وہ یہہ مان لیں تب نماز روزہ وغیرہ احکام سکھاؤ۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ توحید و رسالت کا امر واشاعت سب احکام اسلام سے مقدم ہے اور اگر کسی حکم کا ذکر توحید و رسالت کا منافی ہو تو اسکا ذکر اطاعت نہیں بلکہ معصیت ہے۔ اور اس انجمن اسلام کے ممبروں کو اگرچہ اصول اسلام پر اتفاق اور اسلام حاصل ہے اور اُن کی مجلس میں ذکر مسایل خلافیہ اُن کے اسلام کا منافی نہیں ہے مگر ہزارون بلکہ لاکھون اشخاص کا اسلام میں داخل ہونا اہل مجلس کے اتفاق سے متوقع ہے اُن کے اسلام کا ذکر امور اختلافی سے فوت ہونا تو یقینی امر ہے کیونکہ ان کا اختلافی امور میں مگر ہوگا اتفاق جاتا رہیگا اور وہ ہزارون اشخاص کے اسلام کا منفعت ہوگا۔ اب برادران دین و اخوان مسلمین اس مضمون پر نکتہ چینی سے ساکت رہیں اور اسکی صحت و مفید ہونے پر اتفاق کریں اور اسکو معرض اجرا میں لاکر اسکی اعانت و تائید کریں۔ آیندہ کوئی رائے خواہ نمائے ہمارا کام صرف کہہ دینا ہے ؎

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است بس ۔ در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

راقم

ابو سعید محمد حسین لاہور محلہ سید پٹھہ

انما نزل اول ما نزل منه سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا ثاب الناس الى الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا ۔ عن ابن عباس ان النبي صلعم بعث معاذا الى اليمن فقال ادعهم الى شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فان هم اطاعوا لذلك فاعلمهم ان الله قد فرض عليهم خمس صلوات في كل يوم وليلة ۔ (صحیح بخاری)

+ حضرت عایشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ جب سب سے پہلے قرآن میں وہ سورہ نازل ہوئی جس میں وعدہ و وعید کا ذکر ہے جب لوگون نے اسلام کی طرف رجوع کیا تو احکام حلال و حرام کا نزول ہوا پہلے سے زنا و شراب کی ممانعت کا حکم آتا تو لوگ نہ مانتے۔ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل کو حضرت نے یمن کی طرف بھیجا تو یہہ فرمایا کہ پہلے انکو شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کیطرف بلاؤ جب اسکو مان لیں تو پانچ نمازون کا فرض ہونا بتانا۔

مطالب	صفحہ
مقاصد و نتائج رسالہ۔	۲
اہل نیچر کا لامذہبی کو پسند کرنا۔	۳
بقیہ مقدمات اثبات خرق عادت حالت بیداری میں غیب جاننے کا سبب۔	۹
فلاسفہ کے اصول پر سچی خوابوں کا سبب۔	۱۰
اس سبب کی اختیاری یا غیر اختیاری ہونے سے نبوت و ولایت کا فیصلہ	۱۴
متاخرین صوفیہ کا خیال۔	۱۵
اس باب میں قول حق۔	۱۶
احکام شرعی کا موجودات عالم کی تاثیر ہونا جنکے پورے اسرار کوئی نہیں جانتا اور اسپر چند سوالات کی شہادت	۱۷
مخاطب (سید احمد خانصاحب) کا سابق و اقرار اسکی تائید میں	۱۹
حرمت شراب کے اسرار۔	۲۱
مخاطب کا ڈاڑھی منڈانے میں فتویٰ۔	۲۲
اہل کتاب کی نہ ہر بات میں تصدیق چاہئے نہ ہر بات میں تکذیب۔	۲۳
توریت کے احکام عشرہ سے علاوہ حرمت سود۔	۲۴
نیچریہ کے اس شبہ کا جواب کہ قرآن میں چند در چند سود سے ممانعت ہے نہ تھوڑے سود سے۔	۲۸
مخاطب کا اعتقاد کہ توریت و غیرہ میں تحریف لفظی نہیں ہے	۳۲
تریاق مخاطب کے اس مضمون کا جواب کہ مذہب اطبعی ہے	۳۴
پشیمانی و تکلف مخاطب سے منکر انبیا کو کافر نہ کہنے میں۔	۳۹

مطالب	صفحہ
مخاطب کا عین لامذہبی کو اسلام کہنا۔	۴۳
نیچریوں کا کسی چیز کی برائی بھلائی پر قائم نہ رہنا	۴۴
نیچریوں کا وجود خدا کی نسبت خیال۔	۴۵
نیچریوں کا مواخذہ سے بے خوف ہونا۔	۴۷
اہل مذہب کی پابندی۔	۴۸
بقیہ مقدمات اثبات نبوت سچی خوابوں کے بیان سبب میں فلاسفہ کی غلطی۔	۵۲
ابن صیاد کاہن کا غیب دانی میں امتحان۔	۵۴
صوفیوں کی غلطی خیال کا بیان۔	۵۵
احکام عشرہ توریت سے علاوہ دوسرا حکم جسم انسانی	۵۷
اس حکم کے منجانب اللہ ہونے پر مخاطب کا سابق اعتراف۔	۶۱
تیسرا حکم توریت کا قصاص۔	۶۲
چوتھا حکم توریت کا چیزوں کی حرمت۔	۶۳
آٹھواں احکام توریت علاوہ اُن احکام کے۔	″
آغاز جواب مسودہ وقف خانزادی۔	۶۶
نقل عبارت مخاطب۔	۶۷
اسکا خلاصہ تین امر ہیں۔	۷۵
ابطال امر اول۔	۷۶
ہر حال میں صاحب مال کا خود مختار نہ ہونا اور بعض اولاد کو بعض پر ترجیح نہ دینے کا امور ہونا۔	۷۷
کل مال کے صدقہ کرنے میں خود مختار نہ ہونا۔	۷۸

مطالب	صفحہ
وصیت میں خود مختار نہ ہونا۔	۸۱
وقف کل مال میں خود مختار نہ ہونا	۸۳
ابطال سوم و دوم۔	۸۴
کا فرقاسق حربی غیر مقیم کے متولی ہونیکا عدم جواز۔	۸۵
ابطال سوم وقف خاندانی کی کوئی اصل نہیں ہے۔	۸۹
شرع میں بجز وقف للہ کوئی وقف نہیں ہے۔	۸۹
تعریف وقف از فقہا۔	۹۳
للّٰہیت شرط وقف ہے	۹۶
وقف مجوز دمخالف کے وقف شرعی نہونیکا ثبوت مدلل	۱۰۱
غار مضمون تقریر قدیم الاسلام والزندقہ۔	۱۳۰
امام غزالی کا باہمی خلاف پر تکفیر سے روکنا	۱۳۱
خلاف مخالف کا اسمیں داخل نہونا	″
حد کفر تکذیب نبی ہے	۱۳۶
قول مخالف تکذیب نبی کا فر مخلد فی النار نہیں۔	۱۳۷
تکذیب نبی کا مخلد فی النار ہونیکا آیات واحادیث سے ثبوت۔	۱۳۹
غزالی کا نسبت تکذیب نبی سے فرقہا اسلام کو بچانا	۱۴۲
اس حکم میں مخالف کا شامل نہ ہونا۔	۱۴۳
حد تکذیب وتقسیم وجود اشیا بمراتب خمسہ میں۔	″
(۱) وجود ذاتی (۲) وجود حسی	۱۴۴
(۳) وجود خیالی (۴) وجود عقلی (۵) وجود شبہی۔	۱۴۵
تمثیل وجود ذاتی۔ وجود آسمان و عرش و کرسی و قلم و	۱۴۶

مطالب	صفحہ
مخالف کا اپر اعتراض اور وجود ذاتی آسمان سے انکار۔	۱۴۶
اُسکی کلام کا اس کا جواب۔	۱۴۷
پکے نیچری خدا کے وجود ذاتی کے بھی منکر ہیں	۱۴۸
مخالف کا وجود ذاتی بہشت سے انکار	۱۵۱
نعیم جنت کی تفصیل جنت کا مخلوق اور آسمان پر ہونا	۱۵۵
بہشت کے دروازے اور بالاخانے۔	۱۵۶
بہشت کے درخت اور سایہ دیوار اور چشمہ اور نہریں۔	۱۵۷
بہشت کے اشجار و لباس و زیور و خادم۔	۱۵۸
اہل جنت کی ازواج اور حورین۔	۱۶۰
ان نعما کے وجود ذاتی ہونے پر دلایل۔	۱۶۱
دلیل اول جس سے آپکو وفاق ہے کہ ظاہری معنی اصل ہیں	″
دلیل دوم جو آپکی تسلیمات پر مبنی ہے یہ ہے کہ	
عرج بانی بھی وجود سمجھا۔ اعرابی کا قول۔	۱۶۲
نعما جنت کو نامعلوم ہونیکے معنے۔	۱۶۴
ازواج وحور کو خرابی کہنے کا جواب۔	۱۶۶
نیچریوں کے استبعاد حشر اجسا کا جواب و آیات قرآن سے اسپر استدلال۔	۱۶۷
تعدد ازواج میں عقلی ستر۔	۱۷۰
مدرسہ علیگڈھ کی تاثیر۔	۱۷۲
مذہب ماتریدیہ میں صفات باری کے متعلق	۱۷۵
مخالف کا عقیدہ سابق اسکے موافق	۱۸۱

مطالب	صفحہ
مراتب خمسہ جو دکفار اہل کتاب نہیں ہوں ہر اور ہول	
بیشک قانون تاویل ہے کہ نہیں ہے۔	۱۸۵
اس قول سے مخاطب کا اپنا تاویل کو جواز پر استدلال	۱۸۶
شرائط قانون تاویل پر اعتراض مثبتہ مخاطب۔	۱۸۷
جواب استدلال مخاطب۔	۱۸۸
جواب اعتراضات مخاطب اور تاویل کے صحیح معنی مراد۔	۱۸۹
جواب سر عرض دوم اور تاویل کا مجاز ہونا۔	۱۹۰
اسپر شہادت اہل اصول و معقول	۱۹۱
جواب اعتراض سوم اگر قانون تاویل کوئی نہ ہو تو دینا میں کوئی کافر نہ ہے۔	۱۹۲
قانون تاویل کی رعایت کی ضرورت باعتراف سابق مخاطب	۱۹۹
شیخ ابن عربی اور آپ کی تاویلات میں فرق۔	۲۰۱
قانون تاویل۔	۲۰۲
اسپر مخاطب کے پانچ اعتراض۔	۲۰۸
جواب اعتراضات مخاطب۔ یہ قانون متفق علیہ خلائق ہے	۲۰۹
مجاز بوقت تعذر حقیقت لیجاتی ہے۔	۲۱۱
گمراہ کو گمراہ کہنا اسکی تسلیم پر موقوف نہیں۔	۲۱۳
کفار عرب اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہیں۔	۲۱۴
اہل ایمان ہر عصر میں تین طبقہ ہوئے ہیں۔	۲۱۵
مطمئنین (۱) مذبذبین (۲) عوام مومنین (۳)۔	۲۱۶
طبقہ سوم کو خوض و بحث مناسب نہیں۔	۲۱۷

مطالب	صفحہ
اس زمانہ میں علوم کا تنزل۔	۲۱۹
تاویل کا محل جواز اور محل تاویل کہنیوالوں کی تکفیر	۲۲۱
اولین حشر و نعیم جنت و آلام دوزخ و علم باری کی تکفیر۔	۲۲۲
مخاطب کے اسپر چار اعتراض۔	۲۲۴
قول مخاطب مدعی اسلام کی کسی قول یا فعل سے تکذیب نکالنا غلطی ہے۔	۲۲۵
جواب اعتراضات مخاطب۔	۲۲۶
باب تکفیر میں تسلیم و موافقت کا لحاظ نہیں۔	،،
مخاطب کا اسپر عمل ہے۔	۲۲۷
مشرکین عرب اپنے تئیں کافر نہ سمجھتے۔	۲۲۸
افعال سے تکذیب و کفر نکالنے کا سر عقلی۔	۲۳۰
منافقین کے حال سے اسپر شہادت۔	۲۳۳
بابو کیشب چندر اور دیانند کو مخاطب کا صادق سمجھنا	۲۳۹
اہل اسلام کے نزدیک وحی کا منقطع ہونا۔	۲۴۱
امور کفریہ جنپر فقہاء نے تکفیر کی ہے۔	۲۴۲
اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کے معنی۔	۲۴۵
مذہبی اشاعت ضمیمہ۔	۲۵۳
مخاطب کے دعوی حقایق بیانی کا جواب۔	۲۵۴
اصول اسلام میں مخاطب کی حقیقت بیانی۔	۲۵۵
آپکے نزدیک خدا نہ ہونے کے ہاتھی کے مثل ہے	،،

مطالب	نمبر
آپ کی نزدیک خدا تبدیل تصرف عالم سے عاجز ہے	۲۵۷
ایمانی انکار آپ کی نزدیک میں ایمان ہے۔	۲۵۸
رسول اور وحی میں آپکی تحقیقت بیانی کہ رسول ایک جلی سحری یا شاعر کی مانند ہے اور ملکہ نبوت مثل ملکہ رقاصی موسیقی شاعری ہے۔	۲۵۹
کتب آسمانی کی نسبت آپکی تحقیقت بیانی کہ کلام الٰہی ایجاد و انشا طبیعت نبوی ہے۔	۲۶۳
ملایکہ اور جبرئیل کی نسبت آپکی تحقیقت بیانی کہ ان سے قوائے انبیاء وغیرہ موجودات مراد ہیں۔	۲۷۰
حشر و قیامت کی نسبت آپکی تحقیقت بیانی کہ اس سے مراد حشر اجسام نہیں ہے۔	۲۷۸
ان اصول اسلام میں اہل اسلام کی تحقیقت بیانی	۲۷۹
خدا کی ذات و صفات کی نسبت اہل اسلام کا اعتقاد	〃
تحقیقت وحی و رسالت	۲۸۱
وحی کے صرف طبعی ہونیکا ثبوت عقلی اقامہ وحی	۲۸۳
وجود ذاتی جبرئیل و غیرہ ملایکہ کا ثبوت عقلی۔	۲۸۳
سانپ و بچھو قبر کی نسبت احیاء غزالی کی تقریر۔	۲۸۷
ملایکہ اور وحی کی نسبت آپکا خیال سابق اہل اسلام موافق	۲۸۸
وحی کے صرف امر طبعی ہونیکا ثبوت نقلی	۲۹۰
مقدمات ثلثہ۔	۲۹۱
استدلال اول۔	۲۹۲

مطالب	نمبر
اصحاب کہف کے حال سے آپکا ایک وقت تک بے خبر رہنا	۲۹۴
متخلفین غزوہ تبوک کا حال قبل وحی نہ جاننا۔	۲۹۵
واقعہ افک۔ اشاعت مذہب اسلام غیبیہ بمبزا۔	۲۹۷
آنحضرت صلعم کا وقت قیامت کو نہ جاننا	۳۰۲
پانچ چیزوں کو نہ جاننا۔ روح کو نہ جاننا۔	۳۰۳
استدلال دوم۔	۳۰۶
معجزہ اور قانون قدرت۔	۳۰۷
حضرت عیسیٰ کے عبور دریا قلزم کی نسبت مخاطب کے خیال کا جواب	۳۰۹
اسلام نیچر نہیں نیچر اسلام نہیں مخاطب کے مضمون	
الاسلام ہی الفطرۃ کا جواب۔	۳۱۹
استدلال سوم۔	۳۲۵
استدلال چہارم عام فہم۔	۳۳۰
استدلال نجیم۔	۳۴۴
بیان حقیقت کتاب اللہ۔	۳۴۶
بیان حقیقت ملایکہ۔	۳۴۹
ملایکہ کا نور سے مخلوق ہونا۔	۳۵۰
اور بشکل انسان متشکل ہوکر نبیوں کے پاس آنا۔	۱۵۱
کراماً کاتبین۔ ملایکہ موت۔ مدبرات عالم	۳۶۳
نیچر اور اسلام۔ نیچر کی بے ضبطی کے تمثیلات	۵۵۶
مخاطب کا بسم اللہ کو سرقہ از کتاب ثمد مان لینا	〃
حرمت متخنقہ	۳۵۸